عصرِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کا حل

(شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں)

تحقیقی مقالہ برائے

ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

عبدالمتین

علوم اسلامیہ

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی

شعبہ علوم اسلامیہ، نمل

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن ۲۰۱۷-۲۰۲۰ء

عصرِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کا حل

(شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں)

تحقیقی مقالہ برائے

ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

عبدالمتین

علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 1357-M.Phil/IS/S17

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی

شعبہ علوم اسلامیہ، نمل

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن ۲۰۱۷-۲۰۲۰ء

©نام مقالہ نگار

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عنوانات

باب اول: ازدواجی زندگی؛ مفہوم، مقاصد اور حقوق

فصل اول: ازدواجی زندگی؛ لغوی واصطلاحی مفہوم 2

فصل ثانی: ازدواجی زندگی کے مقاصد 8

فصل ثالث: زوجین کے انتخاب کا طریقہ کار 16

فصل رابع: زوجین کے حقوق و فرائض 22

باب دوم: ازدواجی زندگی کے مسائل اور انکی وجوہات

فصل اول: زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل اور انکی وجوہات 46

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل اور انکی وجوہات 70

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل اور انکی وجوہات 84

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل اور انکی وجوہات 94

باب سوم: ازدواجی زندگی کے مسائل کے اثرات

فصل اول: ازدواجی مسائل کے زوجین کی زندگی پر اثرات 104

فصل دوم: ازدواجی مسائل کے خاندانی زندگی پر اثرات 118

فصل سوم: ازدواجی مسائل کے اولاد پر اثرات 130

فصل چہارم: ازدواجی زندگی کے معاشی مسائل کے اثرات 138

باب چہارم: ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل؛ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں

فصل اول:	زوجین کی زندگی کے مسائل کا حل	....	147
فصل دوم:	زوجین کے خاندانی زندگی کے مسائل کا حل	....	170
فصل سوم:	اولاد کے مسائل کا حل	....	185
فصل چہارم:	زوجین کے معاشی مسائل کا حل	....	197
	نتائج (Conclusion)	....	211
	سفارشات (Recommendations &Suggestions)	....	211
	نتائج برائے سروے	....	213
	Statistical Analysis	....	229
	فہارس (Indexes)	....	237
	فہرست قرآنی آیات	....	238
	فہرست احادیث نبویہ	....	240
	فہرست اصطلاحات	....	243
	فہرست شخصیات	....	244
	فہرست اماکن	....	245
	فہرست مصادر و مراجع	....	246

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **عصر حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کا حل [شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں]**

Topic: **Matrimonial Issues in Contemporary Era and their Solution (In the Light of Islamic Shariah)**

Topic in Roman Urdu: **Asr e Hazir Main Azdawaji Zindagi Kay Masail aur Un ka Hal (Shariat e Islamia ki Roshni main)**

نام ڈگری: **M.Phil. Islamic Studies**

(نام مقالہ نگار): **عبدالمتین**

رجسٹریشن نمبر **1357-M.Phil/IS/S17**

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی ____________________

(نگرانِ مقالہ) نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ____________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان ____________________

(پرو-ریکٹر اکیڈمکس، نمل) پرو-ریکٹر اکیڈمکس کے دستخط

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں (مقالہ نگار) ______**عبدالمتین**______ ولد ______**ثاقب علی**______

رول نمبر ______**288**______ رجسٹریشن نمبر __**1357-M.Phil/IS/S17**__ ___

طالب علم ایم اے/ایم فل/پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان **عصر حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل اوران کا حل (شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں)**

Topic: **Matrimonial Issues in Contemporary Era and their Solution (In the Light of Islamic Shariah)**

Topic in Roman Urdu: **Asr e Hazir Main Azdawaji Zindagi Kay Masail aur Un ka Hal (Shariat e Islamia ki Roshni main)**

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے' ماسوائے جہاں متن مقالہ میں بیان کیا گیا ہے' اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: ______________________________

دستخط مقالہ نگار: ______________________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

مقالہ جمع کرانے کی تاریخ: ______________

انتساب

اللہ رب العزت کا بے حد شکر ہے کہ جس کی خاص مدد سے یہ تحقیق اپنے اختتام کو پہنچی۔اس تحقیق کو میں اپنے والدین کے نام منسوب کرتا ہوں جو میرے دین سے جڑنے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کا اصل سبب بنے اور ہر قدم پر میرا ساتھ دیا۔ خصوصاً اہلیہ کے نام جس کے خاص تعاون سے یہ منزل آسان ہوئی۔

اظہارِ تشکر

اولاً اللہ رب العزت کا بے حد شکر ہے کہ جس کی خاص مدد اور توفیق سے راقم کے لیے تحقیق کرنا اور اس کو تکمیل تک پہنچنا آسان ہوا۔ اس کے بعد والدین کا بے حد احسان مند ہوں کہ ان ہی کی دی ہوئی رہنمائی، تربیت اور ساتھ سے تحقیق کے راستوں پر چلنے کی توفیق ملی۔ میں خاص طور پر اپنی اہلیہ اور بھائیوں کا مشکور ہوں جن کی حوصلہ افزائی، مالی اور علمی مدد اس دوران ہر پہلو سے شامل حال رہی۔

میں بالخصوص محترم ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی صاحب کا شکر گزار ہوں جن کا سایہ راہنمائی ہر لمحے ساتھ تھا۔ آپ نے بہترین انداز میں رہنمائی کی۔ یہ انکا بہت بڑا احسان ہے کہ اس راستے کے نئے میدان متعارف کروائے۔ میں تمام قابل قدر اساتذہ کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں، یہ ان ہی کی رہنمائی تھی کہ میں اپنے اندر چھپے محقق کو تلاش کر سکا۔ میں ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز ڈاکٹر شاہد صدیقی کا شکر گزار ہوں جن کے تحت میں شعبہ علوم اسلامیہ میں ایک علمی ماحول مجھے میسر ہوا۔ میں صدر شعبہ ڈاکٹر نور حیات صاحب کا مشکور ہوں جن کے زیر سایہ یہ ادارہ بہترین نتائج اور علمی ماحول مہیا کر رہا ہے۔ میں اپنے اساتذہ ڈاکٹر عبد الغفار بخاری، ڈاکٹر منزہ سلطانہ، ڈاکٹر ریاض سعید، ڈاکٹر راو فرحان، ڈاکٹر امجد حیات، ڈاکٹر ذوالقرنین اور جناب خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کا، تمام دوست احباب خصوصاً راجہ طحٰہ، کفایت اللہ ہاشمی، قاسم علی، ہاشم علی، احسان محمود اور سلمان فاروق کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مختلف مراحل میں مدد کی۔ اس کے علاوہ تمام لائبریریوں کے عملے اور نمل یونیورسٹی کے منتظمین کا جنہوں نے شام کے اوقات میں یہ سہولت مہیا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی سے نوازے۔ آمین

عبدالمتین

ایم فل سکالر، علومِ اسلامیہ، نمل۔ اسلام آباد

تاریخ: 10-12-2020

رموزاشارات

اس مقالے میں درج ذیل رموزواشارات کااستعمال کی گیا ہے

ص=صفحہ نمبر کے لیے

""=احادیث،اقوال اور اقتباسات کے لیے

/=لکیر کے دائیں طرف جلد نمبر اور بائیں طرف صفحہ نمبر

﴿﴾=قرآنی آیات کے لیے

Abstract

Marriage holds its roots from the beginning of mankind. It is a relation (between man and a women) that is recognized by custom or law and which involves certain rights and duties of the couple and their children, marriage has thus two main functions to perform: it is the means adopted by human society for regulating relations between sexes; and it furnishes the mechanism by means of which the relations of a child to the community is determined. Islam recognized this institution and accepted it as the basis of a human society, after purging it of all the evils that had penetrated it.

First Chapter of this thesis covers the basic concept of marriage in the light of Islam. Marriage constitutes different purposes including; The Islamic purposes, social purposes, psychological purposes, training of the society including modesty and growth of the generations. Rules for Selection of one’s life partner and rights of husband and wife are also discussed in the light of Quran and Sunnah.

Second chapter discuss the matrimonial problems of and its causes. Problems are categorized in personal problems, family problems, children problems and financial problems. Survey and interview method has been used to find out problems of current era.

Third chapter is deep study of matrimonial problems impacts in all aspects. It discuss the impacts of problems on Personal life of couples, on their family, on children and society.

Fourth chapter provides the solution of problems discussed in the second chapter. Solutions of matrimonial and social problems are also discussed according to Quran and Sunnah and culture and society of this region.

مقدمہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی معلم الناس الخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ و صحبہ اما بعد:

موضوعِ تحقیق کا پس منظر(Background of the research topic)

شادی ایک سماجی ادارہ ہے اور اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی نسل خود ہے. یہ ایک رشتہ (مرد اور عورتوں کے درمیان) کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے جو اپنی مرضی کے مطابق یا قانون کی طرف سے پہچان لیا جاتا ہے اور جس میں جوڑے اور ان کے بچوں کے مخصوص حقوق اور فرائض شامل ہیں، شادی اس طرح دو اہم کام کرتی ہے: ایک یہ کہ انسانی معاشرے میں مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلقات کو قائم کرنے کے لیے اور دوسرا یہ کہ ایک نظام پیش کرتی ہے جس کے ذریعہ ایک بچے کا تعلق معاشرے سے متعین ہوتا ہے۔ اسلام نے اس ادارہ کو تسلیم کیا اور اسے ان تمام برائیوں سے پاک کرنے کے بعد انسانی معاشرے کی بنیاد کے طور پر قبول کیا۔

سب سے پہلے، اسلام شادی کو صرف جنسی تعلقات کے بارے میں مطمئن کرنے کے لئے ہی نہیں سمجھتا بلکہ اس بندھن کو وسیع اور مختلف ذمہ داریاں اور فرائض کے ساتھ معاشرتی معاہدے کا تعلق مانتا ہے اللہ کے مطابق، عورت ایک انسان کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں ہے، بلکہ اس کی ایک روحانی اور اخلاقی حیثیت ہے جس پر اللہ کو گواہ بنا کر مقدس عہد کے ذریعے اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ لہذا، یہ صرف عورت کا فرض نہیں کہ وہ مرد کو جنسی تسکین فراہم کرے بلکہ یہ دونوں کا فرض ہے. اس کے علاوہ، دونوں خاندانوں کی زندگی کو بنانے میں اور بالآخر پوری انسانیت میں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر تعاون کرنا چاہئے۔

قرآن کریم نے شادی کے مختلف مقاصد کے بارے میں بہت سی آیات میں اشارہ کیا. یہ بیان کرتا ہے:

﴿وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنۡ خَلَقَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا لِّتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُم مَّوَدَّةٗ وَرَحۡمَةًۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ٢١﴾[1]

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

موضوعِ تحقیق کا تعارف(Introduction of the research topic)

یہ تحقیق مباحثہ ازدواجی زندگی کی مسائل، وجوہات، اثرات اور شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں ان کے حل کے بارے میں ہے۔ شادی کا مقصد صرف مرد اور عورت کے درمیان جسمانی تعلق ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مذہبی، جذباتی اور نفسیاتی تعلق بھی ہے۔ نفسیاتی طور پر مرد عورت سے مختلف ہے۔ جو جان گرے[2](John Gray) اور گرے چیپ مین (Gray Chapman[3]) جیسے علمِ نفسیات کے ماہرین اور دیگر مختلف تحقیقات و سروے سے ثابت ہوا ہے کہ بنیادی طور پر مرد اور عورت مختلف انداز سے سوچتے ہیں، ان کی سماجی ضروریات مختلف ہیں، وہ مختلف طریقے سے سلوک کرنا چاہتے ہیں، اور وہ مختلف انداز میں بات کرتے ہیں۔ یہ اختلافات کشیدگی، حسد، مسائل، اور دیگر نفسیاتی مسائل کا سبب بنتے ہیں۔[4]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو کبھی بھی مارا نہیں۔ آپ کی ازواجِ مطہرات نے آپ کے کردار، رویے اور ازواج سے معاملات کے بارے میں کئی احادیث بیان کی ہیں۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مثبت ہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کے حقوق کو ادا کرنے اور ازدواجی زندگی کے مسائل حل کرنے میں ایک متوازن شخصیت پاتے ہیں۔ شوہر اور بیوی کا تعلق ایک قریبی رشتے کا ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے مثبت اور منفی پہلو کو جانتے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق نہیں لی۔ آپ کو اللہ نے دنیا کے لیے ایک مثال بنایا ہے۔

موضوعِ تحقیق کی اہمیت(Importance of the research topic)

---

[1] سورۃ الروم 21:30

[2] John Gray, Men are Mars, Women are from Venus, Thorsons, 1993, page 14

[3] Gray Chapman, 5 Love Languages: Men’s Edition, year 2010

[4] Men are Mars, women are from Venus, page 10-18

آج خاندانی زندگی دنیا بھر میں خرابی اور علیحدگی کی طرف بڑھ رہی ہے. خاص طور پر ترقی یافتہ ممالک میں اس مسئلے کا شکار ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں طلاق کی شرح فی 1000 افراد 46٪ تھی، برطانیہ میں 42٪، پرتگال میں 71٪، بیلجیم میں 61 فیصد، 58٪ اور ڈنمارک میں 57٪[5]۔ اعداد و شمار کے مطابق، 2012 میں پاکستان میں 13،299 خلع کے مقدمات درج کیے گئے تھے، جو 2013 میں 14،243 2014 میں 16،942، اور 2016 میں وہ 18،901 تک بڑھ چکے ہیں [6] جبکہ صرف کراچی میں 2019 میں 11،143 کیسز درج کیے گئے ہیں اور 2020 کے پہلے تین مہینوں میں کراچی ہی میں 3800 کیسز درج کیے گئے ہیں۔[7] یہ المیہ ہے کہ ہمارے ملک میں ازدواجی زندگی کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔

جب معاشرے کا بنیادی یونٹ خراب ہوتا ہے تو یہ پورے سماج کو خراب کرتا ہے۔ایک پریشان خاندانی زندگی معاشرے کے ساتھ ساتھ ملک کی بہتری میں کمی بھی لاتی ہے۔ نسلیں خراب ہو جاتی ہیں۔ معاشرے میں نفسیاتی اور معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں۔ صنعتی ترقی ہی صرف کسی ملک کے ترقی یافتہ ہونے کا نام نہیں۔ جہاں کوئی معاشرہ نہ ہو تو وہاں کوئی قوم بھی نہیں ہوگی۔ ایک عورت اور مرد ایک دوسرے کے ساتھ ایک گھر میں تو رہ رہے ہونگے لیکن وہاں خاندانی زندگی نہیں ہوگی ۔معاشرہ ایک گھر کی خوشیوں سے محروم رہے گا۔ لوگ اپنی خوشیاں غیر فطری اور غیر اسلامی طریقوں میں ڈھونڈ تو لیں گے لیکن ملک کا مستقبل خوفناک ہوگا اور آخر کار نئی آنے والی نسل ایک مہذب معاشرہ پر قائم نہیں رہے گی۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ (Basic Problem of the research topic)

اس مطالعہ میں اس بات کی تحقیق کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ناکام اور ناخوشگواری میں مبتلا ازدواجی زندگی کے کیا عوامل ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں کامیاب اور خوش طبعی زندگی کے بنیادی اصول کیا ہیں۔

اہداف و مقاصد تحقیق (Targets& objectives of the research)

اس تحقیق کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

1. ازدواجی زندگی کے متعدد مسائل کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنا۔

---

[5] https://en.wikipedia.org/wiki/Divorce_demography
[6] https://nation.com.pk/26-Jun-2016/number-of-khula-cases-on-the-rise Accessed: 2/5/2020
[7] https://www.bolnews.com/pakistan/2020/06/divorce-family-dispute-cases-surge-in-karachi/ Accessed:20/11/2020

2. ازدواجی زندگی میں اختلافات کی وجوہات کا جائزہ پیش کرنا۔

3. مثالی ازدواجی زندگی کے لئے راستہ تلاش کرنا۔

4. کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے اسلام کے حقیقی اصول وضوابط کو پیش کرنا۔

مفروضات (Hypotheses)

ازدواجی زندگی کے ذاتی مسائل زوجین کے فطرتی اختلافات کی وجہ سے ہیں

1. ازدواجی زندگی کے بیشتر مسائل اسلامی تعلیمات کے صحیح فہم نہ ہونے کی وجہ سے ہیں
2. خاندانی مسائل کا سب سے اہم سبب مشترکہ خاندانی نظام ہے۔
3. عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ ازدواجی زندگی اور اولاد کی تربیت میں منفی کردار ادا کر رہے ہیں۔
4. عصرِ حاضر میں غیر ضروری رسومات، غلط نظریات اور علم کی کمی ازدواجی زندگی میں نفسیاتی، معاشی اور روحانی مسائل کا سبب ہیں۔

تحدید کار:(Limitation of the Research Topic)

یہ تحقیق مسلم معاشرے میں ازدواجی زندگی کے مسائل تک محدود ہے۔ اس میں تمام متعلقہ مسائل پر بحث کی گئی ہے، ان کی وجوہات، اثرات پر بحث کی گئی ہے اور انکا حل قرآن وسنت اور کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

تحقیقی سوالات:(Research Questions)

اس تحقیق کے سوالات ہیں:

1. عصرِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل کن وجوہات کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں؟
2. معاشرے پر ازدواجی زندگی کے مسائل کے اثرات کس طرح مرتب ہوتے ہیں؟
3. معاشرے کے مسائل ازدواجی زندگی کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟
4. شریعتِ اسلامیہ ازدواجی زندگی کے معاصر مسائل کا احاطہ کن اصولوں پر کرتی ہے؟

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ:(Literature Review)

اس موضوع کے بارے میں اسلام کا خاندانی نظام اور عائلی زندگی کے کردار پر تو تحقیق ملتی ہے لیکن محققین نے شادی شدہ زندگیوں کے مسائل مشکلات، وجوہات، اثرات اور حل پر خصوصاً عصر حاضر کی روشنی میں کام نہیں کیا۔

اس تحقیق سے متعلق کچھ سابقہ کام درج ذیل ہیں:

1. پنجاب یونیورسٹی میں "عصر حاضر میں خاندانی ادارے کا استحکام" کے عنوان پر ایم اے کے درجے پر مقالہ لکھا گیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ثمر فاطمہ اس کی نگران مقالہ تھیں اور نوشین زہرا اس مقالہ نگار۔

2. پنجاب یونیورسٹی میں "برصغیر میں خواتین کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے درجہ پر مقالہ لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمود اختر کی نگرانی میں لبنیٰ رحمت نے یہ پیش کیا ہے۔
3. پنجاب یونیورسٹی میں "اسلام کا خاندانی نظام اور عصری تہذیبی تحدیات" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے درجہ پر مقالہ لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر شبیر احمد منصوری کی نگرانی میں سمیحہ راحیل قاضی نے یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔
4. پنجاب یونیورسٹی میں "عائلی زندگی سے متعلق قواعدِ فقہیہ اور عصر حاضر میں ان کا اطلاق" کے عنوان سے ایم فل کے درجہ پر مقالہ لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر شبیر احمد منصوری کی نگرانی میں گل زادہ نے یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔
5. علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں "مفارقتِ زوجین کے اسباب و اثرات کا تنقیدی جائزہ شریعتِ اسلامیہ کے تناظر میں" کے عنوان سے ایم فل کے درجہ پر مقالہ لکھا گیا ہے

اسلوب تحقیق: (Research Methodology)

اس تحقیق کا طریقہ بیانیہ اور تجزیاتی ہے. مزید سروے کا طریقہ کار سوالنامے اور انٹرویو کی شکل میں استعمال کیا گیا ہے نیز کتب، مقالہ جات اور دیگر تحقیقات سے استفادہ بھی کیا جائے گا۔ ازدواجی زندگی سے متعلق مسائل اور ان کی وجوہات ذکر کرنے کے بعد ان کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور کا حل قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

ابواب بندی/Chapterization

باب اول: ازدواجی زندگی؛ مفہوم، مقاصد اور حقوق

فصل اول: ازدواجی زندگی؛ لغوی و اصطلاحی مفہوم

فصل دوم: ازدواجی زندگی کے مقاصد

فصل سوم: زوجین کے انتخاب کا طریقہ کار

فصل چہارم: زوجین کے حقوق و فرائض

باب دوم: ازدواجی زندگی کے مسائل اور انکی وجوہات

فصل اول: زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل اور انکی وجوہات

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل اور انکی وجوہات

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل اور انکی وجوہات

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل اور انکی وجوہات

باب سوم: ازدواجی زندگی کے مسائل کے اثرات

فصل اول: ازدواجی مسائل کے زوجین کی زندگی پر اثرات

فصل دوم: ازدواجی مسائل کے خاندانی زندگی پر اثرات

فصل سوم: ازدواجی مسائل کے اولاد پر اثرات

فصل چہارم: ازدواجی زندگی کے معاشی مسائل کے اثرات

باب چہارم: ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل؛ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں

فصل اول: زوجین کی زندگی کے مسائل کا حل

فصل دوم: زوجین کے خاندانی زندگی کے مسائل کا حل

فصل سوم: اولاد کے مسائل کا حل

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل کا حل

نتائج

سفارشات

فہارس

خاتمہ:

یہ مقالہ ازدواجی زندگی کے معاصر مسائل کو بیان کرتا ہے جس میں ان کی وجوہات اور اثرات کو پیش کرنے کے بعد شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں حل پیش کیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل میں ذاتی مسائل، خاندانی مسائل، بچوں کے مسائل اور معاشی زندگی کے مسائل ہیں جو بالواسطہ اور بلاواسطہ زوجین کے زندگی پر اثرانداز ہونے کے ساتھ اولاد، خاندان اور معاشرے بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ بنیادی وجوہات میں دین کی اصل تعلیمات سے دوری اور شعور کی کمی ہے۔ اس کے ساتھ معاشرے میں موجود جہالت اور معاشرے کے دیگر مسائل بھی وجوہات میں شامل ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے اسلام کی اصل تعلیمات سے رجوع کرنا ہو گا۔

باب اول

ازدواجی زندگی؛ مفہوم، مقاصد اور حقوق

فصل اول: ازدواجی زندگی؛ لغوی واصطلاحی مفہوم

فصل دوم: ازدواجی زندگی کے مقاصد

فصل سوم: زوجین کے انتخاب کا طریقہ کار

فصل چہارم: زوجین کے حقوق وفرائض

فصل اول:

ازدواجی زندگی؛ لغوی و اصطلاحی مفہوم

باب اول: ازدواجی زندگی؛ مفہوم، مقاصد اور حقوق

فصل اوّل: ازدواجی زندگی؛ لغوی واصطلاحی مفہوم

ازدواجی زندگی بنیادی طور پر نکاح کے مسنون عمل سے منسلک ہے۔اس لیے ازدواجی زندگی کے تعلق کے سمجھنے کے لیے نکاح کو سمجھنا ضروری ہے۔

1) نکاح کا معنی ومفہوم

a) نکاح کے لغوی معنی:

خلیل بن احمد الفراھیدی لکھتے ہیں:

لفظ نکاح باب نَکَحَ یَنْکِحُ (منع، ضرب) سے مصدر ہے اس کے معنی ''جماع کرنا اور شادی کرنا'' مستعمل ہے[8]

ابن منظور لکھتے ہیں:

" نَكَحَ فُلَانٌ ،امرأَة يَنْكِحُها نِكاحاً إِذا تَزوجها. "[9]

"فلاں نے نکاح کیا یعنی کسی عورت سے نکاح کیا اس سے شادی کر کے۔"

عربی اور اردو زبان میں نکاح کا لفظ رائج ہے جبکہ اردو میں نکاح کے مترادف الفاظ شادی، بیاہ بھی رائج ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے marriage کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

نکاح کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

''لغت کے رو سے اس کے معنی ''وطی'' (یعنی مباشرت یا جماع) اور باہم ملنے کے ہیں۔ چنانچہ درخت کی شاخیں جب ایک دوسرے سے مل جائیں اور وہ باہم پیوست ہو جائیں تو کہا جاتا ہے ''تناکحت الاشجار'' (یعنی

---

[8] کتاب العین، خلیل بن احمد الفراھیدی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 2003ء، باب نون، 263/4

[9] لسان العرب، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، دار صادر بیروت، 1414ھ، 625/2

درختوں کا ہجوم ہو گیا یا درخت گڈ مڈ ہو گئے) اور اس کا اطلاق مجاز (مرسل)[10] کے عقد (نکاح) پر ہوتا ہے کیونکہ یہ سبب ہے مباشرت کا۔" [11]

b) نکاح کے شرعی معنی:

ابن قدامہ المقدسی الحمبلی نکاح کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"ھو عقد التزویج، فعند اطلاق لفظہ ینصرف الیہ، مالم یصرفہ عنہ دلیل"[12]

"[نکاح] یہ شادی کے عقد کو کہتے ہیں اور اس لفظ کے مطلق استعمال سے یہی مراد لیا جاتا ہے جب تک کہ کوئی اور قرینہ موجود نہ ہو۔"

عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی نکاح کی شرعی تعریف بیان کرتے ہیں:

"عبارۃ عن ضم وجمع مخصوص وھو الوطء"[13]

"[نکاح کی] عبارت ایک مخصوص قسم کے ملاپ کا نام ہے جسے وط کہتے ہیں۔"

ڈاکٹر وھبۃ الزھیلی نکاح کا معنی اس طرح ذکر کرتے ہیں:

"شرعاً نکاح کا معنی ہے: شادی کرنے کا بندھن باندھنے کے لیے عقد کرنا۔" [14]

شیخ ابو بکر جابر الجزائری نکاح کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"نکاح ایک ایسا عقد و معاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں مرد اور عورت ایک دوسرے پر حلال ہو جاتے ہیں."[15]

نکاح کے شرعی معنی کے بارے میں عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

---

[10] مجازِ مرسل، علمِ بیان کی تیسری شاخ ہے۔ اصطلاح میں یہ وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو۔ مثلاً "الحمد" پڑھنے سے مراد پوری سورۂ فاتحہ ہے۔ بادل برسنے سے مراد بارش ہے، دریا بہنے سے مراد صرف پانی بہنا ہے وغیرہ۔

[11] کتاب الفقہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، علماء اکیڈمی لاہور، 2012، 1/4

[12] المغنی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی، دار عالم الکتب ریاض، 1997ء، 339/9

[13] الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، س ن، 81/3

[14] فقہ الاسلامیۃ وادلتہ، وھبۃ الزحیلی، دار الاشاعت کراچی، 2012ء، 59/9

[15] منہاج المسلم، ابو بکر جابر اجزائری، ترجمہ: مولانا محمد رفیق الاثری، دار السلام ریاض، 1433ء، :612

"دوسرے معنی اصولی ہیں جسے شرعی معنی بھی کہتے ہیں۔اس بارے میں علماء کے تین مختلف اقوال ہیں۔پہلا قول یہ ہے کہ نکاح کے معنی بالکل لغوی معنی کے طرح "مباشرت" کے اور مجازی عقدِ نکاح کے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معنی لغوی سابقہ کے برعکس نکاح کے حقیقی معنی "عقد" کے ہیں اور مجازی معنی "وطی" کے ہیں۔اس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں لفظ زیادہ تر عقد کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ نکاح عقد اور وطی دونوں معنوں میں مشترک ہے۔دراصل اقوال ثلاثہ میں سے یہ قول سب زیادہ قوی ہے۔"[16]

2) نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو فکرِاعتدال اور نظریہ توازن پیش کیا ہے وہ نہایت جامع اور بے نظیر ہے۔اسلام کی نظر میں نکاح محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری جذبات کی تسکین کا نام نہیں ہے۔ انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں بس اسی طرح نکاح بھی انسان کی ایک اہم فطری ضرورت ہے۔اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائزاور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت ہے اور اسلام نے نکاح کو انسانی بقاو تحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے اسلام نے تو نکاح کو احساسِ بندگی اور شعورِ زندگی کے لیے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے

"اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِيْ النِّصْفِ الْبَاقِيْ"[17]

جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کرلیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

نکاح انبیاء کرام کی بھی سنت ہے۔ارشاد ربانی ہے

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا﴾[18]

ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا

---

16 کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، علماء اکیڈمی لاہور، 2012، 4/2-1

17 بیھقی، احمد بن الحسین، شعب الایمان۔ باب: فی تحریم الفروج، فصل: فی الترغیب فی النکاح، جلد ۴، صفحہ: 382-383 حدیث 5486

18 سورۃ الرعد 13:38

اس ارشاد ربانی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحبِ اہل وعیال رہے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہے حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ "[19]

رسولوں کی چار سنتیں ہیں: شرم وحیا کا خیال، مسواک کا اہتمام، عطر کا استعمال اور نکاح کا التزام

نکاح کی اہمیت ان احادیث سے بھی واضح ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"[20]

"اے نوجوانو! جو تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے اسے نکاح کرنا چاہیے اور جو استطاعت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ اس سے شہوت ٹوٹ جائے گی"۔

اسی طرح ایک مرتبہ جب کچھ صحابہ نے عبادات و ریاضت میں یکسوئی و دلچسپی کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوت شہوت کو ختم کر دینے کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور شادی نہ کرنے کو زندگی سے فرار اختیار کرنا قرار دیا۔ اس لیے کہ اسلام زندگی سے فرار کی راہ کو بالکل ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"وَاللهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلهِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ وَلٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ"[21]

"بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی ناراضگی سے بچنے والا ہوں (لیکن میرا حال) یہ ہے کہ میں کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزوں کے رہتا ہوں راتوں میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

انسان کسی قدر آرام طلب واقع ہوا ہے اور فطری طور پر راحت و سکون کا محتاج ہے اور اسی طرح فطری جذبات اور انسانی خواہشات کو پورا کرنے کا مزاج رکھتا ہے۔ راحت و مسرت، سکون و اطمینان اس کی فطرت میں داخل ہیں۔ انسان کو اپنے

---

[19] سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ، باب ماجاء فی فضل تزویج والحث علیہ، مکتبہ بیت السلام، لاہور، فروری 2016، 116/2، حدیث: 1080

[20] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن استطاع، ناشر: مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۱۰، 3-397/4، حدیث: 3398

[21] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 95/5، حدیث: 5063

مقصد تخلیق میں کامیاب ہونے، عبادت میں یکسوئی ودلچسپی پیدا کرنے، بندوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے اور اپنے متضاد جبلی اوصاف کو صحیح رخ پر لانے کے لیے نکاح انسان کے حق میں نہایت مؤثر ذریعہ اور کارآمد طریقہ ہے۔ اللہ نے نکاح میں انسان کے لیے بہت سے دینی ودنیاوی فائدے رکھے ہیں۔ مثلاً معاشرتی، خاندانی، اخلاقی، سماجی، نفسیاتی فائدے غرضیکہ فائدوں اور خوبیوں کا دوسرا نام نکاح ہے۔

انسان کو نکاح کے ذریعہ صرف جنسی سکون ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ قلبی سکون ذہنی اطمینان غرض کہ ہر طرح کا سکون میسر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ "هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا" ﴾[22]

ترجمہ: "وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے۔"

الغرض نکاح بنیادی حیثیت سے انسانوں میں مخالف جنس سے ایک مخصوص تعلق کا نام ہے جو انسانیت کی بقا و تحفظ اور نفسیاتی وجسمانی راحت کے حصول کا ایک جائز طریقہ ہے جو اللہ رب العزت نے انسانوں کے لیے بنایا ہے اور صرف اسی طریقے کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

---

[22] سورۃ الاعراف 189:7

فصل دوم:

ازدواجی زندگی کے مقاصد

فصل دوم: ازدواجی زندگی کے مقاصد

شادی کے مقاصد مختلف پہلوؤں سے ملتے ہیں۔ یہ صرف میاں بیوی کے جنسی تعلق کا نام نہیں بلکہ اگر صحیح معنوں میں یہ ہو تو یہ دین وایمان کی سلامتی اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ انسانی زندگی میں سکون پیدا کرنے کا باعث ہے اور معاشرے پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چند اہم اور بنیادی مقاصد کا ذکر درج ذیل ہے۔

1. دینی مقاصد

دینی تعلیمات کی رو سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ شادی ہر مومن کے لیے ایک دینی ضرورت ہے، اس لیے کہ اول تو شادی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ایک شخص نے جب یہ کہا تھا کہ میں شادی ہی نہیں کروں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

" فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "[23]

"جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں"

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

" اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "[24]

"نکاح میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ "[25]

"اے نوجوانو! جو تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے اسے نکاح کرنا چاہیے اور جو استطاعت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ اس سے شہوت ٹوٹ جائے گی"۔

---

[23] صحیح بخاری، کتاب انکاح، باب الترغیب فی انکاح، ناشر: دارالسلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 95/5، حدیث: 5063

[24] سنن ابن ماجہ، ابواب انکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، دارالسلام ریاض، 1428ھ، 84/3، حدیث: 1846

[25] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب انکاح لمن استطاع، ناشر: مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۱۰، 3-397/4، حدیث: 3398

2. معاشرتی مقاصد

انسان اور انسانی نسل کی حفاظت مقاصد شریعت میں شامل ہیں اور شادی کا ایک بنیادی مقصد انھی کی حفاظت ہے۔ میاں بیوی کے ذاتی تعلقات کا اصل ہدف محض لذت اٹھانا نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آبادکاری اور نئی نسل کو پروان چڑھانا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿ نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٞ لَّكُمۡ فَأۡتُواْ حَرۡثَكُمۡ أَنَّىٰ شِئۡتُمۡۖ وَقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُۗ وَبَشِّرِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾[26]

ترجمہ: " تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنادیجیئے۔"

حصول اولاد کئی طرح سے نیکی اور قربت ہے:

I. نسل انسانی کی بقا کی خاطر اولاد کے حصول کے لیے کوشش کرنا اللہ کی تعلیمات کے مطابق عمل ہے

II. ایسی چیز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت طلب کرنا جس کی کثرت آپ کے لیے باعثِ فخر ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ"[27]

"محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جننے والی عورت کے ساتھ شادی کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت کے ساتھ دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔"

اسی لیے اللہ تعالی نے نسل انسانی کے برقرار رہنے کا ذریعہ شادی کو بنایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ نسل انسانی کو نقصان پہنچانا سب سے بڑا فساد قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[26] سورۃ البقرہ2:223

[27] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء، دار السلام ریاض، 1427ھ، حدیث2/571:2050

﴿ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ ﴾[28]

ترجمہ: "جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔"

3. تربیتی مقاصد

a) پاکدامنی اختیار کرنا۔

اسلام میں شادی کا ایک مقصد اخلاق و کردار کی نگرانی اور نگہبانی بھی ہے، اسی لیے اس میں زنا حرام قرار دیا گیا ہے اور مرد و عورت کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فطری تعلق کو ایک ایسے قانون کے تابع کریں جو معاشرے کو بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں شادی کو لفظ "احصان"[29] سے یاد کیا گیا ہے، جس کے معنی ہے قلعہ بند ہونا۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ' التحصن کا معنی بچنا ہے۔ اس سے الحصن [قلعہ] ہے۔ کیونکہ اس میں حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَلَّمْنَٰهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّنۢ بَأْسِكُمْ ۖ فَهَلْ أَنتُمْ شَٰكِرُونَ[30] 'اور ہم نے سکھا دیا انہیں زرہ بنانے کا ہنر تمہارے فائدے کے لیے تاکہ وہ زرہ بچائے تمہیں تمہاری زد سے۔' اسی سے گھوڑے کے لیے حصان [بکسر الحاء] استعمال ہوتا ہے، کیونکہ گھوڑا بھی اپنے مالک کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔ الحصان [بفتح الحاء] پاک دامن عورت جو اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاتی ہے۔"[31]

گویا مرد و عورت ایک ایسے قلعہ میں بند ہو جاتے ہیں جو ان کے اخلاق و کردار کی حفاظت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ میاں بیوی کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر وہ اپنی فطری خواہشات و ضروریات پوری کریں۔

---

[28] سورۃ البقرۃ 205:2

[29] سورۃ النساء 24:4

[30] سورۃ الانبیاء 80:21

[31] تفسیر الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبیؒ، ضیاء القرآن لاہور، 2012، 134/3

شادی کا مقصد شہوت رانی ہی نہیں بلکہ زنااور ہر طرح کی بدکاری سے بھی بچنا ہے۔ اگر شہوت پوری کرنا پاکدامنی کا سبب ہے تو پاکدامنی صرف نیت اور قصد کے ساتھ حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اگرانسان ہر وقت اپنی شہوت پوری کرنے ہی میں لگا رہے تو اس کے اور جانوروں کے درمیان فرق مٹ جاتا ہے، لہذاانسان کے لیے اس لطف اندوزی کے عمل سے کوئی اعلیٰ اور پاکیزہ مقصد ہونا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ یہ شہوت حلال طریقے سے پوری کی جائے اور اس کا مقصد پاکدامن رہنااور حرام سے بچنا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے، جس میں آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی ہے، واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ایسے مقاصد ذکر کیے ہیں جنہیں حاصل کرنے میں شادی معاون ثابت ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

i. بد نظری سے بچنا

ii. زنااور دیگر بدکاریوں سے شرمگاہ کی حفاظت کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

"إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ، فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ، فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ"[32]

"اگر کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور وہ اس کے دل میں گھر کر جائے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جا کر مجامعت کرے، اس سے اس کے دل میں آنے والا خیال زائل ہو جائے گا"

شادی دل کی طہارت اور تقویت کا ایک سبب ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل کی طرف مائل ہو تو ہوا اپنی بیوی سے مجامعت کرے، اس کا مقصد نفس کی حفاظت اور وسواس کا دفعیہ ہے۔ جسمانی اور روحانی لذت انسان کی تمام جسمانی، روحانی اور ذہنی قوتوں میں اس طرح کار گر ہوتی ہے کہ انسان رضامندی، خوشی اور راحت انگیز احساسات سے سرشار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی طاقت و سرمستی پاکیزہ اور معطر عمل کے ذریعے تحلیل ہوتی ہے، اس طرح میاں بیوی کے درمیان حقیقی محبت اور وفا جنم لیتی ہے۔ جس سے ان کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے، ان کے احساسات کو محبت وچاہت اور اعلیٰ قسم کی ہم آہنگی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

---

32 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب: ندب من رأی امرأة فوقعت في نفسه إلى أن يأتي امرأته أو جاريته فيواقعها، دار السلام ریاض، 1434ھ، 33/3، حدیث: 3409

یہ تعمیری احساسات ہیں، لیکن جو احساسات ناجائز تعلقات کے نتیجے میں انسان پر چھا جاتے ہیں وہ تخریبی احساسات ہوتے ہیں، جو نفسیاتی الجھنیں، اخلاقی پستی، ضمیر کی مردگی اور ذلت ورسوائی جنم دیتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں شادی کی مثال صنعتِ تعمیر کی سی ہے، جس میں دو افراد سے عمارت کی ابتدا ہوتی ہے، جو دیکھتے دیکھتے ایک کنبے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اسلام کی نظر میں صرف شادی ایک ایسا مفید وسیلہ ہے جو امت کو اخلاقی پستی اور افراد کو اجتماعی بگاڑ سے محفوظ رکھ سکتا ہے، کیونکہ اس میں جائز طریقے سے فطری خواہش پوری کرنے کا سامان موجود ہے۔

b) نوعِ انسانی کی نشوونما

شادی کا مقصد صرف انسانی نوع کی حفاظت اور کثرت ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اہم اس کی تربیت، ترقی اور بالیدگی کا اہتمام کرنا ہے، اور یہی وہ جداگانہ ہدف اور مدعا ہے جو انسانوں کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

کیونکہ نسلِ انسانی کی بقا تو صرف افزائشِ نسل اور اولاد جننے سے ہو جاتی ہے جو تمام مخلوقات میں امر مشترک ہے، لیکن اپنی نوع کی ترقی اور بالیدگی کا احساس صرف انسانی نسل کا خاصہ ہے اور اس کی بنیاد اچھی تربیت اور دین ہے۔ ہماری اولاد ہمارے جگر گوشے ہیں، ان کی شخصیت منفرد اور مستقل ہونی چاہیے اور زمانے کے ساتھ ساتھ اس کی جسمانی اور نفسیاتی نشوونما ہونی چاہیے۔ اس لیے اس بات پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ خاندان کا سربراہ اپنی اولاد کی حفاظت اور اس کی صحیح تربیت اور ترقی کے لیے فکرمند ہو، کیونکہ امت کی زندگی ان کی صحت، چستی اور اچھی تربیت پر موقوف ہے۔

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[33]

تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ امیر (حاکم) ہے، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے۔ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

فرد کو معاشرے کا صحت مند رکن تیار کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ اسے اپنے حقوق و فرائض کا احساس ہو، یہی نہیں کہ وہ ہمیشہ مطالبات ہی پر زور دے بلکہ اسے دوسروں کے لیے خرچ کرنے اور ان کا احساس کرنے کا سبق بھی سکھانا چاہیے، تاکہ وہ زندگی میں آنے والی مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ یہ ہے وہ تربیت اور ترقی جس

---

[33] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لزوجک علیک حق، دار السلام ریاض، 1434، 178/5، حدیث: 5200

کے متعلق والدین سے امید ہوتی ہے کہ وہ اس نہج پر اپنی اولاد کی تربیت، ترقی اور بالیدگی کے لیے کام کریں، تاکہ وہ مستقبل کا اثاثہ ثابت ہوں

4. نفسیاتی مقاصد

نفسیاتی سکون و قرار ازدواجی تعلقات کا بنیادی اور جوہری ہدف ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[34]

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اس آیت میں قرآن ازدواجی زندگی کو جذباتی زندگی کے لیے سکون کا نام دیتا ہے۔ نیک بیوی خاوند کے لیے ایک پناہ گاہ ہوتی ہے جہاں وہ سارے دن کی تھکاوٹ اور رزق کی تلاش کی محنت کے بعد بالآخر کچھ سکون کے لمحات اس کے ساتھ گزارنے آتا ہے اور بیوی کی مسکراہٹ اور پرجوش استقبال اس کے دن بھر کی تھکاوٹ کو لمحوں میں دور کر دیتی ہے۔ ان کے آپس کی محبت اور تعلق ان دونوں کو عبادات کے لیے دوبارہ سے تیار کر دیتی ہیں۔ دورِ حاضر میں ہر طرف پھیلے شر اور فتنہ و فساد میں اپنے ایمان کی حفاظت کرنے والے جب اپنے جیون ساتھی کے ساتھ وقت گزار لیتے ہیں تو ان کے لیے اپنے جذبات پر قابو پانا اور ایمان کو محفوظ رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس طرح بیوی شوہر کے لیے سکون ہے ویسے ہی شوہر بھی بیوی کے لیے سکوں کا باعث ہے۔ بیوی کو بھی شوہر کی توجہ، محبت، چاہت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیقتاً شادی نفسیاتی سکون اور وجدانی راز ہے، جس کی وجہ سے انسان کو خلوت و جلوت کا ایک ایسا بے تکلف ساتھی میسر آ جاتا ہے جس کی صحبت سے وہ راحت، سکون اور قرار کا لطف اٹھاتا ہے۔

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَٱلْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟

[34] سورۃ الروم 21:30

ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيۡلِۚ وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمۡ عَٰكِفُونَ فِي ٱلۡمَسَٰجِدِۗ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَقۡرَبُوهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾[35]

ترجمہ: "روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے در گزر فرما لیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں۔"

در حقیقت ایک مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا یہ عقد اپنے اندر بہت سے مقاصد رکھتا ہے۔ اس میں دینی مقاصد بھی ہیں۔ خصوصاً اس نکاح کے عمل کو سنت کا درجہ دیا گیا ہے اور جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں ان کو تاکیداً ترغیب دی گئی ہے کہ اس سنت کو پورا کریں۔ دوسری جانب نکاح کے معاشرتی مقاصد بھی ہیں جو معاشرے کی بہتری اور استحکام کے لیے ہیں۔ معاشرے میں حیاء و پاکدامنی کا نظام قائم کرنے اور زنا کی روک تھام کا بہترین ذریعہ نکاح ہے۔ اس کے ساتھ نسل انسانی کی بقاء اس کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ جہاں تک نفسیاتی پہلو کا تعلق ہے تو اللہ نے انسان کے اندر محبت کا جذبہ اور شریک حیات کی طلب رکھی ہے۔ ان ضروریات کو حقیقتاً نکاح ہی پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سنت کو تسکینِ قلب کا بھی ذریعہ بنایا ہے۔

[35] سورۃ البقرۃ 187:2

فصل سوم:

زوجین کے انتخاب کا طریقہ کار

فصلِ سوم: زوجین کے انتخاب کا طریقہ

اسلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شریک حیات کے انتخاب کے وقت دینداری اور تقویٰ کو ترجیح دی جائے تاکہ شادی کے بعد شروع ہونے والی نئی زندگی کی ابتداء بھی اسلام پر ہو اور انجام بھی ایمان پر ہو۔

دراصل شادی ایک گہرا قلبی رشتہ ہے جس کے ذریعے میاں بیوی ایک دوسرے پر بہت سے اخلاقی و تمدنی اثرات مرتب کرتے ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ شریکِ حیات نیک اور صالح ہوگا تو اس کے اثرات و نتائج بھی مثبت ہونگے۔اس کے برعکس شریکِ حیات اگر دین سے دور، اخلاق سے عاری، تقویٰ و خوفِ خدا سے دور ہوگا تو اس کے اثرات ان کی اپنی ذاتی زندگی کے ساتھ نئی نسل اور معاشرے پر بھی پڑے گی۔اس لیے ترجیح دینداری کو دی جائے گی۔

بعض احادیث میں یہاں تک ہے کہ

" إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ "[36]

"جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اسے رشتہ دے دو لیکن اگر تم ایسا نہیں کروگے تو پھر فساد پیدا ہوگا"

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ"[37]

"عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال و دولت، حسب و نسب، جمال و کمال (خوبصورتی) اور دین داری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو."

اگر شریکِ حیات (خاوند ہو یا بیوی) دینداری کے ساتھ دیگر خوبیوں (خوبصورتی، مالداری، حسب ونسب وغیرہ) سے بھی متصف ہو تو یہ انسان کی خوش قسمتی ہے لیکن اگر ظاہری حسن تو بھرپور ہو مگر نیکی و تقویٰ کا نام ونشان بھی نہ ہو تو ایسا شریک حیات نہ صرف اخروی اعتبار سے بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی وبال جان بن جاتا ہے اور اگر مال و دولت، خوبصورتی اور خاندانی شرف و وجاہت نام کی کوئی چیز نہ ہو مگر دینداری، نیکی اور تقویٰ خود بخود ظاہر ہوتا ہو تو ایسا شریک حیات یا رفیقہ حیات نہ صرف اخروی

---

[36] سنن ترمذی، باب ماجاء اذاجاءکم من ترضون دینہ فزوجوہ، مکتبہ بیت السلام، لاہور، فروری 2016، 119/2، حدیث: 1084

[37] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ناشر: دار السلام، 1433ھ 110/5، حدیث: 5090

اعتبار سے انسان کے لیے فائدہ ثابت ہوتی ہے بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی انسان کے لیے راحت وسکون اور امن امان کا باعث بنتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی ودینداری کو ترجیحی حیثیت عطافرمائی۔ایک حدیث میں ہے کہ :

" مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ الْمَرْأَةُ السُّوءُ وَالْمَسْكَنُ السُّوءُ وَالْمَرْكَبُ السُّوءُ۔"[38]

"تین چیزیں ابن آدم کی سعادت مندی کی علامت ہیں اور تین چیزیں اس کی بد نصیبی کی علامت ہیں،ابن آدم کی خوش نصیبی تو یہ ہے کہ اسے نیک بیوی ملے،اچھی رہائش ملے اور عمدہ سواری ملے جبکہ اس کی بد نصیبی یہ ہے کہ اسے بری بیوی ملے، بری رہائش ملے اور بری سواری ملے۔"

رشتہ کے انتخاب کے وقت اسلام دینداری کے بعد دیگر درج ذیل خوبیوں کو بھی مد نظر رکھنے کی تعلیم دیتا ہے

1. بیوی باکرہ ہو:

کنواری عورت سے نکاح کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا، وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ "[39]

"کنواری عورت سے نکاح کیا کرو کیونکہ وہ شیریں گفتار ہوتی ہیں،زیادہ بچے جنتی ہیں اور تھوڑی چیز پر بھی جلد راضی ہو جاتی ہیں۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ

"أَتَزَوَّجْتَ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ"

جابر! تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ سے کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کنواری سے کیوں نہ شادی کی؟ کہ وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے!"[40]

---

[38] أحمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، مکتبہ رحمانیہ،، س۔ن، 590/1 حدیث: 1445

[39] سنن ابن ماجہ، کتاب ابواب النکاح، باب تزویج الابکار دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 97/3، حدیث: 1861

[40] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب تستحد المغیبۃ وتمتشط الشعثۃ، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 203/5 حدیث 5247

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری عورت سے نکاح کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ وہ کم عمر بھی ہو گی اور زوجین کے درمیان کا یہ رشتہ پر لطف بھی ہو گا جس میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار زندگی گزاریں۔

2. بیوی زیادہ بچے جننے والی ہو

نکاح کا ایک بنیادی مقصد نسل انسانی کی بقا اور امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ"[41]

"خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے روزِ قیامت دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

نکاح کے نتیجے میں آنے والی نسل امتِ مسلمہ کا حصہ بنتی جائے گی اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث فخر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد زیادہ ہو۔

3. خوب سیرت کے ساتھ خوبصورت بھی ہو

اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں ان میں انسانوں کی خواہشات کا خیال رکھا ہے۔ عورت کا حسن مرد کے لیے تسکین کا باعث ہے۔ انسان کو اجازت ہے کہ وہ اپنی پسند سے اپنا شریک حیات چنے۔ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ﴾[42]

ترجمہ: ”اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو، دو دو، تین تین، چار چار سے۔“

انسان فطری طور پر خوبصورتی کو پسند کرتا ہے حتیٰ کہ خود خالق کائنات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْجَمَالَ"[43]

" بیشک اللہ تعالیٰ جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے۔"

---

41 صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، ذکر العلۃ التی من اجلھا نھی عن التبتل، شبیر برادرز اردو بازار لاہور مئی 2014، 103/5، حدیث: 4028

42 سورۃ النسآء 3:4

43 سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر، مکتبہ بیت السلام، لاہور، فروری 2016، 94/3، حدیث: 1999

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ ،وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ،وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ"[44]

"سب سے بہترین وہ عورت ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے، جب وہ اسے کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اس کے مال اور جان کے حوالے سے اس کا شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں وہ اپنے شوہر کی مخالفت نہ کرے۔"

عورت کو حسن اختیار کرنے کا حکم بھی ہے اور اس کی فطرت میں بھی ہے۔ بس بتادیا گیا ہے کہ وہ اپنا حسن کو اپنے شوہر کے لیے اختیار کرے۔

شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا

جس عورت سے نکاح مقصود ہو اس کو دیکھ کر فیصلہ کرنا اسلامی تعلیمات میں حدود کے اندر رہ کر جائز رکھا گیا ہے۔
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا :

"انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا"[45]

"اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ یہ تمہارے درمیان محبت قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہوگا۔"

ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایسا ہی کیا اور اس عورت کو دیکھنے کے بعد اس سے شادی کی اور شادی سے قبل اس عورت کو دیکھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں میں بڑی موافقت وہم آہنگی پیدا ہوئی۔[46]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

44 سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، دارالسلام ریاض 1428ھ، 94/3، حدیث: 1857

45 سنن ترمذی: کتاب النکاح، ماجاء فلینظر الی المخطوبۃ، مکتبہ بیت السلام، لاہور، فروری، 2016، 121/2، حدیث: 1087

46 سنن ابن ماجہ، کتاب ابواب النکاح، باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجھا، دارالسلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 100/3، حدیث: 1866

"إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمْ الْمَرْأَةَ فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ". قَالَ: "فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا" [47]

جب تم میں سے کوئی شخص عورت کو منگنی کا پیغام بھیجے تو پھر اسے چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو نکاح کے ارادے کی وجہ سے اس عورت کو دیکھ لے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی اور پھر میں اسے چھپ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا حتی کہ میں نے اس کی وہ چیز (خوبصورتی) دیکھ لی جس کی غرض سے میں شادی کرنا چاہتا تھا چنانچہ پھر میں نے اس سے شادی کر لی۔"

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی پھر میں اسے چھپ کر دیکھنے کی کوشش کیا کرتا تھا حتی کہ میں نے اسے کھجور کے باغ میں دیکھ ہی لیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ صحابی رسول ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

" إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا "[48]

"جب اللہ تعالیٰ کسی مرد کے دل میں کسی عورت سے شادی کا ارادہ پیدا فرما دے تو اس کے لیے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں۔"

ان سب احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے لڑکے کا لڑکی کو دیکھنا یا اس کے برعکس لڑکی کا لڑکے کو دیکھنا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے اور دونوں میاں بیوی بننے والوں کے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہتی۔ اسی طرح بعد کے مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔ بعد میں اگر کسی کو دوسرا پسند نہ آئے تو اس وقت واپسی کا راستہ طلاق یا خلع ہی ہوتا ہے جس کے الگ نقصانات ہیں اور اگر معاشرے کے دباؤ میں وہ بھی اختیار نہ کیا جا سکے تو دونوں کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

---

47 سنن ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المراۃ وھو یرید تزویجھا، سن اشاعت 1427ھ، 594/2، حدیث: 2082

48 سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجھا، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 99/3، حدیث: 1864

فصل چہارم:

زوجین کے حقوق وفرائض

فصل چہارم: زوجین کے حقوق

شریعتِ اسلامیہ نے ازدواجی زندگی کے استحکام اور اس رشتے کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لیے کچھ ایسے قوانین دیے ہیں جن پر عمل کر کہ نہ صرف اس ازدواجی زندگی میں امن و سلامتی آتی ہے بلکہ اس کے اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔ دورِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے بڑھتے مسائل کو اگر حل کرنا ہے تو میاں بیوی کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے۔ معاشرے کو اس کا علم ہو گا تو ہی مسائل کا حل ملے گا۔ لہذا مسلمان جوڑوں پر یہ لازم ہے کہ ازدواجی زندگی شروع کرنے سے پہلے ہی شریعت کے احکامات کو سیکھیں اور یہ جانیں کہ ان دونوں کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ انہیں سے ان کے تعلق کا استحکام اور راحت و سکون وابستہ ہے

شوہر اور بیوی کے حقوق کو تین اقسام میں سمجھا جا سکتا ہے

1) زوجین کے مشترکہ حقوق
2) شوہر کے حقوق
3) بیوی کے حقوق

1) حقوقِ زوجین [مشترکہ]

اس سے مراد وہ تمام حقوق ہیں جو دونوں کے مشترک ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے

a) ازدواجی تعلقات

اسلام کی روشنی میں ایک مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے حرام ہوتے ہیں اور ان کے درمیان کسی بھی قسم کا ازدواجی تعلق ناجائز ہوتا ہے۔ نکاح کے بعد شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کے لیے حلال قرار دیے جاتے ہیں۔ نکاح ان کے درمیاں ازدواجی تعلق کی سند ہے اور یہ واحد ذریعہ ہے جنسی تعلق کی حلت کا سوائے مرد کے لیے لونڈی کا معاملہ کہ وہ نکاح کے بغیر بھی حلال ہے اور یہ اجازت بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾[49]

---

[49] سورۃ البقرۃ 223:2

ترجمہ: " تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجیئے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ - إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ - فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴾[50]

ترجمہ: "اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں۔ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں۔ اب جو کوئی اس کے علاوہ (راہ) ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔"

در حقیقت دیگر ذمہ داریوں کی طرح جنسی تسکین کا حصول شوہر اور بیوی کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ یہ دونوں کی ذمہ داری میں آتا ہے کہ وہ اپنے شریک حیات کو اس معاملے میں حق دیں۔ عورت کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اپنے شوہر کے لیے راحت کا سامان بنے۔

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ"[51]

"جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو وہ اس کے پاس آئے، خواہ وہ تندور پر (روٹیاں پکانے میں مصروف) ہو۔"

عورت کو بغیر شرعی عذر کے مرد سے رکنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں حقیقتاً اس کی اپنی بھلائی ہے کہ اس طرح شوہر کے دل میں اور کسی کا خیال کم سے کم آتا ہے۔ اسی طرح جیسے بیوی شوہر کی ضرورت ہے اور تسکین کا باعث ہے ویسے ہی شوہر بھی اس کے لیے اہم ہے۔ شوہر اگر اپنی مصروفیات کو ترک نہیں کرتا اور بیوی کو وقت نہیں دیتا کہ ان کا آپس کا تعلق قائم ہو تو بیوی کی زندگی میں بھی نفسیاتی مسائل پیدا ہونے لگتے ہیں۔

---

[50] سورۃ المعارج 70:29-31

[51] سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المراۃ، مکتبہ بیت السلام، لاہور، فروری 2016، 184/2، حدیث: 1160

b) حسن معاشرت

شوہر اور بیوی کے مشترکہ حقوق میں حسن معاشرت بھی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ دونوں فریقین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو عزت و احترام دیں، اپنے اس رشتے میں پیار اور محبت کی فضا پیدا کریں اور اخلاقیات کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی چاہتوں اور خواہشات کی قدر کریں، گفتگو میں اپنایت اور شائستگی اختیار کریں۔ اس سے گھر میں ایک سکون کا ماحول پیدا ہوگا اور ان کے تعلق میں مضبوطی آئے گی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ اسی کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[52]

ترجمہ: " ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔"

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾[53]

ترجمہ: "اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

بیوی سے حسن سلوک اور حسن معاشرت سے متعلق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنے والے بہترین لوگ ہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ" [54]

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہے۔"

---

[52] سورۃ النساء 19:4

[53] سورۃ البقرۃ 228:2

[54] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، مکتبہ بیت السلام، فروری 2016، 682/4، حدیث: 3895

اسی طرح خاوند کے ساتھ حسن سلوک؛ خاوند کی قدر کرنا، اسے عزت دینا، اس کے لیے راحت کا سامان کرنا اور دیگر امور کا خیال رکھنا سے متعلق بھی نصیحتیں شریعت میں ملتی ہیں:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہترین ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ ،وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ،وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ" [55]

"سب سے بہترین وہ عورت ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب وہ اسے کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اس کے مال اور جان کے حوالے سے اس کا شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں وہ اپنے شوہر کی مخالفت نہ کرے۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔ زوجین اپنے اپنے معاملات بہترین انداز میں نبھائیں۔

c) سسرالی رشتوں کی حرمت

بیوی کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ شوہر کے والدین (اپنے ساس سسر) کو اپنے والدین کے مثل سمجھے اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ چھوڑے، نیز ایک ساتھ رہنے میں عورت کو احوالِ زمانہ کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور کوشش یہی کرنی چاہیے کہ گھر میں انتشار و تفریق کی نوبت نہ آئے، بہت سی چیزیں شرعاً لازم وضروری نہیں ہیں؛ لیکن ان کا کرنا بہر حال ثواب سے خالی نہیں ایسی چیزوں میں عورت کو کچھ تساہل سے کام لینا چاہیے تاکہ گھر کا نظام برقرار رہے، نیز ساس سسر اور شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ ہر ایک کی خدمت کرنے پر بیوی کو مجبور نہ کریں، شوہر کو یہ حق نہیں کہ وہ بیوی کو اپنے والدین یا بھائی بہنوں کے کام پر مجبور کرے۔

علماء کے فتاویٰ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر شوہر کے والدین اس بات کی وجہ سے اپنے بیٹے سے ناراض ہوں کہ وہ اپنی بیوی کو ہمارے کام کے لیے مجبور نہیں کر رہا ہے تو ان کا ناراض ہونا درست نہیں اور نہ ہی شوہر کو اس کی وجہ سے سزا ملے گی، شوہر پر خود اپنے والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت لازم ہے، مگر بیوی پر ساس سسر کی اطاعت لازم نہیں ہے، اس لیے شوہر بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کرنے پر مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے البتہ عورت کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ شوہر کے

---

[55] سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، دارالسلام ریاض 1428ھ، 94/3، حدیث: 1857

والدین کو اپنے والدین کے مثل جانے اور ان کی اطاعت بھی اپنے والدین کی اطاعت کی طرح کرے۔[56] سسرال کی اہمیت اپنی جگہ قائم رہنا ضروری ہے۔ حسن سلوک کے سب سے زیادہ حقدار قریبی رشتہ دار ہیں۔

d) حق وراثت

عقدِ نکاح کے بعد زوجین میں حقِ وراثت قائم ہو جاتا ہے اور ان کی ازدواجی زندگی کے دوران اگر ان میں سے کوئی ایک فریق انتقال کر جائے دوسرا اس کا وارث قرار دیا جائے گا۔ بیوی کی فوتگی کی صورت میں خاوند کی وراثت کی دو صورتیں ہیں۔

i. اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو خاوند کو کل میں سے نصف حصہ ملے گا

ii. اگر بیوی کی اولاد ہو تو خاوند کو کل سے چوتھائی حصہ ملے گا

خاوند کی وفات کی صورت میں بیوی کی وراثت کی بھی دو صورتیں ہیں۔

i. بے اولاد خاوند فوت ہو تو بیوی کو چوتھائی مال ملے گا

ii. صاحب اولاد خاوند کی وفات پر بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ زوجین کی وراثت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴾[57]

---

[56] 300 سوالات برائے میاں بیوی، حافظ عبداللہ سلیم، مکتبہ بیت السلام ریاض، 2014ء، صفحہ: 52

[57] سورۃ النساء 4:12

ترجمہ: "تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔ اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لئے چوتھائی ہے، اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو۔ اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں، اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔"

قرآن وسنت میں وراثت کے مسائل کو تفصیل سے واضح کیا گیا اور اہل علم نے بڑی محنت سے وراثت کی تقسیم کے اصول و قوائد مرتب کیے ہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر ضروری ہے کہ ٹھیک انداز میں وراثت کو تقسیم کیا جائے۔

e) مباشرت کے راز فاش نہ کرنا

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں اور ایک دوسرے کی عزت کے محافظ۔ ان کو اپنے آپس کے تعلق اور اس سے متعلق باتوں کے راز لوگوں کے سامنے فاش کرنے سے بچنا چاہیے۔ ہم بستری کے راز فاش کرنا سنگین جرم ہے۔ اس پر شریعت نے سختی سے پابندی عائد کی ہے۔ اس سے فحاشی اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے۔ مومنین کی صفات میں سے ایک صفت قرآن میں یہ کہی گئی ہے کہ اہل ایمان بے ہودہ، فحش اور گندی گفتگو کرنے سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَٱلَّذِينَ هُمۡ عَنِ ٱللَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ﴾[58]

ترجمہ: "جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔"

دوسرے مقام پر مومنوں کا یہ وصف بیان کیا ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ لَا يَشۡهَدُونَ ٱلزُّورَ وَإِذَا مَرُّواْ بِٱللَّغۡوِ مَرُّواْ كِرَامًا ﴾[59]

ترجمہ: " اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔"

---

[58] سورۃ المؤمنون 3:23

[59] سورۃ الفرقان 72:25

لغویات اور بے ہودہ گوئی نہ اہل ایمان کا شیوہ ہے اور نہ وہ ایسی گفتگو کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نہ ہی وہ ان چیزوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خاص ازدواجی تعلق کے راز افشا کرنا، جماع، مقدمات جماع اور دوران مباشرت ہونے والے افعال واقوال لوگوں کو بیان کرنا حرام وناجائز ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا"[60]

"بلاشبہ روز قیامت اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے بدترین شخص وہ ہے، جو اپنی بیوی سے خلوت اختیار کرتا اور وہ اس سے خلوت نشین ہوتی ہے، پھر وہ اس کا راز افشا کرتا ہے۔"

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں:

"هَذَا الْحَدِيثِ تَحْرِيمُ إِفْشَاءِ الرَّجُلِ مَا يَجْرِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ مِنْ أُمُورِ الِاسْتِمْتَاعِ وَوَصْفِ تَفَاصِيلِ ذَلِكَ وَمَا يَجْرِي مِنَ الْمَرْأَةِ فِيهِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ وَنَحْوِهِ فَأَمَّا مُجَرَّدُ ذِكْرِ الْجِمَاعِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ فَائِدَةٌ وَلَا إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَمَكْرُوهٌ لِأَنَّهُ خِلَافُ الْمُرُوءَةِ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"[61]

"یہ حدیث دلیل ہے کہ خاوند کے اپنے اور بیوی کے درمیاں ہونے والی مباشرت کی گفتگو اور تفاصیل بیان کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بیوی کا بھی ایسے رازوں سے قول و فعل کے ذریعے پردہ اٹھانا حرام ہے۔ پھر بلا ضرورت مجرد جماع کا بیان مکروہ فعل ہے، کیونکہ یہ شخصی وقار کے منافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔"

یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ فحاشی کے ہر راستے کو روکتا ہے۔ خواہ وہ گفتگو کی صورت میں ہی ہو یا اس کا کہیں سے بھی پھیلنے کا امکان ہو۔ میاں بیوی کے آپس کے خاص تعلق کو اتنا پوشیدہ رکھا گیا ہے کہ اس کے متعلق عام گفتگو کو کسی صورت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

2) بیوی پر خاوند کے حقوق

---

60 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم إفشاء سر المرأة، دار السلام ریاض، 1434ھ، 87/3: حدیث: 3542

61 المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، یحیی بن شرف النووي، دار إحیاء التراث العربي- بیروت الطبعة: الثاني، 1392ھ: 8/10

a) خاوند کی اطاعت کرنا

شریعتِ اسلامیہ نے عورت پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اسلامی حدود میں رہتے ہوئے ہر معاملے میں اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی کی مرتکب نہ ہو۔ یہ اس کی گھریلو زندگی میں خوشگواری اور خاوند کا دل جیتنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ فَٱلصَّٰلِحَٰتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٞ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُۚ﴾[62]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس نیک فرمانبردار عورتین خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔"

یہ فضیلت اور اختیارات کی تقسیم در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ اپنے نظام سے بہتر واقف ہے۔

b) گھر میں رہنا اور بلا اجازت باہر نہ نکلنا

عورت کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ بلا ضرورت گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ گلی محلوں میں بلا وجہ کا پھرنا، بازاروں کے چکر لگانے سے بچنا اس پر لازم ہے۔ یہ اس کے شوہر کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے اور گھریلو زندگی کے لیے نقصان دہ ہے۔ اللہ نے عورت کو گھروں میں ٹکے رہنے کا حکم دیا ہے اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ وَأَقِمۡنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعۡنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ﴾[63]

ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

---

[62] سورۃ النسآء 34:4

[63] سورۃ الاحزاب 33:33

"اگرچہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تاہم دوسری عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ یہ حکم لازم ہے اگرچہ کوئی ایسی دلیل وارد نہ ہو جو تمام عورتوں کو خاص کرے۔ یہ حکم کیسے نہ ہو جب کہ شریعت مطاہرہ تمام عورتوں کے لیے اس حکم کو لازم کرتی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور وہ اپنے گھروں سے باہر ہونے سے رکی رہیں، مگر ضرورت کی بناء پر وہ گھر سے باہر جا سکتی ہے۔"[64]

c) ناپسند افراد کو گھر میں داخل نہ ہونے دینا

شریعت نے عورت پر لازم کیا ہے کہ وہ گھر میں ایسے افراد کو آنے نہ دے جن کے آنے سے اس کا شوہر ناراض ہوتا ہو اور ان کی آمد اس کو ناگوار ہو۔ ان کی آمد گھریلو زندگی کو خراب کرتی ہے اور باہمی نفرتوں اور لڑائی جھگڑوں کا باعث بنتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ"[65]

"عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور (نہ یہ جائز ہے کہ) وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں (کسی کو آنے کی) اجازت دے اور وہ اس کے حکم کے بغیر جو خرچ کرے تو اس کا نصف ثواب خاوند کو دیا جائے گا۔"

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں پر خاوند کا یہ حق بیان کیا:

"وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ"[66]

"بیویوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو مگر بے تحاشا مار نہیں۔"

یہ احکامات دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ مرد و زن کے درمیان حقوق و فرائض کی تقسیم سب سے بہترین اللہ ہی کر سکتا ہے

[64] تفسیر الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد، مترجم: پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، اکتوبر 2012، 561/7

[65] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب: لاتاذن المراۃ فی بیت زوجھا لاحد الا باذنہ، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 176/5، حدیث: 5195

[66] سنن ابن ماجہ، کتاب: ابواب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 354/4، حدیث: 3074

d) اپنی عصمت، خاوند کے مال اور اولاد کی محافظ ہو

بیوی پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے عزت و عصمت کی حفاظت کرے۔اس کے جسم تک رسائی صرف اس کے شوہر کو ہو۔اس کے مال کو استعمال کرنے میں اصراف سے بچے اور اس کی حفاظت کرے اور اولاد کی پرورش میں کوتاہی بالکل نہ کرے۔ کس قسم کے بھی حرام تعلقات ایسا حساس پہلو ہے کہ شوہر کے دل میں معمولی سا شک بھی پورے گھر کو ختم کر سکتا ہے۔اس معاملے میں عورت کو بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَٱلصَّٰلِحَٰتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُۚ﴾[67]

ترجمہ: "پس نیک فرمانبردار عورتین خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔"

e) خاوند کی خدمت کرنا

خاوند کی ذمہ داریوں میں اہل خانہ کی خوراک، رہائش، لباس، اور دیگر ضروریاتِ زندگی ہیں جبکہ گھریلو دیگر ذمہ داریاں عورت کو دی گئی ہیں۔ بہت سے دلائل یہ واضح کرتے ہیں کہ درحقیقت گھر کے کام کاج عورت ہی ہمیشہ سے کرتی آئی ہے جس کو ایک تعاون کا بھی نام دیا جاسکتا ہے جو عورت مرد کے ساتھ گھریلو اور ازدواجی زندگی میں کرتی آئی ہے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان کے پاس زمین میں گھوڑے کے سوا مال مویشی، غلام اور کسی قسم کا کوئی مال نہ تھا آپ فرماتی ہیں۔

"تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ، وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنْ الْأَنْصَارِ وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ، فَرْسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلَى رَأْسِي"[68]

زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور ان کے گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، کوئی چیز نہیں تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ انصار کی کچھ لڑکیاں میری روٹی پکا جاتی تھیں۔ یہ بڑی سچی اور باوفا

---

[67] سورۃ النسآء 34:4

[68] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 192/5، حدیث: 5224

عورتیں تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی، اس سے میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھی۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ جہاں مرد پر ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں وہیں ہمارے سامنے صحابیات کی زندگی سے مثال موجود ہے کہ وہ اپنے گھروں کے کام کاج میں اپنے شوہر کے ساتھ کام کرتی تھیں۔ یہ ان کامل کر کام کرنا در حقیقت ایک دوسرے کی مدد بھی ہے اور گھر کے توازن کے لیے بھی ضروری ہے۔

f) احسانات کا شکر ادا کرنا

شریعت نے جہاں مردوں کو اپنے گھر والوں سے بہترین سلوک کرنے کی تلقین کی ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنے شوہروں کی قدر اور ان کے احسانات کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ در حقیقت اس میں عورت ہی کی خیر اور بھلائی ہے کہ وہ اگر اپنے خاوند کی شکر گزار بنے گی تو اس کے سلوک میں اور بہتری آئے گی اور وہ مزید مال اور وقت اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں خوش ہو گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ، قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ" [69]

"مجھے جہنم دکھائی گئی تو نا گہاں وہاں اکثریت عورتیں تھیں، یہ کفر (ناشکری) کرتی ہیں۔" پوچھا گیا کہ "کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خاوند کی ناشکری اور احسان کی ناقدری کرتی ہیں۔ اگر تو ان پر ساری عمر نیکی کرے، پھر یہ تیری طرف سے کوئی کمی دیکھے تو کہے گی: میں نے تجھ سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھی۔"

گھر کے توازن کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی کوشش، محنت اور احسانات کو تسلیم کیا جائے۔ اس حدیث میں عورت کی مثال دی گئی ہے لیکن اس برائی سے مرد و عورت دونوں کو بچنے کی ضرورت ہے۔

g) خاوند کی اجازت سے نفلی روزہ رکھنا

---

69 صحیح بخاری کتاب الایمان، باب کفران العشیر و کفر دون کفر، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 95/1، حدیث: 29

عورت کے لیے شریعت میں حکم ہے کہ اگر اس کو نفلی روزہ رکھنا ہے تو شوہر کی اجازت کے بغیر وہ نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ اگر شوہر کی اجازت نہیں ہو تو اسے اس عمل سے گریز کرنا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ"[70]

"عورت جب خاوند حاضر ہو تو اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔"

اسی موضوع کی ایک اور حدیث جو صحیح مسلم میں آئی ہے کی شرح میں امام نووی اس بات کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ بیوی شوہر کے لیے ہر وقت دستیاب ہو۔[71] بیوی کی طرف بڑھنے کے راستے شوہر کے لیے کھلے رکھے گئے ہیں کہ اس کا رجحان اور عورتوں کی طرف نہ جائے یا تاخیر کی صورت میں زوجین میں دوریاں اور نفرتیں جنم نہ لیں۔

h) بلا اجازت خرچ نہ کرنا

عورت کو کسی قسم کی خرید و فروخت کرنا ہو یا صدقہ کرنا ہے تو اس کو اپنے شوہر سے اجازت لے لینی چاہیے۔ یوں عورت پر عائد حق بھی ادا ہو گا اور باہمی محبت و مودت بھی بڑھے گی اور عدم اجازت کی صورت میں پیدا ہونے والے تناؤ اور باہمی جھگڑے سے بچا جا سکتا ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"لَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الطَّعَامَ، قَالَ: ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَمْوَالِنَا"[72]

"عورت اپنے خاوند کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔" پوچھا گیا: "یا رسول اللہ! کھانا بھی نہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ہمارے اموال میں سے افضل مال ہے۔"

i) بناؤ سنگھار کرنا

---

70 صحیح بخاری، کتاب ا لنکاح، باب صوم المراة باذن زوجھا تطوعا، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 175/5، حدیث: 5192

71 المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج المؤلف: الناشر: دار إحیاء التراث العربي - بیروت، 1392ھ، 115/7

72 سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب: ماللمراۃ من مال زوجھا، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 396/3، حدیث: 2295

مرد کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کی بیوی اس کے لیے زیب وزینت اختیار کرے۔ مرد کو بیوی کی زینت اور بنا سنورنا سکون دیتا ہے اور عورت کی خوبصورتی مرد کو اس کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو نامحرم کے سامنے زیب و زینت ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ اسے جاہلیت قرار دیا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہترین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ"[73]

"(بہترین عورت وہ ہے) جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے، جب وہ حکم دے اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات اور اس کے مال میں جو وہ ناپسند کرتا ہے اس کی مخالفت نہ کرے۔"

j) خاوند کی وفات پر سوگ

خاوند کی وفات پر عورت کے لیے سوگ کرنا درست ہے۔ اگر خاوند کی وفات کے وقت وہ حاملہ ہو تو سوگ کی مدت وضع حمل ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّۚ﴾[74]

ترجمہ: " اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل ہے۔"

اور اگر غیر حاملہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجًا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٍ وَعَشۡرًا ﴾[75]

ترجمہ: "تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس (دن) عدت میں رکھیں۔"

3) خاوند پر بیوی کے حقوق

---

[73] سنن نسائی، ا لنکاح، باب: ایّ النساء خیر، دار العلم ممبئ، اپریل 2012، 139/5، حدیث: 3233

[74] سورۃ الطلاق 4:65

[75] سورۃ البقرۃ 234:2

شوہر کے حقوق کی طرح بیوی کے بھی حقوق شریعت نے وضع کیے ہیں جو شوہر پر ادا کرنا لازم ہے۔ حقوق و فرائض کو وضع کرنے کا مقصد در حقیقت ازدواجی زندگی میں باہمی الفت، تعلقات کی بہتری اور گھر کا سکون مقصود ہے۔ ایک ایسا گھرانا جہاں باہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کیے جاتے ہوں معاشرے میں خیر و برکت کا باعث بنتا ہے۔ اگلی نسل کے لیے وہ ایک درسگاہ کا کردار ادا کرتا ہے۔

a) حق مہر دینا

عورت سے نکاح کرنے کے بعد واجبات میں سے ایک واجب یہ ہے کہ اس کو حقِ مہر ادا کیا جائے۔ اس کی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ دو طرفہ رضامندی سے شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق طے پاتا ہے اور بیوی اس کی مالک ہوتی ہے۔ کسی قسم کے دباؤ سے یہ نہ تو معاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی واپس لیا جا سکتا ہے۔ عورت اس میں آزاد ہے کہ اسے جیسے چاہے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ حق مہر کی فرضیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحۡلَةٗۚ فَإِن طِبۡنَ لَكُمۡ عَن شَيۡءٖ مِّنۡهُ نَفۡسٗا فَكُلُوهُ هَنِيٓـٔٗا مَّرِيٓـٔٗا﴾[76]

ترجمہ: "اور عوتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو، ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھالو۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا ﴾[77]

ترجمہ: "اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں، اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لئے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لئے، اس لئے جن سے تم فائدہ

---

[76] سورۃ النسآء 4:4

[77] سورۃ النسآء 24:4

اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذۡنِ أَهۡلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ﴾[78]

ترجمہ: "اس لئے ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو، اور قاعدہ کے مطابق ان کے مہر ان کو دو۔"

b) رہائش دینا

شادی کے بعد بیوی کی رہائش خاوند کے ذمہ ہے۔ چنانچہ مالی وسعت کے مطابق وہ بیوی کی رہائش کا اہتمام کرنے کا پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أَسۡكِنُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنتُم مِّن وُجۡدِكُمۡ﴾[79]

ترجمہ: " تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان (طلاق والی) عورتوں کو رکھو۔"

جب مطلقہ بیوی کی رہائش ایک خاص مدت تک خاوند کے ذمہ ہے تو زیر نکاح بیوی کی رہائش کی فراہمی بالاولیٰ واجب ہے۔ باقی رہائش کا معیار خاوند کی مالی حیثیت کے مطابق ہوگا۔

c) خوراک اور لباس مہیا کرنا

بیوی اور بچوں کو خوراک اور لباس مہیا کرنا خاوند پر واجب ہے اور اس ذمہ داری میں کوتاہی کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا۔ گھریلو جھگڑوں کی بنیاد میں اکثر یہ معاملہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ شوہر بیوی بچوں کی بنیادی ضروریات پوری نہیں کرتا۔ اہل خانہ کی خوراک اور لباس کی فرضیت کے بارے میں شرعی دلائل درج ذیل ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[78] سورۃ النسآء 25:4

[79] سورۃ الطلاق 6:65

﴿ ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ ﴾[80]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔"

یہ آیت دلیل ہے کہ نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ایک اور آیت میں مزید وضاحت موجود ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَى ٱلۡمَوۡلُودِ لَهُۥ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ إِلَّا وُسۡعَهَاۚ ﴾[81]

ترجمہ: "اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو۔ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بچے کے والد پر ماؤں کو معروف طریقے سے بغیر اسراف اور بخل کے خرچہ دینا اور لباس فراہم کرنا ہے، جیسے ان عورتوں کے درجہ کی عورتوں کو خوراک اور لباس فراہم کرنا دستور و رواج ہے، خاوند کی مالی استعداد، مالی خوش حالی، توسط اور فقر کو دیکھتے ہوئے (خرچ اور لباس مقرر کیا جائے گا)۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ لِيُنفِقۡ ذُو سَعَةٖ مِّن سَعَتِهِۦۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهُۥ فَلۡيُنفِقۡ مِمَّآ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُۚ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا مَآ ءَاتَىٰهَاۚ سَيَجۡعَلُ ٱللَّهُ بَعۡدَ عُسۡرٖ يُسۡرٗا ﴾[82] رحمہ اللہ تعالیٰ[83]

ترجمہ: "کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے (اپنی حسب حیثیت) دے، کسی شخص کو اللہ

---

[80] سورۃ النسآء 34:4

[81] سورۃ البقرۃ 233:2

[82] سورۃ الطلاق 7:65

[83] تفسیر ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2003ء، 336/1

تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے، اللہ تنگی کے بعد آسانی وفراغت بھی کر دے گا۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے حقوق کے متعلق نصیحت فرمائی:

"أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ، وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى، وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ"[84]

"جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، اور جب خود لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اور اس کے چہرے کو بد صورت نہ کہو اور چہرے پر نہ مارو۔"

d) دینی امور کی تعلیم دینا

بیوی کو دینی تعلیم دلوانا اور اسلامی عقائد، عبادات اور معاملات سے روشناس کرانا خاوند کی ذمہ داری ہے اور بحیثیت سرپرست پر یہ حق ہے کہ وہ بیوی کو دینی تعلیمات سے آگاہی کے ساتھ اسے کتاب وسنت کا پابند اور احکام شرعیہ کا عامل بنائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ﴾[85]

ترجمہ: " اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔"

e) لغزشیں معاف کرنا

عورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے کچھ فطری کمزوریاں رکھی ہیں جس کی بنا پر اس کے مزاج میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے مرد کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ عورت کی لغزشوں اور غیر ارادی خطاؤں پر اس سے درگزر کا معاملہ کرتا رہے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

---

84 سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المراہ علی الزوج، دار السلام ریاض، 1427ھ، 87/3، حدیث نمبر: 1850

85 سورۃ التحریم 66:6

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ فَإِن كَرِهۡتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَيَجۡعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيۡرٗا كَثِيرٗا ﴾[86]

ترجمہ: "ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ"[87]

"مومن خاوند مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر وہ اس کی کسی عادت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ کسی دوسری عادت سے خوش ہو جائے گا۔"

f) حق زوجگی ادا کرنا

بیوی کو وقت دینا اور حقِ زوجیت ادا کرنا شوہر پر لازم ہے۔ کسی ضد اور عناد یا کسی ذاتی وجہ سے اسے اس حق سے محروم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس تعلق کی محرومی سے نفرتیں اور تعلقات کی خرابی پیدا ہوتی ہے اور عورت کو غلط راہ پر ڈال سکتی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

"وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا"[88]

"اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔"

g) زینت اختیار کرنا:

جس طرح بیوی کا خاوند کے لیے بننا سنورنا پسندیدہ ہے ویسے ہی خاوند کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے لیے بنے سنورے اور خوبصورتی اختیار کرے۔ اچھا لباس پہنے، صفائی کا انتظام کرے اور عطریات و خوشبو استعمال کرے۔ اس سے بیوی کے دل میں شوہر کے لیے محبت بڑھتی ہے اور باہمی تعلقات میں بہتری آتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

86 سورۃ النسآء 19:4

87 صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء دار السلام ریاض، 1434ھ، 1469:130/3

88 صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لزوجک علیک حق، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 179/5، حدیث: 5199

﴿وَلَهُنَّ مِثۡلُ ٱلَّذِي عَلَيۡهِنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ﴾[89]

ترجمہ: " اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔۔"

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انی احب ان اتزین للمراۃ،کما احب ان تتزین لی المراۃ، لان اللہ تعالی یقول: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[90]

" بے شک میں پسند کرتا ہوں کہ میں بیوی کے لیے ایسے خوبصورتی اختیار کروں جیسے مجھے یہ پسند ہے کہ وہ میرے لیے بنے سنورے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور معروف کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے ان کے اوپر حق ہے"

h) حسن ظن رکھنا

شریعت خاوند کو تلقین کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بارے میں حسن ظن رکھے،اس کی زندگی کے مخفی معاملات کے متعلق ٹوہ میں نہ رہے اور خلوت کے رازوں سے پردہ ہٹانے کی خاطر اس کی جاسوسی نہ کرے اور نہ کسی کو اس معاملہ میں شامل کرے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ﴾[91]

ترجمہ: " اے ایمان والو! بہت بد گمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں۔اور بھید نہ ٹٹولا کرو "۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانً" [92]

---

[89] سورۃ البقرۃ 228:2

[90] تفسیر طبری، محمد بن احمد، ترجمہ: مولانا ظہور الباری اعظمی، ضیاء القرآن، اکتوبر 2012، 163/2

[91] سورۃ الحجرات 12:49

[92] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن التحاسد والتدابر، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 612/5، حدیث: 6064

بد گمانی سے بچتے رہو کیونکہ بد گمانی کی باتیں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں، لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کے پیچھے نہ پڑو، آپس میں حسد نہ کرو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، بغض نہ رکھو، بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

i) تادیبا سزا دینا

خاوند پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ نرمی اور مثالی سلوک اختیار کرے، اسے اپنی استطاعت کے مطابق سہولیات مہیا کرے اور چھوٹی موٹی دنیاوی لغزشوں سے در گزر کرے۔ اچھے انداز میں سمجھائے اور سکھائے۔ اس سب کے باوجود اہل خانہ کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ کسی دینی و دنیوی غلطی اور کوتاہی پر ان سے سختی کا معاملہ ہو سکتا ہے اور کسی بڑی کوتاہی اور سستی کے معاملہ میں سزا مل سکتی ہے۔

عورت کو تادیباً سزا دینے میں بھی وجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے

i. چوٹ نہ لگے
ii. چہرے پر نہ مارا جائے
iii. جانوروں اور غلاموں کی طرح تشدد نہ کیا جائے

حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ"[93]

"بیویوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو مگر ایسی مار نہیں جس سے سخت چوٹ لگے۔"

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے اوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ"[94]

---

[93] سنن ابن ماجہ، کتاب: ابواب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ، 354/4، حدیث: 3074

[94] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجھا، جلد 2، مکتبہ دار السلام، حدیث: 2142

یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو۔

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ"[95]

"تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہم بستر ہو گا۔"

j) نہ برا بھلا کہے نہ گھر سے نکال

شریعت نے شدید ناراضگی اور غصے کی حالت میں یا عام معمول میں عورت کی شکل و صورت یا دیگر کسی معاملے میں اس کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ اسی طرح جیسی بھی ناراضگی کی بات ہو مرد کو عورت کو گھر سے نکالنے سے منع کیا ہے۔ یہ عورت کے لیے انتہائی بے عزتی کی بات ہے کہ اسے گھر سے نکال دیا جائے اور اس کے والدین کے لیے ایک بہت بڑے سانحے کی مانند ہے۔ اس کے بعد معاملات کو دوبارہ معمول کے مطابق لانا بہت مشکل کام ہے۔

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے اوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبُ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ"[96]

"یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو۔"

الغرض اسلام نے زوجین کے معاشی، معاشرتی، نفسیاتی و دینی ہر اعتبار سے حقوق کا خیال رکھا ہے اور ان کو واضح کیا ہے۔ ان حقوق کی روشنی میں ایک اعتدال پر مبنی زندگی سامنے آتی ہے جس میں ضروریاتِ انسانی پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک خوشگوار گھرانے کا خاکہ ملتا ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو پورے طور پر قبول کیا جائے اور اپنایا جائے۔ عصر حاضر میں مستقبل میں آنے والے مسائل کا حل بھی اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ممکن ہے۔ نئے مسائل کے حل کے لیے اسلام میں اجتہاد کے راستے کھلے رکھے گئے ہیں۔

---

95 صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 181/5، حدیث: 5204

96 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجھا، جلد 2، مکتبہ دار السلام، حدیث: 2142

باب دوم

ازدواجی زندگی کے مسائل اور انکی وجوہات

فصل اول: زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل اور انکی وجوہات

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل اور انکی وجوہات

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل اور انکی وجوہات

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل اور انکی وجوہات

فصل اول:

زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل اور انکی وجوہات

باب دوم: ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کی وجوہات

فصل اول: زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل اور انکی وجوہات

اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کی تخلیق جوڑے کی شکل میں کی ہے اور ان کے درمیان فرق رکھے ہیں۔ دونوں کی جس طرح ذمہ داریاں مختلف ہیں ویسے ہی اگر دیکھا جائے تو ان کی تخلیق میں بھی بعض فرق ایسے ہیں کہ ان کو نہ تو نظرانداز کیا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾[97]

ترجمہ: "وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے۔"

اس آیت میں مرد اور عورت کو جوڑا کہا گیا ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ مرد اور عورت بالکل ایک جیسے نہیں ہاں یہ اگر ایک دوسرے کے ساتھ ہوں تو جوڑا مکمل ہوتا ہے جسے دوسرے الفاظ میں شوہر اور بیوی کہا جاتا ہے۔ ساتھ ہی تسکین کا بھی ذکر ہے کہ ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ان کو تسکین پہنچاتا ہے۔ بس صرف سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کس کو اللہ نے کس انداز میں پیدا کیا ہے اور کیا ذمہ داریاں دی ہیں۔ اگر اس سے ہٹ کر کوئی اور راہ اختیار کی گئی تو یقیناً اختلافات اور فساد جنم لیں گے۔

ازدواجی زندگی کے مسائل میں بعض مسائل ایسے ہیں جو ذاتی نوعیت کے ہیں۔ ان کا تعلق میاں بیوی کی ذات اور آپس کے تعلقات ہیں۔ اس میں ان کی فطرت کا بھی دخل ہے۔ ان مسائل کو نظرانداز کیا جائے تو معاملات تشدد، طلاق اور اس سے بھی آگے قتل وغارت تک پہنچ جاتے ہیں۔ 22فروری، 2019 کی خبر ہے کہ:

"گجرات میں گھریلو جھگڑے کے بعد شوہر نے بیوی اور 3 بچوں کو قتل کر دیا۔ بعد میں ملزم نے خود کو آگ لگا کر خودکشی کر لی۔ پولیس کے مطابق واقعہ نواحی گاؤں چک جانی میں پیش آیا۔ جہاں فیاض نامی شخص نے جھگڑے کے بعد بیوی، دو بیٹیوں اور بیٹے کو ڈنڈے اور چھری کے وار کر کے قتل کر دیا۔"[98]

اس فصل میں چند اہم اور عمومی ذاتی نوعیت کے مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو کہ یہ ہیں

[97] سورۃ الاعراف 189:7

[98] روزنامہ جنگ، 19فروری، 2019

1) دھوکا/ جھوٹ

ازدواجی زندگی میں جھوٹ اور دھوکے کی وجہ سے بے حد مسائل جنم لیتے ہیں۔ بظاہر تو کسی بات کو چھپایا جارہا ہوتا ہے اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہوتا ہے لیکن حقیقتاً بہت سے ایسے مسائل سامنے آتے ہیں کہ ان کو حل کرنا بعض اوقات ناممکن ہوتا ہے۔ رشتہ طے ہوتے وقت سے ہی اس خرابی کا آغاز ہو جاتا ہے جو بعد میں اچھی بھلی ازدواجی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے عیب چھپائے جاتے ہیں جو لڑکے اور لڑکی کی زندگی خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں جیسے کہ کسی کا پہلے سے شادی شدہ ہونا، تعلیم، روزگار، جائیداد وغیرہ کے بارے میں غلط بیانی یا کردار میں ایسے عیب جو مسلسل کسی کی عادت ہوں اور ان کو رشتہ کرتے وقت بیان نہ کیا جائے جیسے کہ نشہ کرنے کی عادت، کوئی بیماری، غلط پیشوں میں ملوث ہونا وغیرہ۔ یہ سب جھوٹ اور دھوکا دہی میں آتا ہے جو ازدواجی زندگی کے ساتھ ساتھ مختلف خاندانوں، اگلی نسلوں حتی کہ معاشرے کو اثر انداز کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾[99]

ترجمہ: "جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ تعالی کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔"

علامہ رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت اس بات کی قوی دلیل ہے، کہ جھوٹ بڑے گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ، اور سنگین فحش ترین جرائم میں سے ایک سنگین جرم ہے۔ وجہ استدلال اس طرح ہے کہ (آیت کریمہ میں) کلمہ (انَّمَا) استعمال کیا گیا ہے، جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے اور معنی یہ ہے، جھوٹ اور بہتان کی جرات، تو صرف وہی کرتا ہے، جس کا آیات الٰہی پر ایمان نہ ہو، اور جو کافر ہو۔ اور یہ انتہائی سنگین وعید ہے۔"[100]

خاندانوں اور معاشروں کا شیرازہ بکھیرنے اور انکے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھانے میں فیس بک کا نمایاں کردار ہے۔ فیس بک استعمال کرنے والے میاں بیوی ایک دوسرے کو وقت دینے کے بجائے بیشتر وقت اس سائٹ پر صرف کرتے ہیں

---

[99] سورۃ النحل 105:16

[100] مفتی عبد الحق حقانی، ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد، اسلامی معاشرتی نظام اور خاندان پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، ایکٹا اسلامیکا: جلد 6، شمارہ 1 جنوری-جون 2018

اور دونوں کو ایک دوسرے سے خیانت کرنے کے لیے بھی فیس بک آسان ذرائع فراہم کرتا ہے۔ بعض میاں بیوی تو ایک دوسرے کے فیس بک اکاؤنٹ کو باقاعدگی سے چیک کرتے ہیں کہ کہیں اس کا ساتھی کا کسی دوسرے کے ساتھ خفیہ یا ناجائز تعلقات تو نہیں ہیں۔ سروے سے معلوم ہوا ہے کہ تقریباً 25 فیصد لوگوں کے موبائل اور سوشل میڈیا کی ہر بات ان کے شریک حیات کے علم میں نہیں۔

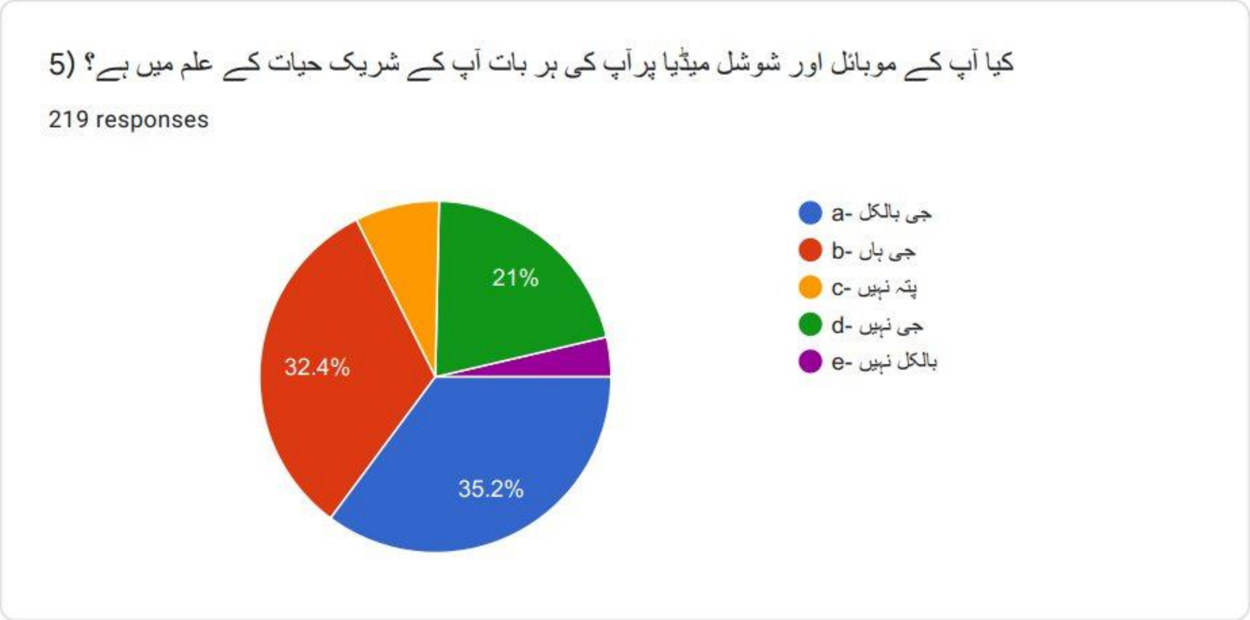

2) فطرتی اختلاف اور اس کی وجوہات

فطرت کا اختلاف ایک مسئلہ بھی ہے، ایک حقیقت بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مختلف مسائل کی وجہ بھی ہے۔ دورِ حاضر میں مختلف مکاتبِ فکر جن میں خصوصاً حقوقِ نسواں سے متعلق تحریکیں اس بات کو برملا کہتی نظر آتی ہیں کہ عورت اور مرد برابر ہیں۔ ان کے مساوی حقوق ہیں، مذہب ان میں تفریق پیدا کرتا ہے وغیرہ۔ اس قسم کے نظریات جو خاص قسم کی سوچ کی بنیاد پر ہیں لاعلمی کی وجہ سے ہیں۔ عورت نے مرد کو اور مرد نے عورت کو اپنے جیسا تصور کر رکھا ہے۔ مرد عورت سے اسی طرح معاملہ کرتا ہے جیسے کہ وہ ایک مرد سے کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا مخالف جنس بھی ویسا ہی سوچتا ہے جیسا میں۔ وہ ویسا ہی سلوک مانگتا ہے کہ جیسا کہ میں۔ اس کی بھی ویسی ہی نفسیات ہے جیسے کہ میری۔ اسی طرح عورت بھی اپنے آپ کو مرد کے جیسا تصور کرنے لگتی ہے۔ یا تو دونوں جنس مخالف کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں یا اپنے اندر ویسی صلاحیتیں تصور کرنے لگتے ہیں جیسے کہ مخالف میں وہ پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جنس کے فرق کو انسان ختم نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اپنے اس فرق پر غور کر کے اللہ کی اس تخلیق کو تسلیم کر لے تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

﴿وَلَيۡسَ ٱلذَّكَرُ كَٱلۡأُنثَىٰۖ﴾[101]

ترجمہ: "اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں۔"

اسلام میں عورت اور مرد میں فرق ایسا نہیں رکھا گیا کہ کسی ایک کو برتر اور دوسرے کو کمزور قرار دیا ہو۔ اگر مرد کو گھر کا سربراہ قرار دیا ہے اور اسے قوام کہا ہے تو دوسری جانب عورت کا ولی خلیفہ وقت ہے جو اس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ گھر کا نظام عورت کے حوالے کیا گیا ہے لیکن اگر گھر کے کام کاج آپس میں مل بیٹھ کر شوہر اور بیوی تقسیم کر لیں تو ہی گھر چلتا ہے کیوں کہ حقیقتاً ان کا آپس کا رشتہ قانونی اور شرعی رشتے سے زیادہ محبت کا رشتہ ہے۔

شوہر اور بیوی کے درمیان کے فطرتی فرق جس میں خصوصاً نفسیاتی فرق نمایاں ہیں ایک مسئلہ ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے گفتگو اور معاملات میں لڑتے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر John Gray[102] جو کہ امریکہ میں ازدواجی زندگی کے مسائل پر کام کر رہے ہیں اپنی کتاب میں مرد اور عورت کو دو مختلف سیاروں سے آئی ہوئی مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں مرد اور عورت کے کچھ نفسیاتی فرق بیان کیے ہیں جو اختلاف کی وجہ بنتے ہیں[103]۔ ان کے مطابق مرد اور عورت میں مندرجہ ذیل فرق ہیں

a) عموماً عورت کو اس کے مسائل کو سننے والا درکار ہوتا ہے جو اس کی بات کو سن لے اور مشورے، حل اور نصیحتیں دے۔ جبکہ مرد کسی بات کو سنتے ہی ساتھ اس کا جواب دیتا ہے۔ مرد کو عموماً مسائل کے حل سے سکون ملتا ہے جبکہ عورت کو اپنی باتیں کسی ہمدرد کو بتانے میں۔

b) مرد اپنی ذہنی تھکاوٹ (Stress) اور اپنی پریشانی دور کرنے کے لیے عموماً کسی سے بات نہ کرنے اور کچھ وقت اکیلا گزارنے کو پسند کرتے ہیں یا کسی خاص باحکمت انسان سے مسائل کا حل دریافت کرتے ہیں جبکہ عورت عموماً کسی دوسرے سے کچھ دیر دن میں گفتگو کر کے اپنے مسائل بیان کرتی ہے جس سے اس کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ عموماً اس کو اپنے مسائل خود حل کرنا آتے ہیں بس مسائل سننے والا درکار ہوتا ہے۔

c) مرد کو تشویق اور قوت عموماً تب ملتی ہے جب ان کو بتایا جائے کہ وہ اہم ہیں۔ ان کی ضرورت کو زبانی کلامی میں بتایا جائے کہ وہ گھر کے چلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں ان کے بغیر گھر نہیں چل سکتا۔ عورت کا معاملہ یہ ہے کہ

---

[101] سورۃ آل عمران 36:3

[102] ڈاکٹر جان گرے ایک امریکی ازدواجی تعلقات کے کانسلر، لیکچرر اور مصنف ہیں۔

[103] John Gray, Men are from Mars, Women are from Venus, Thorsons, London, 1993, Page: 15-28

عورت کو خیال رکھنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کو محبت،احترام اور سمجھنے والے ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے

d) مرد اور عورت مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ یعنی ان کی باتوں کے مختلف معنی ہوتے ہیں۔اندازِ گفتگو اور باتوں کو سمجھنے میں یہ دونوں مختلف المزاج ہیں

e) مرد عموماً زیادہ وقت بیوی کے قریب نہیں رہ سکتے بلکہ ان کو کچھ وقت درکار ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزاریں یا کسی اور کام میں مصروف ہوں جو کہ عورت کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کو اکیلا پن محسوس ہوتا ہے۔

f) عورت کی مزاج میں اتار چڑھاؤ کی کیفیت رہتی ہے۔ وہ کچھ وقت خوش رہنے کے بعد مایوس، اداس اور غمگین محسوس کرنے لگتی ہے جسے مصنف نے لہروں سے تشبیہ دیا ہے۔

g) مرد اور عورت کی جذباتی ضرورتیں مختلف ہیں۔ مصنف کے نزدیک مرد کو بنیادی طور پر تین باتیں زیادہ درکار ہیں؛اعتماد کیا جانا،اس کی بات کو مانا جانااور اس کی کوشش اور محنت کو سراہا جانا۔ عورت کے لیے زیادہ اہم اس کا خیال رکھا جانا،اس کو سمجھا جانااور اس کو احترام دیا جانا پسند ہے۔

h) مرد اور عورت بحث کرنے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مرد بحث کرنے میں عورت کے احساسات کو مجروح کرتے دکھائی دیتے جو کہ ان کے لیے بحیثیتِ مرد کے معمولی باتیں ہوتی ہیں لیکن عورت کی جذباتی ضرورت اس کے احساسات کو سمجھنا ہوتا ہے۔ عورت اختلاف کرتے وقت صاف الفاظ سے بات شروع کرتی ہے جو کہ مرد کے نزدیک بغاوت کا انداز ہے۔

i) عورت کے نزدیک اس کے لیے کیے گئے کام کی قیمت ان کاموں کی تعداد کے برابر ہے جبکہ مرد کے نزدیک کسی کام کے حجم کے برابر۔

j) عورت اپنی مدد کے لیے نہیں پکارتی۔اس کے نزدیک مرد کو خود احساس ہونا چاہیے کہ اس کی مدد کو آئے جبکہ مرد کے نزدیک مدد کے لیے پکارا جانا ہی مدد طلب کرنا ہے۔

یہ سب اختلافات عموماً مرد اور عورت میں پائے جاتے ہیں۔ بعض استثنائی صورتیں ضرور ہیں انسانوں میں لیکن زیادہ تر جو لوگوں سے معاملات کرنے اور ان سے گفتگو کرنے سے مصنف نے اخذ کیا ہے وہ یہی ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس بات سے متفق ہے کہ مرد اور عورت میں نفسیاتی فرق پائے جاتے ہیں۔

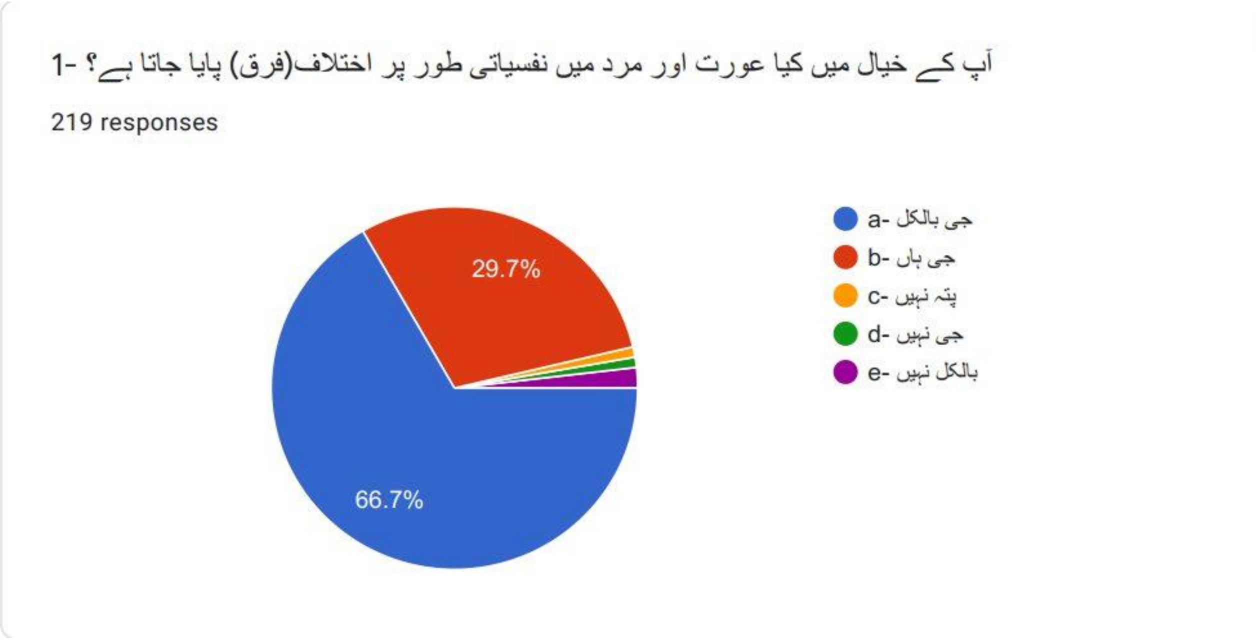

3) اکتاہٹ

بوریت بظاہر کم جانا جاتا ہے لیکن یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔ بوریت کے موضوع پر آج کی دنیا میں تحقیق بھی کی جارہی ہے اور اس کو سنجیدگی سے دیکھا جارہا ہے۔ بوریت کا مسئلہ دفاتر، اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ میں بھی بے حد پایا جانے لگا ہے۔ عصر حاضر میں بوریت نشے کا عادی ہونے کا اہم عنصر ہے[104]۔ خصوصاً ازدواجی زندگی میں بوریت کا مسئلہ بہت دیکھنے کو ملتا ہے۔ انسان ایک ہی طرح کی زندگی سے اکتا جاتا ہے۔ شادی کے شروع کے چند سالوں میں تو چمک دمک لگتی ہے لیکن آہستہ آہستہ انسان تھکتا چلا جاتا ہے۔ مرد حضرات عموماً اپنے کام پر چلے جاتے ہیں اور خواتین گھر پر سارا دن گھر کے کام اور اگر اولاد ہوں تو ان کی دیکھ بھال میں لگی رہتی ہیں۔ ہفتے میں چھ دن ایسے ہی گزرتے ہیں۔ ایک چھٹی کا دن آتا بھی ہے تو اس میں گھر کے کام ہی سارا وقت لے جاتے ہیں۔ خواتین ہفتے کے چھ دن گھر میں رہ رہ کر ہی بوریت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جب مرد گھر آتے ہیں تو وہ الگ تھکے ہوتے ہیں ان کو بھی آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ روزمرہ کے کام کاج نپٹانے ہوتے ہیں۔ ایسے میں نہ ان دونوں کو صحیح سے وقت ملتا ہے کہ کچھ گفتگو کریں، کہیں سیر و تفریح کے لیے نکلیں، روزمرہ کے معمولات سے ہٹ کر کچھ کریں۔ اگر کچھ وقت شام اور رات کا مل بیٹھ کر بات کرنے کا تھا بھی تو وہ آج کے جدید مسائل کی وجہ سے نہیں بچتا۔ مشترکہ خاندانی نظام میں تو سب کو ساتھ لے کر چلنے میں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور شوہر اور بیوی کا آمنا سامنا سب کے سونے کے بعد ہوتا ہے جو جھگڑوں میں گزر جاتا ہے یا اگر علیحدہ نظامِ زندگی ہو بھی تو میاں بیوی سوشل میڈیا پر مصروف رہتے ہیں اور بچوں کو جدید آلات کے سامنے بٹھا

104 Johnston, L. D., & O'Malley, P. M. (1986). Why do the nation's students use drugs and alcohol: Knowles, R. (1986). Human development and human possibility. Lanham: University Press of America.

دیتے ہیں جبکہ وہ وقت مل بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے کا ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں بوریت کا سبب بنتی ہیں۔ بوریت کی بعض دیگر وجوہات بھی ہیں ازدواجی زندگی میں جیسے عورتوں کا گھر میں مرد کے بغیر وقت گزارنا، شوہر کی بلاوجہ کی مصروفیات، کام کاج کی وجہ سے شوہر کا دوسرے شہر یا ملک جانا، عورت کو بالکل ہی گھر میں بٹھائے رکھنا اور کسی قسم کی سماجی مصروفیت کا نہ ہونا۔ اردو فیملی نام کی ایک ویب سائٹ پر[105] ایک سچی کہانی میں ایسے ہی ایک جوڑے کا ذکر ہے جن کی ازدواجی زندگی میں اکتاہٹ اور بوریت پیدا ہونے لگی۔ بیوی تو بچوں کے ساتھ مصروف ہو گئی جبکہ شوہر اپنے کاروبار اور پھر غیر اخلاقی امور میں ملوث ہو گیا جس کے بعد گھریلو تشدد کے واقعات بھی سامنے آئے اور بات خلع تک جا پہنچی۔ ایسے کئی واقعات اخبارات میں موجود ہیں اور ماہرینِ نفسیات ذکر کرتے ہیں[106] کہ ان کے پاس لوگ آتے ہیں تو یہی شکایت کرتے ہیں کہ اب ہماری ازدواجی زندگی میں پہلے کی سی رنگت نہیں رہی۔

4) پرانے گہرے مسائل

ازدواجی زندگی میں پرانے مسائل کہیں نہ کہیں بار بار زندگی میں اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہوتے ہیں جو یا تو حل نہ کیے گئے ہوں یا ایک فریق کے دل میں رہ گئے ہوں اور دوسرے نے اسے محفوظ کر رکھا ہو یا بعض دفعہ غلط انداز سے حل کیے گئے ہوں۔ Tim اور Joy Down[107] اپنی کتاب میں بتاتے ہیں کہ ازدواجی زندگی میں اختلافات کے چار مراحل ہیں

i. پہلے مرحلے میں نئے شادی شدہ جوڑے آپس کے اختلافات کو نظرانداز کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر چھوڑتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس پر گفتگو بھی نہیں کرتے۔
ii. دوسرے مرحلے میں شوہر اور بیوی چھوٹی چھوٹی باتیں نظرانداز کر کر کے تھک چکے ہوتے ہیں اور پھر باہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات طلب کرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مظلوم تصور کرنے لگتے ہیں
iii. تیسرے مرحلے پر بہر حال سمجھوتہ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں گزرتا ہے لیکن ان کے اندر کے احساسات اور خیالات منفی ہو چکے ہوتے ہے اور ایک دوسرے سے تھک چکے ہوتے ہیں۔ اس مرحلے میں ان کی ذہنی پریشانیاں، حالات کا دباو، ذمہ داریاں اور حالات کا اتار چڑھاؤ بہت بڑھ چکا ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے مسائل نہ حل ہونے والے مرحلوں میں ہوتے ہیں۔

---

[105] https://www.urdufamily.com/detail/156227/ghar-totne-na-paye, visit date: 28/4/2019, Time: 10:00 pm

[106] http://www.foryourmarriage.org/when-your-marriage-hits-the-boredom-rut/ visit date: 28/4/2019, Time: 10:00 pm

[107] Tim اور Joy Down امریکہ میں ۱۹۸۵ سے ازدواجی زندگی کے مسائل پر کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ کتابیں بھی لکھ چکے ہیں اور کتب بھی لکھ چکے ہیں۔

iv. چوتھے مرحلے میں مسائل نہ ختم ہونے والے حالات میں آچکے ہوتے ہیں۔ دونوں اپنی زندگی سے مایوس نظر آتے ہیں اور اکٹھے ان کا رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مرحلے میں ان کو کسی ماہر کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے مسائل حل کر سکے۔[108]

سروے سے معلوم ہوا ہے کہ تقریباً 19 فیصد لوگ ازدواجی زندگی کے مسائل کو نظرانداز کر کے حل کرتے ہیں جبکہ 10 فیصد رزور کا مسئلہ سمجھ کر سمجھوتا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ مایوس ہو کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ سب رویے اندر ہی اندر مسائل اور اختلافات کو گہرا کرتے جاتے ہیں جو کچھ وقت گزرنے کے بعد چوتھے مرحلے تک پہنچنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

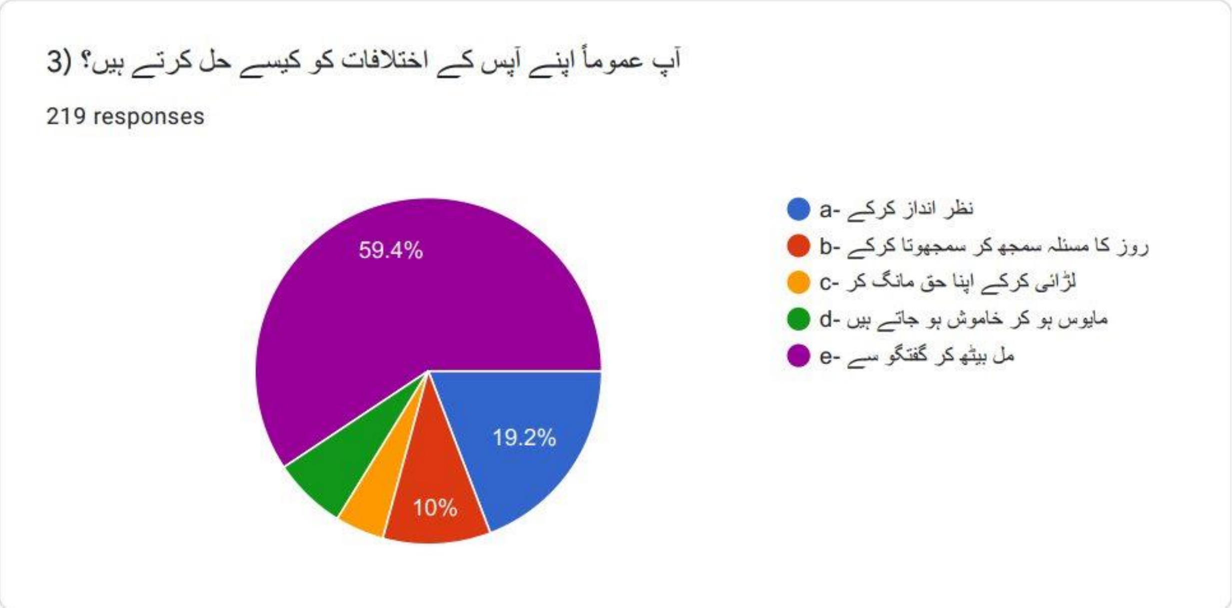

5) ایک دوسرے کو وقت نہ دینا

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ وقت نہ گزرنا دورِ حاضر میں زیادہ ہو گیا ہے۔ شوہر کے پاس وقت کی قلت کے باعث موقع نہیں ہوتا کہ اپنی بیوی کے ساتھ کچھ وقت گزارے۔ دونوں مل بیٹھ کر اپنے دل کا حال سنائیں ساتھ ہی ساتھ اب تو بیوی بھی مختلف امورِ زندگی میں مصروف نظر آتی ہے۔ اس میں برقی آلات نے بھی نقصان دیا ہے۔ انسان ان برقی آلات میں اتنا مگن ہوتا جا رہا ہے کہ اب اس کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ ایک ایک دن میں کئی کئی گھنٹے سوشل میڈیا لے لیتا ہے۔ پہلے پھر بھی لوگوں سے بس سلام دعا تک رابطے ہوا کرتے تھے۔ اب تو دو دن کسی کا جواب نہ آئے تو پریشانی ہونے لگتی ہے جبکہ میاں بیوی کا تعلق کمزور سے کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ جو وقت بیوی کو دینا چاہیے وہ موبائل اور دیگر آلات میں گزر رہے ہیں۔ American Academy of Matrimonial Lawyers کی ایک تحقیق جو کہ فروری 2010 میں کی گئی، کے

---

[108] Tim and Joy Downs, The Seven Conflicts: Resolving the Most Common Disagreements in Marriage, Melody Publishers, Chicago, 2003: page 23

مطابق سوشل میڈیا اس وقت علیحدگی کے اسباب میں بہت زیادہ پایا جا رہا ہے۔ 81 فیصد اٹارنیز نے کہا کے انہوں نے سوشل میڈیا کے ثبوت میں کثرت دیکھی ہے۔ 66 فیصد ثبوت فیس بک کے پائے گئے ہیں۔[109]

Manning کے مطابق طویل مدتی اور خوشگوار ازدواجی زندگی آٹھ صفات پر منحصر ہے۔

i. محبوب پر انویسٹمنٹ کی جائے (وقت سے، مال سے)
ii. احترام
iii. تعریف
iv. جنسی تعلق
v. گہری دوستی اور تعلق
vi. وفاداری
vii. اختصاص
viii. باہمی مفاہمت

ان میں سے اگر ایک معاملے میں بھی کمی آنے لگ جائے تو شریک حیات (بقول مولف کے Romantic partner) محبت میں کمی محسوس کرنے لگتا ہے اور باہمی تعلق خرابی کی طرف جانے لگتا ہے۔[110]

اسی طرح کئی لوگوں کو ذریعہ معاش کے لیے راتوں کو نوکری کرنی پڑتی ہے جس کے بعد وہ گھر آکر عموماً سارا دن سوئے رہتے ہیں اور دوپہر میں یا شام میں اٹھ کر کچھ وقت گھر کے کاموں کو نپٹا کر پھر نوکری پر چل پڑتے ہیں۔ اس معمول میں شریکِ حیات کچھ وقت تو گزار لیتی ہے لیکن بہر حال اس کے اندر ایک الجھن سی پیدا ہوتی جاتی ہے جو بالآخر کہیں نہ کہیں جھگڑے اور دوری کا باعث بنتی ہے۔ نہ تو دونوں ٹھیک سے ایک دوسرے سے گفتگو کر پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی خاص سیر و تفریح کا موقع مل پاتا ہے۔

---

109 American Academy of Matrimonial Lawyers (AAML). (2013). Big surge in social networking evidence says survey of nation’s top divorce lawyers. http://aaml.org/about-the-academy/press/press-releases/e-discovery/big-surge-social-networking-evidence-says-survey- Accessed 03.05.19

110 Manning, J. C. (2006). The impact of internet pornography on marriage and the family: A review of the research. Sexual Addiction & Compulsivity, 13, 131–165

بعض ایسے بھی واقعات ہیں جن میں شوہر ملک سے باہر ہوتا ہے اور سال میں چند دنوں کے لیے چھٹی پر اپنے ملک آتا ہے اور ایک یا دو مہینہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزار کر پھر لوٹ جاتا ہے۔ان حالات میں بیوی کے ساتھ وقت بھی نہیں گزر پاتا اور اس پر گھر کا بوجھ بھی بڑھتا جاتا ہے۔اگر اولاد بھی ہو تو ان کے مسائل بھی بیوی کو یا اور لوگوں کو حل کرنے پڑتے ہیں۔دوسری طرف شوہر دوسرے ملک میں رہ کر الگ پریشان رہتا ہے۔ماحول کی وجہ سے بعض دفعہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے یا اس ملک میں قیام کے لیے شادی کے راستے پر چل نکلتا ہے جس کہ اثرات اس کے گھر اور خاندان دونوں پر پڑتے ہیں۔

علی عبدالعال الطھطاوی[111] نے لکھا ہے:

> "بعض شوہر بیوی کو چھوڑ کر بکثرت سفر کرتے ہیں، اور حقیقت ہے جب شوہر سفر پہ جاتا ہے تو بیوی اپنے معاملے میں حیران و پریشان ہو جاتی ہے، کہ وہ کیا کرے؟ کیسے زندگی گزارے۔ وہ اپنے گھر میں تنگی اور اپنے بچوں سے شرمندگی محسوس کرتی ہے سخت تکلیف اور حزن والم اٹھاتی ہے۔"[112]

ایک خاتون جس نے ایک شخص سے پسند کی شادی کی تھی اور ان کے 2 بچے بھی تھے۔ شوہر بیرون ملک مقیم ہے۔وہ اچانک بیوی کو چھوڑ کر بیرون ملک چلا گیا اور طلاق نامہ بھجوا دیا۔اس دوران دوبارہ اس سے رابطہ بھی نہیں کیا جس وجہ سے خاتون شدید پریشانی کا شکار تھی اور کچھ عرصہ کے بعد گندم میں رکھنے والی گولیاں کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔[113] کچھ ایسے بھی واقعات سامنے آتے ہیں کہ شوہر ابھی خود مختار نہیں ہوا ہوتا اور اس کی شادی ہو جاتی ہے۔اس کے فائدے تو ہیں ہی کہ نوجوانوں کو فتنے سے بچانے کا اچھا طریقہ ہے لیکن ساتھ ساتھ کچھ مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔شوہر عموماً اپنی تعلیم پوری کر رہا ہوتا ہے جس کے منفی اثرات اس کی ازدواجی زندگی پر پڑتے ہیں۔ان کو اپنے والدین کے ساتھ ہی رہنا پڑتا ہے اور اس گھر کے نظام کے مطابق اپنی زندگی کو چلانا پڑتا ہے جس سے بیوی ایک وقت پر آ کر تھک جاتی ہے اور الگ گھر کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس بات کے حق میں نہیں کہ مرد زیادہ پیسوں کے لیے بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسرے ملک جائے جبکہ اپنے ملک میں اس کا گزارہ ہوتا ہے۔

---

[111] علی عبدالعال الطھطاوی ایک عرب مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی ہیں اور جمعیۃ اھل القرآن والسنۃ کے امیر بھی ہیں۔

[112] علی عبدالعال الطھطاوی، دیکھنا کہیں گھر ٹوٹ نہ جائے، مترجم: عبدالسمیع آثم، صفحہ 42، ناشر: المکتبہ الکریمیہ لاہور

[113] https://dailypakistan.com.pk/29-Nov-2015/300159, Accessed: 14/4/2019

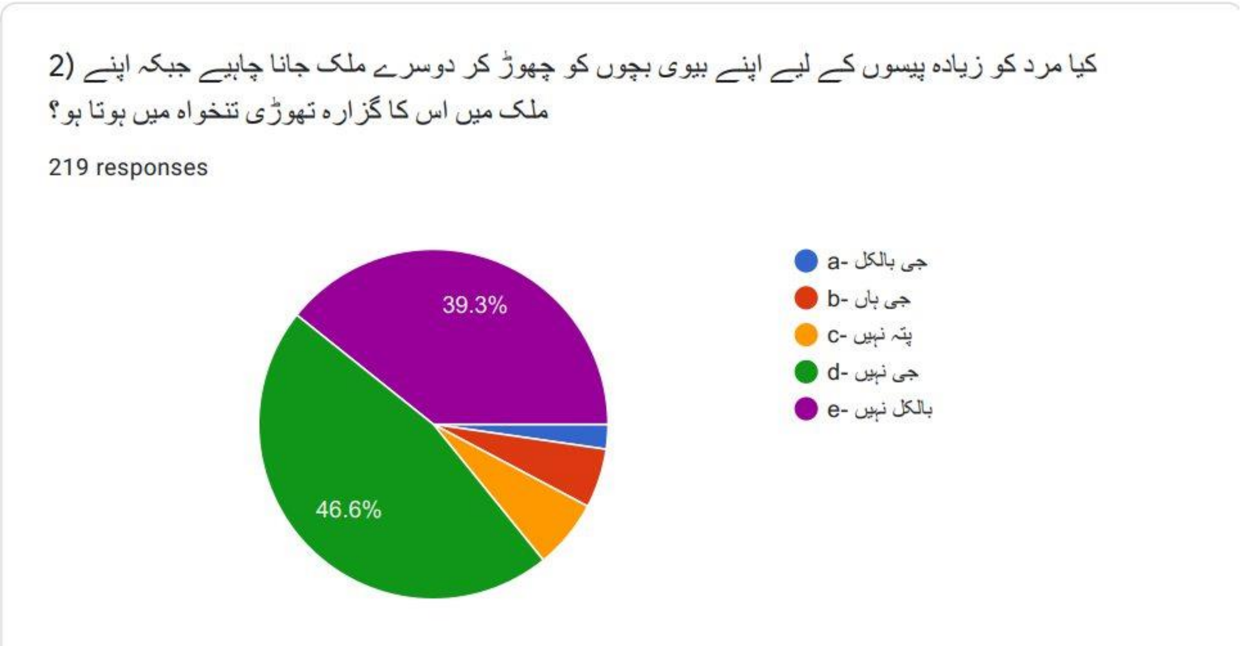

بعض لوگوں نے بلاوجہ کی مصروفیات بھی اپنی زندگی میں ڈال رکھی ہوتی ہیں۔ دنیا کی دوڑ میں ایسے لگ گئے ہوتے ہیں کہ گھر والوں کے ساتھ وقت گزارنا ان کے لیے غیر اہم ہو جاتا ہے۔ کاروبار اور پیشہ ان کا ایسا ہوتا ہے کہ صبح سے رات تک اسی میں زندگی گزرتی ہے۔ وہ تو سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے گھر والے ان کی محنت سے خوش ہیں اور وہ بہت اچھی زندگی گزار رہے ہیں لیکن حقیقتاً ایسے لوگ اپنے ہی گھر والوں سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ بیوی کچھ وقت تو گزار لیتی ہے لیکن بالآخر اپنی مصرفیات ڈھونڈ لیتی ہے۔ بچے اپنی اپنی زندگی میں آہستہ آہستہ جاتے ہیں۔ اس کا احساس شوہر کو عموماً ادھیڑ عمر میں ہوتا ہے۔ جب وہ وقت چاہتے ہیں اور گھر والے مصروف نظر آتے ہیں۔

فاروق رفیق[114] لکھتے:

> "گھر میں بگاڑ اور باہمی تنازعات کا ایک سبب خاوند کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنا، دوست احباب کے ساتھ یارانے، حقیقی و مصنوعی مصروفیات اور دیگر مشاغل میں بے تکی مصروفیات جن کے سبب خاوند گھر سے باہر رہے اور فراغت کے اوقات بھی بیوی بچوں کے بجائے دیگر لوگوں کے ساتھ گزارے۔ اس سے بیوی احساس کمتری کا شکار اور کئی دیگر خیالات پال کر ڈپریشن کا شکار ہو سکتی ہے اور اکیلی عورت سے گھر کے دیگر امور سمیت بچوں کی نگرانی اور تربیت مشکل ہو جاتی ہے۔"[115]

---

[114] فاروق رفیق متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کا تعلق ضلع نارووال سے ہے۔ دیگر کتب میں بنیادی فقہی مسائل سے متعلق کتب شامل ہیں۔

[115] گھریلو زندگی، فاروق رفیق، فصل الخطاب، س ن، صفحہ 178

6) گھریلو تشدد

ازدواجی زندگی کو نقصان پہنچانے میں ایک مسئلہ تشدد کا ہے۔ خصوصاً عورت پر تشدد کے اکثر واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایک اعداد و شمار کے مطابق 2014 میں پاکستان میں خواتین پر ہونے والے تشدد میں 51.56% شوہر کی طرف سے کیا گیا جب کہ والد کی طرف سے ہونے والا تشدد 13.95% اور بھائی کی طرف سے 7.97% ہے۔ان تشدد کے واقعات میں مار پیٹ، تیزاب پھینکنا، زخمی کرنا، قتل، نظر آتش کرنا، سر کے بال کاٹ دینا اور تشدد شامل ہیں۔[116]

پاکستان میں شوہر کی طرف سے کیے گئے تشدد کے کچھ واقعات یہ ہیں

"اسلام آباد (ڈیلی پاکستان آن لائن) ٹیلی ویژن اداکارہ نایاب خان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا اور پمز کے برن کیئر سنٹر (بی سی سی) میں زیر علاج ہیں، انہیں ان کے شوہر نے گھریلو جھگڑے پر آگ لگادی تھی۔ نایاب خان کے جسم کا 40 فیصد حصہ جھلس چکا ہے۔ نایاب خان کا کہنا ہے کہ 19 مئی کی رات ان کے شوہر رشید مغل نے پہلے سگریٹ سلگائی جس کے بعد میرے کپڑوں کو آگ لگادی۔ اداکارہ کو بی سی سی لایا گیا جہاں ڈاکٹرز نے سر توڑ کوششوں کے بعد اس کی زندگی بچالی لیکن اسے اس وقت تک ہسپتال میں ہی داخل رکھا جب تک کہ اس کے زخم ٹھیک نہیں ہو گئے۔"[117]

ایک اور رپورٹ ایک لڑکی کی سامنے آئی جس نے والدین کے کہنے پر شادی تو کرلی اور کینیڈا چلی گئی لیکن وہاں شوہر نے اس پر جو ظلم ڈھائے وہ سارے اس نے اپنی کہانی میں ذکر کیے ہیں اور بالآخر اپنی مدد آپ کے تحت اس نے تعلیم کو بہتر کیا اور کرتے کرتے اس مقام تک پہنچی کہ اپنے حالات ایک Counselor[118] کو بتادیے جس کے بعد وہاں کی پولیس نے اس کے شوہر کو گرفتار کیا اور ان کی طلاق مکمل ہوئی۔[119]

ان تشدد کے واقعات کی وجوہات میں عورتوں کے حقوق کی پامالی اور قوانین کا نہ ہونا بھی ہے۔ بی بی سی کے مطابق خیبر پختون خواہ کی صوبائی اسمبلی میں جماعت اسلامی کی خواتین نے بل پیش بھی کیا جس میں ان کے مطابق شرعی قوانین کے تحت عورت کو تحفظ بھی دیا گیا ہے اور ایک خاص حد تک مرد کو اجازت بھی ہے کہ وہ تادیباً عورت پر سختی کر سکتا ہے لیکن سول سوسائٹی

---

[116] http://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2015/09/Domestic-violence-2014.pdf , Accessed: 14/6/2019

117 https://dailypakistan.com.pk/21-Jun-2018/800405 Accessed: 14/6/2019

[118] یہاں کونسلر سے مراد ازدواجی زندگی کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے ماہر نفسیات ہے۔

[119] https://urdusadpoetrypk.com/2017/12/14/والدین-نے-زبردستی-بیٹی-کی-شادی-کینیڈا-د/ Accessed: 16/6/2019

نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ عورت کے حقوق کے خلاف ہے۔[120] پاکستان میں ان امور میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ملک میں آئے دن اختلاف ہی رہتے ہیں کہ قانون کو شریعہ کی روشنی میں بنایا جائے گا یا انسانی حقوق کے تحت۔ اسلامی نظریاتی کونسل کسی بل کو شریعہ کے مطابق کہہ بھی دے یا کسی بل پر اعتراض کر بھی دے تو پارلیمنٹ میں اس کی بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ حقوق نسواں کے نام پر کئی قوانین بنائے جا چکے ہیں جن کی اسلامی نظریاتی کونسل کی تردید کے باوجود اس کو قانون کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس بل کی مثال بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ اسی طرح حکومت اور نظام کی نااہلی بھی تشدد کی وجہ ہے یا عورت کی بلا ضرورت کی آزادی دے کر گھروں میں فساد کا باعث ہے۔ خیبر پختون خواہ ہی میں ویمن کرائسز سینٹرز جن کی تعداد صرف چار تھی، فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے بند کر دیے گئے جبکہ یہ انسانی بنیادی حقوق کا حصہ ہے کہ ان کو تحفظ فراہم کیا جائے۔[121] گھریلو تشدد کے واقعات کم علمی اور دین سے دوری کے باعث بڑتے جاتے ہیں۔

7) عمر کا فرق

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کی عمر اور ان کے درمیان فرق کا بہت مسئلہ ہے۔ بعض بچیوں کے شادی ایسی عمر میں کر دی جاتی ہے جس میں ان کو ازدواجی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔ رضوان اللہ پشاوری[122] اپنے کالم میں لکھتے ہیں:

> "میں چھوٹا تھا اس وقت میں حفظِ قرآن کر رہا تھا، میرا ایک دوست تھا اس کا ماموں اچانک مسجد کے دروازے سے داخل ہوا اور قاری صاحب سے کہا کہ احسان کی شادی ہے اس کو کوئی دن کی چھٹی دیدیں، احسان خوشی سے پھولتا ہوا گھر کی طرف روانہ ہوا، مگر وہ لوگوں سے یہی کہتا پھرتا تھا کہ لوگ یہ شادی کیوں کرتے ہیں؟ جب شادی ہوئی واپس آیا تو اس نے کہا کہ میری شادی ہوئی میری بیوی میرے ساتھ گھر میں ہے ہم آپس میں کھیلتے ہیں۔ یہ ہے حال کم سنی میں شادی کا کہ بیوی بھی گھر آجاتی ہے لیکن ان کو ازدواجی حقوق یا جنسی تعلق کا پتہ تک نہیں ہوتا چہ جائے کہ ان کے معصوم کندھوں پر بیوی شوہر یا ماں باپ بننے کی بھاری ذمہ داری ڈالی جائے، یہ تقریباً 2001ء کا واقعہ تھا۔"[123]

امریکہ کی ایک یونیورسٹی Emory University کی تحقیق کے مطابق شوہر اور بیوی کے درمیان میں عمر کا فرق اگر زیادہ ہو تو علیحدگی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ تین ہزار لوگوں کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ پانچ سال کا فرق والے جوڑوں

---

[120] https://www.bbc.com/urdu/pakistan-41097314 Accessed: 16/6/2019

[121] https://www.bbc.com/urdu/pakistan-41073800 Accessed: 16/6/2019

[122] رضوان اللہ پشاوری ایک کالم نگار ہیں۔ آپ کے کالم روزنامہ نئی بات میں ندائے پشاوری کے عنوان کے تحت شائع ہوتے رہے ہیں۔

[123] رضوان اللہ پشاوری، کم عمری کی شادی اور صحت کے مسائل، https://hamariweb.com/articles/71717 visit date:28/4/2019, Time : 6:13 pm

میں علیحدگی کے واقعات ایک عمر کے جوڑوں کی نسبت 18 فیصد زیادہ پائے گئے ہیں۔ 10 سال کا فرق والے جوڑوں کی تعداد 39 فیصد تک ہے جبکہ 20 سال کا فرق والوں کے درمیان علیحدگی کی شرح 95 فیصد ہے۔ نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ جتنا دونوں کے درمیان میں عمر کا فرق ہو گا اتنا علیحدگی کا امکان زیادہ ہو سکتا ہے۔[124] یہ نتائج تحقیق کے بعد سامنے آئے ہیں۔

دوسری جانب ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عمر کا فرق 15 سال ملتا ہے۔[125] آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہمیں ایسا نہیں ملتا کہ عمر کے فرق سے اختلافات پائے گئے ہوں۔ نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضروری نہیں کہ عمر کے فرق کا زیادہ یا کم ہونے سے شادیاں ہمیشہ ناکام ہوتی ہیں۔ سروے سے معلوم ہوا ہے ہمارے معاشرے میں اکثریت میاں بیوی کے درمیاں دو سے پانچ سال فرق کو پسند کرتی ہے۔ جبکہ کچھ لوگ اس سے کم فرق اور کچھ اس سے زائد کے بھی قائل ہیں۔

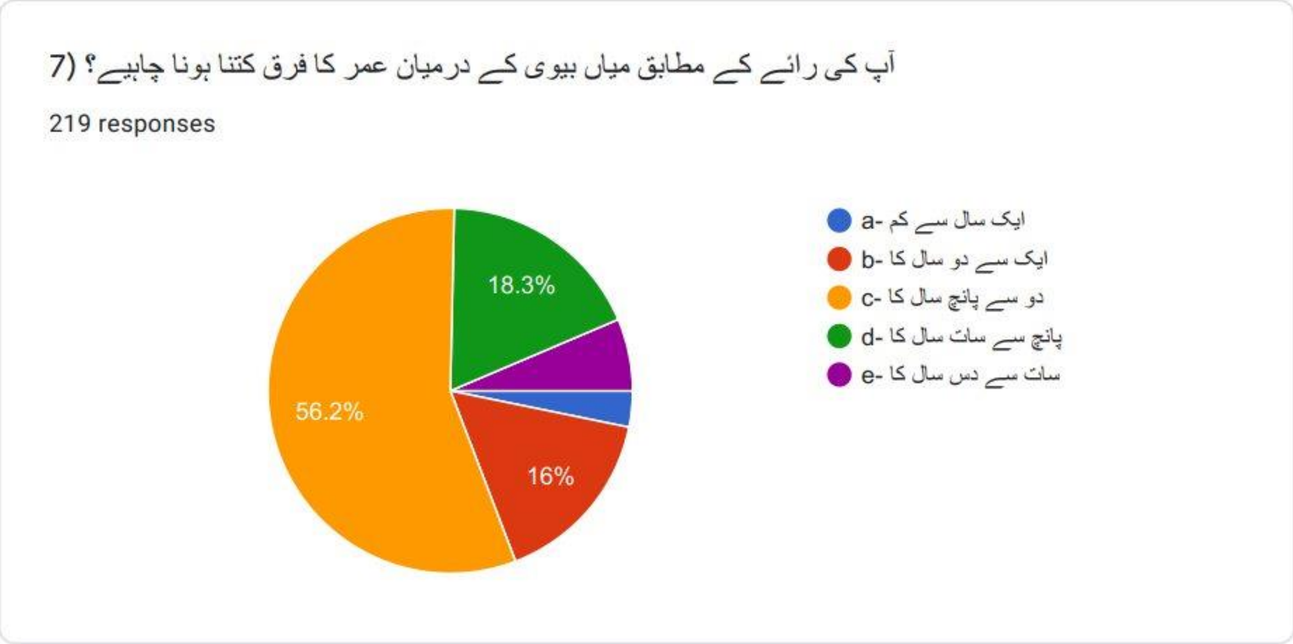

8) غصہ کے مزاج

غصہ اطمینان اور رضامندی کی ضد ہے، اس میں قوت، جوش، غضب، طیش اور جھلاہٹ کا معنی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حالت ہے، جو انسان کے ظاہر اور باطن کو غیر طبعی حالت میں ڈھال دیتی ہے۔ نفسِ انسانی جب کسی اذیت ناک امر سے بچنا

[124] Francis, A. M., & Mialon, H. M. (2014). A Diamond is Foreverr and Other Fairy Tales: The Relationship between Wedding Expenses and Marriage Duration. SSRN Electronic Journal.

[125] سیرۃ النبی، ڈاکٹر علی محمد صلابی، دارالسلام ریاض، 1433ھ، 165/1

چاہتا ہے یا کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو خونِ دل جوش مارتا ہے، رگیں پھول جاتی ہیں، چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور انسان بھڑک اٹھتا ہے۔

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی[126] فرماتے ہیں:

"معلوم ہونا چاہیے کہ غضب آگ کا شعلہ ہے۔ غصے کے وقت انسان کا شیطان لعین سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا: ﴿خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ﴾[127](آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے)۔ "[128]

ابو عبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور[129] نے میاں بیوی کے غصے کے اسباب کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے۔ خاوند کے غصے کے بنیادی اسباب انکے نزدیک ہیں: عدمِ احترام کا احساس، بیوی کا شوہر کی کامیابیوں کی قدر نہ کرنے کا احساس، اس کی جنسی ضروریات پوری کرنے میں سستی، اس کے والدین اور خاندان کو ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنانا، بیوی کا اس کو چھوڑ کر دیگر پر توجہ دینا، اس کے سونے اور آرام میں خلل ڈالنا، اس کے گھر چلانے اور بچوں کی تربیت کے طریقے پر تنقید کرنا، اس کا دوسروں کے ساتھ منفی انداز میں موازنہ کرنا، اس کو احسان جتلانا، اس کے خاندان اور بچوں کی شہرت کو نقصان پہنچانا۔ اسی طرح بیوی کے غصے کہ اسباب میں یہ ہے کہ اس کے والدین یا ولی کی جانب سے ایسی شادی پر مجبور کرنا جو اس کی مرضی کے خلاف ہو، اس کو یہ احساس دلانا کہ وہ محبوبہ اور خوبصورت نہیں، اس کا خاوند کے گھر میں ظلم محسوس کرنا، خاوند کی بے رغبتی کا احساس کرنا، عورت کی آزادی اور استقلال کو محدود کرنا، اس کی عزت و احترام کا خیال نہ کرنا، اس کی بات نہ سننا یا توجہ نہ دینا، اس کو غیر دلکش اور نسوانی حسن سے عاری قرار دینا، اس کے جذبات کا خیال رکھے بغیر اس کے ساتھ برتاؤ کرنا، اس کا دیگر خواتین کے ساتھ موازنہ کرنا۔[130] یہ کچھ بنیادی اسباب ہیں جو عموماً ہر میاں بیوی کے اختلافات میں کسی نہ کسی انداز میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

9) ذہنی دباو

---

126 ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ قرشی تیمی بکری حنبلی فقیہ، مورخ، محدث اور متکلم تھے۔ ابو بکر صدیق کی نسل میں سے تھے۔

127 سورۃ الاعراف 12:7

128 ابن جوزی، عبدالرحمٰن، منہاج القاصدین، ترجمہ محمد سلیمان کیلانی، ناشر: مکتبہ معارفِ اسلامی، لاہور، جنوری 2009، صفحہ 281

129 ابو عبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور ایک مصنف ہیں۔

130 ابو عبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور، غصہ مت کریں، ترجمہ: پروفیسر حافظ عبدالجبار، صفحہ 92-93، مکتبہ بیت الاسلام لاہور، اپریل 2015

ڈپریشن بذاتِ خود زوجین کے درمیان علیحدگی کی وجہ نہیں بلکہ یہ ایک سبب ہے کہ جس کی وجہ سے مسائل جنم لیتے چلے جاتے ہیں اور بات علیحدگی تک چلی جاتی ہے۔ صرف مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں دی گئی ہوتی اور اس کو روز مرہ کی بات سمجھا گیا ہوتا ہے۔ ریسرچ یہ کہتی ہے کہ دفتری کام میں گھریلو زندگی نوکری سے اطمینان اور سکون ختم کر دیتا ہے۔[131] یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر گھریلو زندگی میں پریشانیاں واقع ہو رہی ہوں تو روز مرہ کے مزید کام متاثر ہونے لگتے ہیں۔

ایک دوسری تحقیق جو Journal of Applied Psychology میں شائع ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ گھریلو مسائل اور دفتری کام کی آپس میں مداخلت نوکری کا سکون بھی ختم کرتا ہے اور گھریلو زندگی میں ڈپریشن اور دیگر ذہنی مسائل کا باعث بنتا ہے۔[132] مسلسل سخت ذہنی دباؤ جنسی صحت کو متاثر کرتا ہے اور ڈپریشن کی ادویات بھی اس حوالہ سے منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔[133] یہ سب ڈپریشن کے نتائج میں سے ہیں۔

Kathleen Doheny[134] لکھتے ہیں:

> "…depression that affects one partner has an effect on the other partner, the relationship and ultimately the entire family." [135]

ڈپریشن جو ایک شریک حیات کو متاثر کرتا ہے وہ دوسرے شریک حیات، انکے باہمی تعلقات اور آخر کار پورے خاندان پر اثر انداز ہوتا ہے۔

10) الزام تراشی

---

[131] Bacharach, S. B., Bamberger, P., & Conley, S. (1991). Workhome conflict among nurses and engineers: Mediating the impact of role stress on burnout and satisfaction at work. Journal of Organizational Behavior, 12, 39-53.

[132] Ganster, D. C., Fusilier, M. R., & Mayes, B. T. (1986). Role of social support in the experience of stress at work. Journal of Applied Psychology, 71, 102-110

[133] https://dailypakistan.com.pk/12-Sep-2014/142613 Accessed: 10/5/2019

[134] Kathleen Doheny ایک صحافیہ ہیں جو صحت، انسانی رویوں اور Fitness کے موضوع میں مہارت رکھتی ہیں۔

[135] Kathleen Doheny, Depression and Divorce: How does depression affect marriage and relationships? https://www.webmd.com/depression/features/divorcing-depression#1 Accessed: 12/5/2019

انسان کی فطرت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ کسی ایسی چیز کا اس کو قصور وار بنایا جائے جو اس کی غلطی نہ ہو۔ وہ لازماً اس الزام کو اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور الزام لگانے والے سے جھگڑنے لگتا ہے۔ یہی مسئلہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان پیدا ہونے لگے تو ان کے آپس کے رشتے میں خرابی پیدا ہونے لگتی ہے۔ کئی دفعہ یہ مسئلہ صرف غلط فہمی کی بنیاد پر ہوتا ہے جس کا سبب ایک دوسرے کی بات کو صحیح سے نہ سمجھنا ہے۔

ڈاکٹر John Gray نے اپنے کتاب میں اس سے متعلق لکھا ہے کہ

> "When women talk about problems, men usually resist. A man assumes she is talking with him about her problems because she is holding him responsible. The more problems, the more he feels blamed. He does not realize that she is talking to feel better. A man doesn't know that she will appreciate it if he just listens. If a woman is really upset a man assumes she is blaming him. If she seems less upset, then he assumes she is asking for advice."[136]

> جب عورت مسائل کے بارے میں بات کرتی ہے تو مرد اس پر مزاحمت کرتا ہے۔ مرد یہ تصور کرتا ہے کہ وہ اس سے مسائل اس لیے بیان کر رہی ہے کیوں کہ وہ ان مسائل کا قصوروار اس (مرد) کو کہہ رہی ہے۔ جتنے مسائل ہونگے اتنا وہ زیادہ محسوس کرے گا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ عورت بہتر محسوس کرنے کے لیے اپنی بات کر رہی ہے۔ مرد یہ نہیں جانتا کہ عورت اس بات کو سراہے گی کہ اس کو صرف سنا جائے۔ اگر عورت شدید پریشان ہو تو مرد تصور کرتا ہے کہ وہ اسے قصوروار ٹھہرا رہی ہے۔ اگر وہ کم پریشان لگ رہی ہو تو مرد سمجھتا ہے کہ وہ مشورہ مانگ رہی ہے۔

عورتیں اپنے احساسات کو بیان کرنے کے لیے عموماً انتہائی درجہ کے الفاظ استعمال کرتی ہیں جیسے "سب خراب ہے"، "کچھ بھی ٹھیک سے نہیں ہوتا"، "سب جاہل ہیں"، "کبھی ہم باہر جاتے ہی نہیں" وغیرہ۔ عورت اپنے احساسات کو بیان کرنے کے لیے شاعرانہ انداز میں تصور کرتی ہے اور بہت سے انتہائی درجے کے الفاظ استعارے اور قیاس آرائی سے کام لیتی ہے۔ مرد ان کو غلطی کرکے حقیقی معنی میں سمجھنے لگتا ہے۔ چونکہ مرد غلط فہمی میں صحیح معنی میں لیتا، اس لیے عموماً غیر جانبدارانا انداز میں جواب دیتا ہے۔ اسی طرح مرد کا خاموش رہنا بھی عورت کے ذہن میں عجیب و غریب اشکالات جنم دیتا ہے۔ عورت اس کو اس انداز میں لیتی ہے کہ شاید مرد کے دل میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے یا وہ اس سے نفرت کرتا ہے کیونکہ عورتیں عموماً تب

---

136 Men are from mars, Women are from Venus, Chapter 2 (How Men React When Women Need to Talk) page:20-28

خاموشی اختیار کرتی ہیں جب وہ کسی کے لیے انتہائی سخت اور تکلیف دہ الفاظ استعمال کرنے لگتی ہیں۔ عورت مرد کی خاموشی کو خطرے کا باعث سمجھتی ہیں۔[137]

Sheri Stritof[138] لکھتی ہیں:

"جب لوگ شدید ذہنی دباؤ میں ہوتے ہیں یا بے چین ہوتے ہیں تو یا تو وہ لڑنے لگتے ہیں یا فرار ہونے لگتے ہیں یا جو ذہنی دباؤ اور بے چینی ان کے زندگی اور ازدواجی معاملات میں پیدا ہوئی ہے اس کا الزام کسی اور پر ڈالنے لگتے ہیں۔"[139]

ڈاکٹر Neil Farber [140] رلکھتے ہیں:

"Chronic blaming is a form of emotional abuse ... [and] blaming reduces intimacy."[141]

"دائمی الزام تراشی ایک جذباتی بدسلوکی ہے۔۔۔(اور) الزام تراشی (زوجین کی آپس کی) محبت کو کم کرتی ہے۔"

الزام تراشی کی روش در حقیقت ذمہ داریوں سے کنا کشی کر کے دوسرے کو قصوروار ٹھہرانا ہے۔ یہ عادت غلط فہمیوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

---

137 Men are from mars, Women are from Venus, Chapter 5 (How she reacts to his silence) page53-54

138 Sheri Stritof ایک میرج کانسلٹنٹ اور مصنفہ ہیں۔ان کی تصنیفات خصوصاً ازدواجی تعلقات سے متعلق ہیں

139 Sheri Stritof, Avoid Playing the Blame Game in Relationships: Tips for a healthy and happy marriage: the finger pointing has to stophttps://www.liveabout.com/dont-play-the-blame-game-2302005 Accessed: 16/6/2019

140 ڈاکٹر نیل فاربر ایک معالج، محقق، تندرستی پیشہ ور، اور مصنف ہیں۔

141 https://www.psychologytoday.com/us/blog/the-blame-game/201303/5-ways-blaming-hurts-relationships, Accessed: 4/6/2019

11) ذمہ داریوں سے اجتناب

ازدواجی زندگی کے رشتے کو نقصان پہنچانے والا ایک عنصر شوہر اور بیوی کا اپنی ذمہ داریوں سے اجتناب یا اس میں کوتاہی کرنا ہے۔اس میں دونوں یا کسی ایک کی سستی اور کاہلی بھی ان کے آپس کے تعلقات اور گھر کے نظام کو خراب کر دیتی ہے۔ حدیث میں ہمیں ملتا ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".[142]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔امیر حاکم ہے، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے۔ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

فاروق رفیق اپنی کتاب میں شوہر اور بیوی کی جو کوتاہیاں ذکر کرتے ہیں ان میں اہم اور بنیادی شوہر کی طرف سے ہونے والی کوتاہیاں یہ ہیں کہ بیوی کا خرچ روکنا، گھر والوں کو وقت نہ دینا، اہل خانہ کی تربیت میں کوتاہی، بیوی کو مخلوط محفلوں میں لے جانا، غیر محرموں سے پردہ نہ کروانا۔ جبکہ بیوی کی کوتاہیوں کے متعلق جو بیان کی ہیں وہ یہ ہیں کہ بناؤ سنگھار اور زینت ترک کرنا، خاوند کی خواہشات کا انکار، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانا، بے تحاشا مطالبات، بے جا خرچ کرنا، حد سے زیادہ میل جول رکھنا، خدمت میں کوتاہی کرنا، ناپسندیدہ افراد کو گھر بلانا، اولاد کی تربیت میں کوتاہی کرنا، اجنبی مردوں سے اختلاط، نفلی عبادات اور تبلیغ کا جنون۔[143] شادی سے متعلق تربیت کے بارے میں جب سروے کیا گیا تو معلوم ہوا کہا کثریت کو ازدواجی زندگی سے متعلق تربیت دی ہی نہیں جاتی۔

---

142 صحیح بخاری، باب المراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 179/5، حدیث: 5200

143 گھریلو زندگی، فاروق رفیق، فصل الخطاب، س ن، صفحہ 148

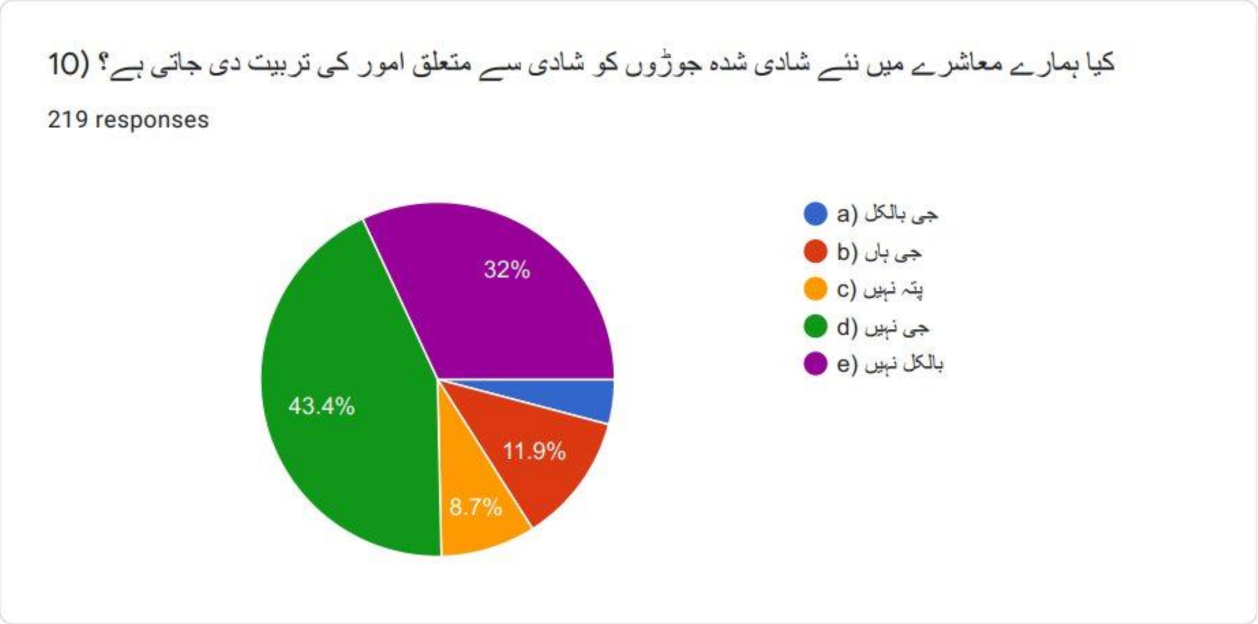

12) گفتگو کے مسائل

میاں بیوی کے درمیان گفتگو واضح اور محبت سے خالی ہونا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ دونوں کے الفاظ میں فرق ہونے کی وجہ سے غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔

a) عورت کی گفتگو کا انداز

عورت کو شکایت ہے کہ اس کی بات کو شوہر سنتا نہیں ہے اور اس کے احساسات کی سمجھتا نہیں ہے۔ اس بات کو شوہر غلط سمجھتا ہے اور وہ وہ سارے الفاظ دہرا کر بتا دیتا ہے جو اسے کہے گئے ہیں جبکہ عورت کے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے احساسات کو نہیں سنا گیا۔ اس کو سمجھا نہیں گیا۔

ڈاکٹر John Gray مرد اور عورت کے اندازِ گفتگو کے فرق کے بارے میں کہتے ہیں کہ عورت عموماً واضح انداز میں support کے لیے نہیں بلاتی بلکہ اس کی گفتگو کا انداز اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اس کو سہارا چاہیے۔ اس کی گفتگو میں انتہا درجے کے الفاظ پائے جاتے ہیں جیسے سب کچھ خراب ہے۔ کسی کو احساس ہی نہیں ہے میرا، ہم کبھی باہر سیر کو جاتے ہیں نہیں ہیں، مجھے سب ignore کرتے ہیں، کوئی میری بات سنتا ہی نہیں ہے وغیرہ جبکہ ایسا ہوتا نہیں۔ ایسے الفاظ اس کے احساسات کی وجہ ہیں۔ یہ اس کے الفاظ نہیں۔

آپس کی گفتگو کے دوران مرد کی خاموشی عورت کو ایسے محسوس ہوتی ہے جیسے کہ اس کو سنا نہیں گیا۔ جبکہ مردوں کا انداز یہ ہے کہ وہ بولتے کم ہیں اور کسی بات کا جواب دینے سے پہلے کافی سوچتے ہیں۔ جو بات ان کی کہی گئی ہے اس کو وہ دماغ میں process کرتے ہیں اور logical انداز میں اس کا جواب یا اس کا حل دیتے ہیں۔ مردوں سے پوچھا جائے کہ آپ کیوں

خاموش رہتے ہیں تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم ہوتا کہ کیا جواب دیا جائے اس لیے ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔ عموماً عورتیں جب آپس میں ایک دوسرے کی بات سن رہی ہوتی ہیں تو ساتھ ساتھ ایسے الفاظ سے اگلے کو احساس دلا رہی ہوتی ہیں کہ انہوں نے اگلے کی بات کو سمجھا بھی ہے اور محسوس بھی کیا ہے جبکہ مردوں کی یہ عادت نہیں ہوتی

عورتیں باتیں کیوں کرتی ہیں؟:

i. اپنی بات دوسرے کو پہنچانے کے لیے (جس کے لیے مرد بھی بات کرتے ہیں)
ii. کسی بات کو جاننے یا دریافت کرنے کے لیے جو وہ چاہتی ہے (مرد خاموشی سے اندر ہی اندر اس کو کرتے ہیں)
iii. زیادہ بہتر محسوس کرنے کے لیے اور اپنے طرف متوجہ کرنے کے لیے جب وہ پریشان ہو۔ (مرد پریشانی میں خاموشی اختیار کرتے ہیں اور تنہائی میں رہ کر مسائل حل کرتے ہیں)
iv. اپنے اندرونی احساسات کو دوسرے کے سامنے بیان کر کے آپس کی محبت اور تعلق کو پیدا کرنے کے لیے (مرد اپنی باتیں بیان کرنے سے کتراتا ہے۔)[144]

مرد کا تنہائی میں جانا عورت کو مزید پریشان کرتا ہے

b) مرد کی گفتگو کا انداز

مرد پریشانی میں تنہائی میں رہ کر اپنے مسائل کو حل کرتا ہے۔ اس تنہائی میں وہ اپنے کسی قریبی دوست سے بھی دوری اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے میں بیوی کی مداخلت، اس کا مسائل کے متعلق دریافت کرنا اور پوچھ گوچھ کرنا مرد کو سخت ناگوار گزرتا ہے۔

مرد کی تنہائی میں جانے اور خاموشی اختیار کرنے کی وجوہات یہ ہیں:

i. وہ مسئلے کے حل پر غور و فکر کرنا چاہتا ہے اور اس کا کوئی عملی حل نکالنا چاہتا ہے
ii. اس کے پاس مسائل کا حل نہیں ہوتا اور اس کے جواب میں وہ بولنے سے زیادہ سوچنا اور غور و فکر کرنا چاہتا ہے
iii. وہ پریشانی اور ذہنی دباؤ کی بنا پر اپنے آپ کو تنہائی میں رہ کر سکون دیتا ہے اور اپنے جذبات کو قابو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
iv. اس کو اپنے آپ کو سمجھنے کے لیے تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

[144] John Gray, Men are from mars, Women are from Venus, Chapter 5 page: 48-55

بیوی اگر مرد کو مسائل کے حل دینا شروع کردے تو عموماً اس کو یہ ناگوار گزرتا ہے کہ جیسے اس پر اعتبار نہیں کہ وہ یہ کام کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ بچوں جیسا معاملہ کیا جارہا ہے جبکہ عورت ایسا کرنا ہمدردی کا باعث سمجھتی ہے اور شوہر کا خیال رکھنے کے لیے ایسا کرتی ہے۔ درحقیقت عورت کو شوہر کے کسی کام میں مدد کرنا پسند ہے۔ اگر وہ کوئی کام کر رہی ہو اور اس سے مدد کے لیے پوچھا نہ جائے تو عورت کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ کوئی اس کا خیال ہی نہیں رکھتا۔ جبکہ مرد عموماً دوسروں کے کام میں دخل اندازی سے گریز کرتے ہیں۔ درحقیقت مرد اعتبار چاہتا ہے اور عورت خیال اور ہمدردی۔

گھر سے کام پر نکلتے وقت عموماً مردوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ بلاوجہ کے بیوی کے سوالات ان کو توجہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بیوی ان سے بچوں کے انداز میں معاملہ کر رہی ہے، جبکہ بیوی ان کا خیال رکھنے کے لیے مختلف چیزیں پوچھ رہی ہوتی ہے کہ کہیں وہ کوئی چیز گھر بھول نہ جائیں۔ عورت عموماً شوہر سے اپنے مسائل بیان کر رہی ہوتی ہے تو شوہر اس کو الزام سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ اس کو قصوروار ٹھرا رہی ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سارے مسائل ہیں جبکہ عورت اس سے یہ سب صرف اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے کر رہی ہوتی ہے۔[145]

زوجین کے انفرادی مسائل ان کے آپس کے فطری مسائل کی بنیاد پر بھی پیدا ہوتے ہیں اور رویہ، معاملات، مزاج کے اختلافات کی بنیاد پر بھی سامنے آتے ہیں۔ اس میں ایک دوسرے کی جسمانی، ذہنی، دینی اور نفسیاتی ضروریات کا علم نہ ہونا اور ایک دوسرے سے اس کے پورے ہونے کی امید رکھنا مسائل کو مزید بڑھاتا ہے۔ خصوصاً اسلامی تعلیمات کا صحیح فہم نہ ہونا اور عصر حاضر میں رہتے ہوئے نئے مسائل کے متعلق بنیادی علم ضروری ہے جس کی کمی کے باعث مسائل نئے انداز میں سامنے آتے ہیں اور ان کا حل نظر نہیں آتا۔

---

[145] John Gray, Men are from mars, Women are from Venus, Chapter 5 page 58-68

فصل دوم:

زوجین کے خاندانی مسائل اور انکی وجوہات

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل اور انکی وجوہات

ازدواجی زندگی سے منسلک ایک مسئلہ خاندانی جھگڑوں کا ہے۔ یہ جھگڑے عام طور پر میاں بیوی اور ساس بہو کے حوالے سے آئے دن ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان کی سنگینی کئی اعتبار سے تباہ کن ہوتی ہے۔ یہ ایک خاندان کے تمام افراد کا ذہنی سکون برباد کردیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں زندگی کے دیگر معاملات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ کسی خاص گھر میں پیدا ہونے والے جھگڑے کے بارے میں کوئی اصولی بات بتانا ممکن نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر جگہ کے معاملات مختلف ہوتے ہیں۔ ہر انسان اپنی تربیت، طبعیت اور عادت میں جدا ہوتا ہے، اس لیے کوئی اصولی بات تو نہیں کہی جاسکتی کہ کس جگہ جھگڑے کی وجہ کیا ہوتی ہے البتہ کچھ عمومی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا خیال اگر رکھا جائے تو معاملات خراب ہونے سے بچ سکتے ہیں۔

عام طور پر اس طرح کے مسائل کا آغاز شادی کے فوراً بعد ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب ایک بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرنا ہوتا ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرتی پس منظر میں شادی کے بعد لڑکی کو اپنا گھر چھوڑ کر سسرال میں جا کر رہنا ہوتا ہے۔ ایک لڑکی کے لیے یہ نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اس کے ذہن میں اپنے گھر اور اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کا ایک تصور ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ لڑکی ایک مرد کی بیوی کم اور ایک دوسرے خاندان کی بہو زیادہ ہوتی ہے۔ یہ بات کتنی ہی ناپسندیدہ کیوں نہ ہو، مگر بہر حال یہ ہمارے ہاں کی ایک معاشرتی حقیقت ہے۔ دوسری جانب شوہر ایک وقت میں کئی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ وہ ایک شوہر بھی ہوتا ہے، ایک بیٹا اور بھائی بھی اور بچوں کی موجودگی میں باپ بھی۔ اگر مشترکہ خاندانی نظام میں مزید رشتہ دار بھی اس گھر میں رہتے ہوں تو شوہر کے کردار مزید بڑھ جاتے ہیں اور ان سب کو برابر کا وقت دینا اس کے لیے ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ ذیل میں خاندانی مسائل کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

1) مشترکہ خاندانی نظام

مشترکہ خاندانی نظام کا تعارف اور مسائل

عام طور پر مشترکہ خاندانی نظام سے مراد ایک ہی گھر میں بہت سے خاندانوں کا آباد ہونا یا بعض دفعہ ایک عمارت میں تقسیم ہو کر رہنا لیا جاتا ہے۔ اسکی معاشرے میں مختلف صورتیں اس وقت موجود ہیں۔ بعض گھروں میں والدین اور اولاد سب ایک ہی گھر میں رہ رہے ہیں جن میں سے کچھ اولاد یا بعض دفعہ سب شادی شدہ ہیں لیکن ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ ان کی ضروریات زندگی کی اشیاء بھی مشترک ہے محرم اور نا محرم کی کوئی خاص تمیز نہیں ہے۔ ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

بعض گھرانے ایسے بھی ہیں کہ جہاں پردے کا اہتمام تو نہیں لیکن کچھ اصول وضوابط اور گھر کا ماحول دین کی طرف راغب ہے جس کی بناپر یا تو ضروریات زندگی کو الگ کرر کھا ہے اور عموماً کھانا الگ کھایا جاتا ہے اور کبھی کبھار اکٹھے اگر بیٹھ بھی

جائیں تو خواتین اپنے محرم کے ساتھ اس انداز سے بیٹھتی ہیں کے دیور اور دیگر نا محرم افراد سے آمنا سامنا نہ ہو۔ ایک طبقہ گھرانوں کا ایسا بھی ہے کہ اس نے گھر کو پورشنز میں یا فلیٹ کے انداز میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ان کے گھروں میں راستے تک الگ ہیں۔ اگر کبھی اکٹھے کھانے کا یا مل بیٹھنے کا موقع ہو بھی تو وہ الگ کمروں میں انتظام کرتے ہیں۔

مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل کچھ اس قسم کے ہیں کہ ساس و سسر کی خدمت کا مسئلہ، ساس و بہو کے تنازعات، شوہر کا اپنی ماں اور بیوی کے حقوق ایک ساتھ ادا کرنے میں مشکل، شوہر اور بیوی کی ذاتی زندگی میں باقی خاندان کے افراد کی بلاوجہ کی مداخلت، بھائیوں کے آپس کے اختلافات کا اثر پورے گھر پر ہونا، دیور و بھابھی کے درمیان اسلامی تعلیمات کے مطابق حجاب کا نہ ہونا اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل، غیر محرم سے بے پردگی، فیملی ممبرز اور رشتہ داروں کے درمیان ناچاقی، مالی نظام کی اونچ نیچ، والدین کا اولاد کے درمیان عدم مساوات، اولاد کی ترقی میں رکاوٹ، سماج پہ برے اثرات (طلاق، غیبت، بے پردگی، خیانت، تنازع، استہزاء، عدم تعاون وغیرہ) اور اس طرح کے دیگر مسائل شامل ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام کے ان مسائل کی کچھ وجوہات تو ہماری ثقافت، روایات، ماحول، دین سے دوری، معاشی حالات، علم کی کمی ہیں اور کچھ مشترکہ خاندانی نظام خود ہے۔ سروے سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام کے برعکس علیحدہ نظام کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔

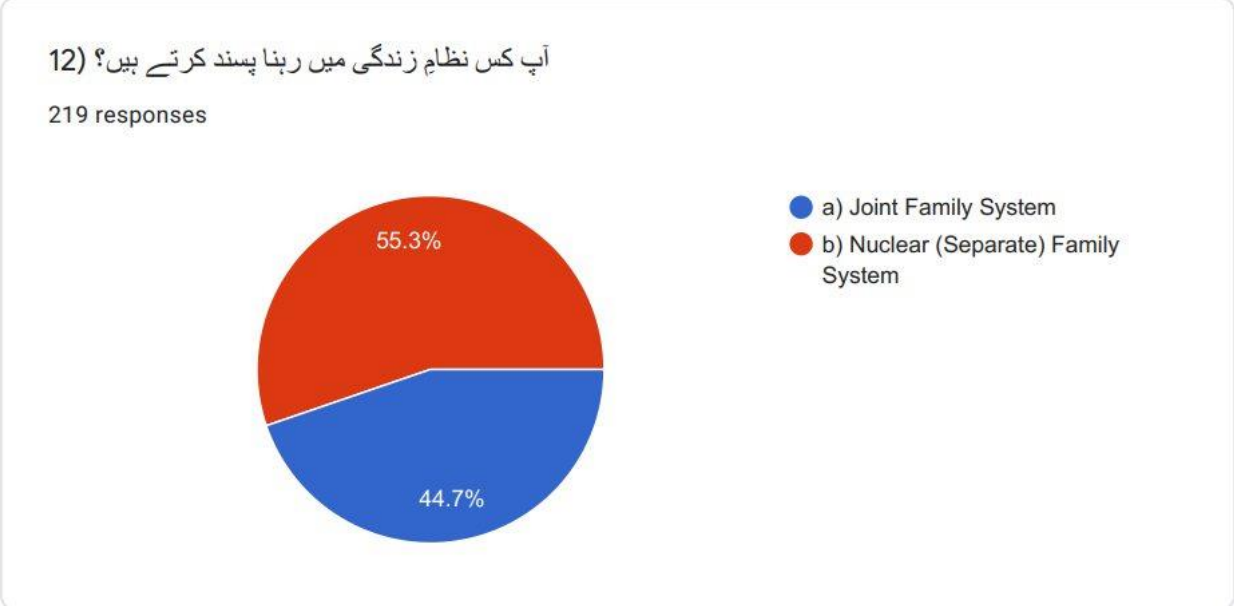

مشترکہ خاندانی نظام بذات خود ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے متعلق ہمارے معاشرے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض لوگ اس نظام کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ اس میں مل جل کر مشترکہ طور پر وسائل کے استعمال سے خرچے کم ہو جاتے ہیں۔ جیسے ساجد حبیب میمن[146] لکھتے ہیں

146 ساجد حبیب میمن بلاگر ہیں اور آن لائن خبروں کی سائٹ جیو اردو میں بلاگ لکھتے ہیں

"مشترکہ خاندانی نظام یا جوائنٹ فیملی سسٹم[147] ایک ہی گھر میں ایک سے زیادہ خاندانوں کے رہنے کے لئے اصطلاحاً استعمال ہوتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مشترکہ خاندانی نظام کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اس خطے پر انسانی قدموں کے براجمان ہونے کی ہے اور یہ نظام آج تک انتہائی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ ہمارے ہاں اس نظام کی جڑیں اس قدر مضبوط ہیں کہ جب ہم لفظ خاندان یا فیملی سنتے یا پڑتے ہیں تو ہمارے ذہن میں جو کہ خاکہ ابھرتا ہے وہ مشترکہ خاندان کا ہی ہوتا ہے۔"[148]

محمد عامر خاکوانی[149] لکھتے ہیں:

"ہندوؤں میں رواج ایک الگ معاملہ ہے، اس کا ہمارے مشترکہ خاندانی نظام سے کوئی موازنہ نہیں۔ ہمارا مشترکہ خاندانی نظام جہاں جہاں کامیاب ہے تو وہ اخوت و بھائی چارہ کے جذبات اور صلہ رحمی کی تلقین کے باعث۔۔۔اس کا یہ جذبہ مستحسن ہے اور مطلوب بھی۔ یہ درست ہے کہ عربوں میں ہماری طرز کا خاندانی نظام نہیں تھا، مگر یاد رکھیے کہ وہ قبائلی نظام تھا اور قبائلی سادہ معاشرت پر مبنی، جس میں دو منزلہ، تین منزلہ آبائی گھر نہیں تھے، خیموں میں رہائش رکھی جاتی تھی یا کچے چھوٹے مکان۔ ویسے تو قبائلی نظام بھی ایک لارجر مشترکہ خاندانی نظام کی طرح ہے، جس میں بہت سی چیزیں شیئر کرنا پڑتی ہیں بلکہ دوسروں کی دوستیاں اور دشمنیاں بھی اپنانی پڑتی ہیں۔ آج کی جدید شہری زندگی سے اس زمانے کا موازنہ کرنا سادگی اور بھولپن ہے، مگر اسلام کی سپرٹ کہیں پر مشترکہ خاندانی نظام سے نہیں روکتی۔"[150]

محمد فہد حارث[151] اپنی تحریر جوائنٹ فیملی سسٹم حرام نہیں میں لکھتے ہیں

"اسلام کے خاندانی نظام کا تعلق معاملات و معاشرت کی قبیل سے ہے۔ اسلام نہ تو آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آپ مشترکہ خاندانی نظام کو لازمی قائم کریں اور نہ ہی اس نے کہیں یہ تصریح کی ہے کہ مشترکہ خاندانی

---

[147] انگریزی میں مشترکہ خاندانی نظام کو Joint Family System کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی شکلیں ہر ثقافت کے لحاظ سے مختلف ہیں

[148] https://www.geourdu.fr/?p=1069965, Accessed: 5/6/2019

[149] محمد عامر ہاشم خاکوانی کالم نگار اور سینئر صحافی ہیں۔ روزنامہ 92 نیوز میں میگزین ایڈیٹر ہیں۔ دلیل کے بانی مدیر ہیں۔ پولیٹیکلی رائٹ آف سنٹر، سوشلی کنزرویٹو

[150] https://daleel.pk/2016/10/21/12260 , Accessed: 10/6/2019

[151] محمد فہد حارث پیشے کے اعتبار سے ٹیلی کام انجینئر ہیں۔ متحدہ عرب امارات میں رہائش پذیر ہیں۔ دینی علوم سے دلچسپی ہے۔ حدیث، فقہ، تاریخ اور فلسفہ اسلامی پسندیدہ موضوعات ہیں۔

نظام یعنی جوائنٹ فیملی سسٹم ممنوع ہے۔ کوئی ایک آیت یا حدیث اس بابت پیش نہیں کی جاسکتی سو مشترکہ خاندانی نظام کو حرام قرار دینا یا غلط کہنا میری دانست میں تو قطعی درست بات نہیں۔ اسلام نے البتہ یہ کیا کہ مرد و عورت کے معاشرتی معاملات سے متعلق گائیڈ لائن یعنی ہدایات دے دیں اور یہ مسلمانوں کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ ان ہدایات کا استعمال کرتے ہوئے اپنا خاندانی نظام کس طرح سے ترتیب دیتے ہیں۔"[152]

دوسری طرف بعض لوگ اس کو حرام اور ہندوؤں سے ماخوذ کلچر کا حصہ کہتے ہیں اور الگ رہائش کے شدت سے قائل ہیں۔ محترمہ ام عبد منیب اپنی کتاب طرز رہائش الگ یا مشترک کے آغاز سے ہی یہ بات باور کراتی ہیں کہ مشترکہ خاندانی نظام کا تعلق ہندوانہ طرز رہائش سے ہے۔[153]

تیسرا طبقہ ان کا ہے جو اس کو بالکل حرام نہیں کہتا بلکہ ایک درمیانی رائے کا حامل ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ یہ نظام ایک زندگی گزارنے کے طریقوں میں سے ہے۔ ہاں اس کی کچھ خوبیاں بھی ہیں اور کچھ خامیاں بھی ہیں خامیوں کو کم کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ مبشر حسین لاہوری[154] لکھتے ہیں

"مشترکہ رہائش کی شرعی حیثیت جاننے سے پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ اسلام وسعت ظرفی کا قائل ہے اور تمدنی روایات (یعنی عرف اور عادات) کو محض اس لیے رد نہیں کرتا کہ یہ علاقائی، قبائلی یا قومی روایات ہیں بلکہ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ جو روایات اس کے اصول وضوابط سے متصادم نہ ہوں انہیں ان کے فوائد و نقصانات کے تجزیے کے بعد مناسب ہو تو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک اصولی بات ہے، اور اس اصول کے لحاظ سے دیکھا جائے گا کہ اگر مشترکہ رہائش میں عورت کے لیے بے پردگی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہو یا ساس کی چپقلش اور کشمکش ہوتی ہے یا خاوند کے حقوق متاثر ہوتے ہیں یا اسی نوعیت کا کوئی ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہو جس میں عورت کے فرائض متاثر ہوں تو پھر ایسی مشترکہ رہائش کی اسلام حوصلہ شکنی کرتا ہے۔"[155]

---

[152] https://daleel.pk/2017/03/26/36425, Accessed: 13/11/2018

[153] ام عبد منیب، طرز رہائش الگ یا مشترک، مشربہ علم وحکمت منصورہ لاہور، س ن، 5-9

[154] مبشر حسین لاہوری ایک عالم دین، محقق اور کئی کتب کے مصنف ہیں اور اج کل ادارہ تحقیقات اسلامی کے شعبہ حدیث کے ہیڈ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

[155] مبشر حسین لاہوری، ھدیۃ العروس، مبشر اکیڈمی لاہور، جون 2007، صفحہ 321

مشترکہ خاندانی نظام میں مسائل کی اہم وجوہات مختلف ہیں۔اگرچہ مل کر ایک چھت تلے رہنے کے اپنے فوائد ہیں لیکن مسائل بھی بہت سے ایسے ہیں جن کو حل کرنا ممکن نہیں۔ان مسائل کے اسباب میں ایک تو ہماری ثقافت ہے۔ہماری ثقافت میں عموماً مشترکہ خاندانی نظام کو پسند کیا جاتا ہے اور اگر کوئی بیٹا یا بہو الگ گھر کی بات کرے تو ہر کوئی اس کو ایک غلط فیصلہ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح الیکٹرانک میڈیا بھی جس طرح سے ساس بہو کے منفی کردار کو دکھاتا ہے وہ ایک طرف تو لوگوں کو شعور دیتا ہے لیکن دوسری جانب ساس کے دل میں بہو کے متعلق منفی سوچ چھوڑ دیتا ہے۔اس کے برعکس ایک لڑکی جس کی ابھی شادی ہوئی بھی نہیں وہ ساس کے متعلق پہلے سے ہی منفی سوچ لے کر آتی ہے کہ شاید ساس ایک دشمن کا نام ہے۔سوشل میڈیا بھی اس میں جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔ذرا ذرا سی بات اب سوشل میڈیا کے ذریعے گھر سے باہر نکل جاتی ہے اور لمحوں میں پورے خاندان تک گھروں کی باتیں پہنچ جاتی ہے۔ معاشی حالت بھی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ایک ہی جگہ پر رہا جائے تاکہ کم سے کم خرچہ ہو اور وسائل کو مل جل کر استعمال کیا جائے۔

2) ساس اور بہو کے اختلافات

ساس اور بہو کے اختلافات کو اگر بیان کرنا شروع کیا جائے تو ممکن نہیں کہ پوری طرح حق ادا کیا جاسکے۔گھر میں ہر معاملے میں ہی اختلاف کا امکان ہوتا ہے۔ مبشر نذیر[156] لکھتے ہیں:

> "ساس بہو کا جھگڑا 99 فیصد گھروں کے لئے مسائل کا باعث بنتا ہے۔ یہ جھگڑا عورت کی Lust for Possession[157] کی بنیاد پر وجود پذیر ہوتا ہے۔ عورت میں ملکیت کا جذبہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اس میں شراکت برداشت نہیں کر سکتی۔بیوی کی حیثیت سے وہ سوکن کو اور ماں کی حیثیت سے وہ بہو کو برداشت کرنے پر بڑی مشکل سے تیار ہوتی ہے۔"[158]

---

156 مبشر نذیر پیشے کے لحاظ سے اکاؤنٹنٹ ہیں. آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک کے کئی نامور اداروں میں اپنی خدمات سرانجام دی ہیں. دین سے قریبی رجحان رکھنے کے باعث اس شعبے کی بھی تعلیم حاصل کی اور مطالعہ کیا. دین میں مختلف موضوعات پر تحقیق ان کی خاص دلچسپی کا موضوع رہا ہے. آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں.

157 یہ الفاظ کیسی چیز پر قبضہ کی خواہش کے لیے استعمال ہوتے ہیں

158 http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU02-0060-Sas.htm Accessed: 22/4/2019

ایک ریسرچ لیب Gallup کے سروے کے مطابق 57 فیصد لوگ کہتے ہیں کہ ساس ماں نہیں ہو سکتی اور بہو بیٹی نہیں ہو سکتی جبکہ 36 فیصد لوگ ساس کو ماں اور بہو کو بیٹی سمجھتے ہیں[159]

پچھلی کچھ دہائیوں تک تو برصغیر میں بہو ساس کے ماتحت ہی رہی ہے۔ وہ جو مرضی اس کے ساتھ رویا اختیار کرے کوئی روکنے والا نہیں ہوتا تھا۔ ساس سسر کی خدمت بہو کا فرض سمجھا جاتا تھا۔ مغرب کی دنیا میں اس کے بالکل برعکس رویہ ہے۔ وہاں والدین کو ساتھ رکھنے کا تو تصور ہی ختم ہو گیا ہے[160] الا یہ کہ کچھ گنے چنے گھرانوں میں ابھی ان کے والدین ان کے ساتھ ہیں خصوصاً مذہبی گھرانوں میں جو عیسائیت پر باقاعدگی سے عمل پیرا ہیں۔ عموماً ساس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کا بیٹا شادی کے بعد اس کی کم اور بیوی کی زیادہ سنے گا۔ اس کے برعکس بہو گمان کرتی ہے کہ اس کا شوہر اپنی والدہ کے کہنے پر چلتا ہے اور انہی کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے۔ حقیقتاً یہ مسئلہ پیش آتا ہے۔ اس کو صرف بدگمانی کہہ دینا کافی نہیں۔ شوہر کے لیے ماں اور بیوی دونوں ہی رشتے اہم ہیں۔ اس کے لیے بعض دفعہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کس کی سنے اور کس کا ساتھ دے۔ اس کے لیے والدہ کی نافرمانی کا بھی خوف ہوتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔ حقیقتاً ایسے مسائل مشترکہ خاندانی نظام میں زیادہ ہیں۔ والدہ اور بیوی کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں لوگوں کے مختلف رویے سامنے آئے ہیں۔

---

[159] Views are divided on the statement: a mother-in-law can never be a mother and a daughter-in-law can never be a daughter: 57% agree, 36% disagree. GILANI POLL/GALLUP PAKISTAN, 17/5/2012 http://gallup.com.pk/views-are-divided-on-the-statement-a-mother-in-law-can-never-be-a-mother-and-a-daughter-in-law-can-never-be-a-daughter-57-agree-36-disagree-gilani-pollgallup-pakistan/ Accessed: 23/5/2019

[160] ساس اور بہو، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، س ن: 60

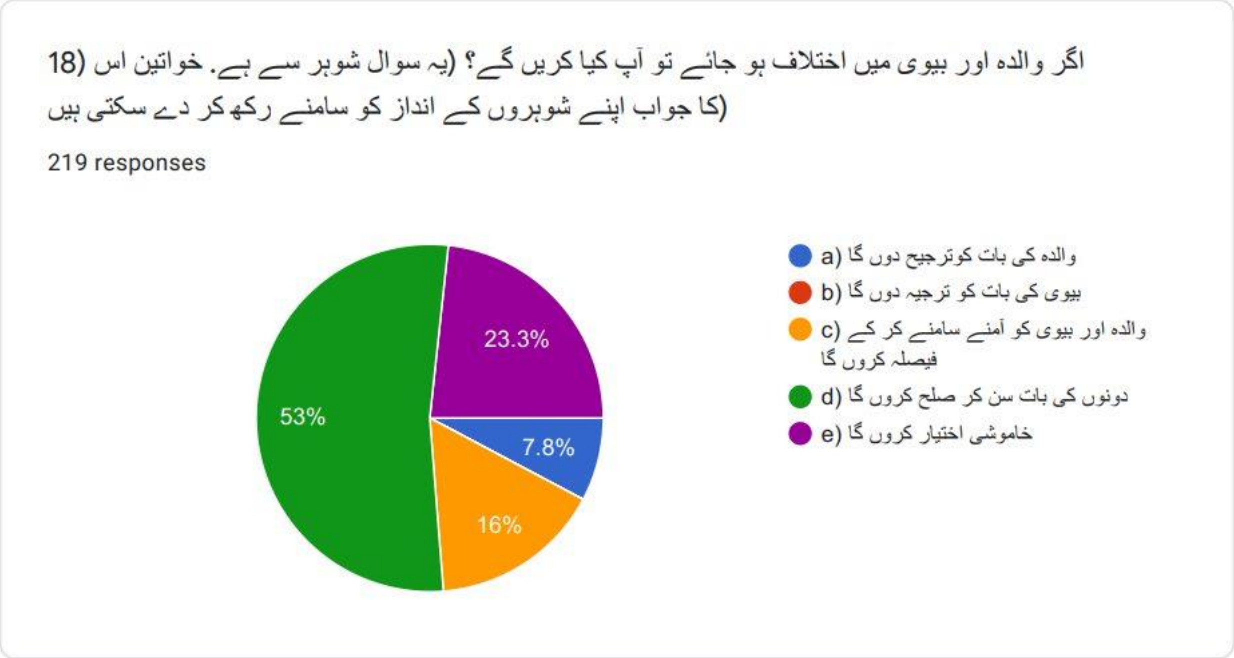

ساس اور بہو کے درمیان اختلاف کی وجوہات یہ ہیں

i. دونوں کے مرتبے میں فرق ہے۔ ساس ماں کا درجہ رکھتی ہے اور ماں کی حیثیت سے وہ اپنے بیٹے پر ویسے ہی حکم چلاتی ہے جیسے وہ شادی سے پہلے تھا۔ وہ اپنے فیصلے کے مقابلے میں کسی دوسرے کی رائے ماننے سے ڈرتی ہے اس بات سے کہ اس کے ہاتھ سے گھر کی حکمرانی نکل جائے گی۔ جبکہ بہو اپنے آپ کو خود مختار بنانا چاہتی ہے۔ کچھ اسی سے ملتا جلتا سوال ایک خاتون نے کیا بھی ہے جس میں اس نے اپنے گھر کی صورتِ حال بتائی ہے کہ اس کو کپڑے، زیور اور جوتے تک میں اپنی پسند کا اختیار نہیں اور نتیجتاً وہ اپنے میکے چلی گئی تھی۔[161]

ii. ساس اور بہو کے درمیان سوچ کا فرق بھی بہت معنی رکھتا ہے۔ بعض امور میں ساس زیادہ تجربہ رکھتی ہے اور اس نے زندگی گزاری ہوتی ہے ان مسائل کو حل کرنے میں۔ جس میں خصوصاً امورِ خانہ داری سے متعلق باتیں ہیں۔ اسی طرح بعض امور میں جدید ذہن معنی رکھتا ہے اور بہو کو جدید چیزوں کا علم نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ یہ سوچ کا فرق ان کے اختلاف کا باعث ہے

iii. بدظنی دونوں کے درمیان اختلاف کی ایک اہم وجہ ہے۔ بغیر دلیل کے ایک دوسرے کے بارے میں وہم اور گمان کی بنیاد پر رائے قائم کرلی جاتی ہے اور پھر بات سے بات جوڑی جاتی ہے جس سے بلاوجہ کا فساد پیدا ہوتا جاتا ہے۔

iv. اخلاقی مسائل میں غیبت، چغلی منفی سوچ و منفی رویے، گفتگو کے انداز کا اختلاف

---

[161] معاشرتی اِصلاح کے متعلق چند زَرّیں ہدایات،اِفادات: حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی،ماہنامہ انوار مدینہ لاہور، جولائی 2018

v. سسر اور شوہر کا غلط رویہ

vi. مشترکہ خاندانی نظام

vii. والدین کے حقوق سے متعلق غلط فہمی کہ ان کے ساتھ ہی ایک گھر میں رہنا لازم ہے۔اس بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمت اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ والدین کے ساتھ ہی رہنا ضروری نہیں بلکہ علیحدہ رہنا بہتر ہے۔[162]

viii. ساس اور بہو کے موضوع پر لکھے گئے ڈرامے اور افسانے۔

3) سسرال کے مسائل

غیر اسلامی ماحول، فرقہ وارانہ تفریق، پردے میں دشواری، بے جا کی روک ٹوک، دینی امور میں کوتاہیاں، فرائض تک ادا کرنے میں کوتاہیاں، ہر وقت بلا وجہ کی مداخلت۔ دینی اعتبار سے ویسے چلنا ہوتا ہے جیسے سب چل رہے ہیں خواہ شرک اور بدعات میں ہی لگے ہوں۔ماحول کے ساتھ نہ چلنے کو بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ بعض گھرانوں میں عقیقہ کی روایت ہی نہیں۔ سنت عمل کو اپنانے کے لیے بھی بہت سے افراد کو سمجھانا پڑتا ہے۔

a) تربیت کے مسائل

ساس اور بہو کا اختلاف اور غیر اسلامی ماحول میں بچوں کی تربیت میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اگر کسی اور کا بچہ کوئی غلط بات یا حرکت سیکھتا ہے تو وہ باقی گھر کے بچوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔

b) شوہر اور بیوی کے درمیان ہونے والے مسائل میں سب کا شریک ہو جانا۔

اکثر اوقات میاں اور بیوی کے آپس کے اختلافات میں دونوں طرف کے سسرال دخل اندازی کر کے مسئلہ کو مزید الجھا دیتے ہیں۔ Gallup Pakistan ایک سروے کے مطابق سب سے زیادہ طلاق کی وجہ سسرال بنتا ہے۔[163]

---

[162] تحفہ زوجین، اشرف علی تھانوی، مکتبہ عمر فاروق کراچی، س ن، 16-19

[163] 2 in 5 Pakistanis opine that the in-laws are responsible for most divorces in Pakistan. 30% blame the wife. October 9, 2017, http://gallup.com.pk/2-in-5-pakistanis-opine-that-the-in-laws-are-responsible-for-most-divorces-in-pakistan-30-blame-the-wife/, Accessed: 28/5/2019

c) گھر کے راز اور گھروں تک پہنچ جانا۔

گھر ایک ایسا مقام ہے جہاں انسان اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔اپنے رازوں کو راز رکھتا ہے۔ لیکن شوہر یا بیوی یا گھر کے کسی بھی فرد کے ذریعے بات اگر باہر نکل جائے تو یہ ایک فساد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خصوصاً آج جب کہ سوشل میڈیا اتنا عام ہو چکا ہے کہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ بات کئی گھروں تک پہنچ جاتی ہے۔

"لندن (اے پی پی) برطانوی لاء فرم ''لیک لیگل'' کے قانون دان طلاق کے متعدد کیسز کا تجزیہ کر کے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سماجی رابطوں کی ویب سائٹ فیس بک کا ازدواجی زندگی پر ناگوار اثر پڑتا ہے۔ تفصیلات کے مطابق لیک لیگل فرم کا کہنا ہے کہ فیس بک بے وفائی کی معلومات کی فراہمی کا کام انجام دیتی ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں دنیا بھر میں ہونے والی ایک تہائی طلاقوں کا سبب کسی نہ کسی طرح فیس بک سے رہا ہے۔"[164]

سوشل میڈیا کا استعمال بذات خود برا نہیں۔ سوشل میڈیا کے کچھ مثبت اور منفی پہلو ہیں۔ ان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ان کی احتیاط نہ کی جائے تو یہ ہمارے لیے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

d) ساس اور سسر کی خدمت

بعض گھرانوں میں سارا کا سارا بوجھ حتیٰ کہ ساس سسر کی خدمت کو ان کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس دورِ حاضر میں ایک بحث چھڑ گئی ہے کہ ساس اور سسر کی خدمت بیوی کی نہیں بلکہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔ یہ دونوں رویے دو انتہائیں ہیں۔

e) ذاتی زندگی کے لیے وقت نہ ملنا

مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے والی میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ وقت کم گزار پاتے ہیں۔ بیوی کو اپنے کاموں کے ساتھ گھر کے باقی کاموں سے فرصت نہیں مل پاتی۔ مشترکہ نظام کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ سونے کا وقت، جاگنے کا وقت، کھانے کا وقت اور دیگر تمام روزمرہ کے امور سب کے ساتھ ہی چلتے ہیں۔ کوئی دیر سے اٹھ رہا ہے تو پورے گھر میں اس بات پر تبصرہ ہوتا ہے۔ کسی نے اپنی من پسند چیز لا کر بنائی یا منگوا کر کھائی تو بھی سب تک بات پہنچتی ہے۔ کسی نے ذرہ آرام کر لیا تو باقی افراد بلاوجہ کے تبصرے کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ عموماً لڑکیوں کو شادی کے بعد اس بات میں دشواری ہوتی ہے کہ نئے گھر میں جا کر

[164] https://dailypakistan.com.pk/25-Jan-2015/186970 Accessed: 23/4/2019

ان کی ترتیب سے زندگی گزارنا ہوتی ہے۔اسی طرح میاں بیوی کا باہر سیر کے لیے نکلنا بھی ایک موضوع بن جاتا ہے جس پر تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔

Gallup کے ایک سروے کے مطابق 43 فیصد لوگوں کی رائے یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے معاملے شوہر اور بیوی کے درمیان کسی کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جبکہ 19 فیصد لوگ والدین اور ساس وسسر کو اس بات میں بولنے کی اجازت دیتے ہیں۔[165]

ان مسائل کی وجوہات پر اگر غور کیا جائے تو ان میں سب سے بنیادی مسئلہ مروجہ مشترکہ خاندانی نظام ہے جس میں دخل اندازی کے مسائل ہر وقت کا مسئلہ ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دینی اور عصری امور کے علم کی کمی سے اختلافات جنم لیتے ہیں۔ معاشرے میں رائج رسم ورواج، منفی رویے اور نفسیاتی بیماریاں بھی ان مسائل کی وجوہات میں شامل ہیں۔

f) اخراجات کی غیر منصفانہ تقسیم

مال کی لین دین کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس میں بہت حد تک حساسیت کی ضرورت ہے اور اگر اس معاملے میں ذرا سی بھی کوتاہی برتی جائے تو نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل نسلوں تک اور کئی خاندانوں تک پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ام عبد منیب اس بارے میں مندرجہ ذیل مسائل بتاتی ہیں

i. مشترکہ خاندانی نظام میں ہر ایک کمانے والے کو اپنی کمائی مشترکہ اخراجات چلانے والے کے حوالے کرنا ہوتی ہیں جو اس کے لیے ناگوار ہوتا ہے

ii. کمانے والے افراد میں بعض اپنی کمائی پوری ظاہر نہیں کرتے یا ان کا حصہ باقیوں کی نسبت کم ہوتا ہے جس سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے۔

iii. کسی ایک پر اخراجات کی ذمہ داری زیادہ ڈال دی جاتی ہے صرف اس لیے کہ وہ کماتا زیادہ ہے۔

iv. وسیع گھر اور زیادہ افراد کی وجہ سے ہنگامی اخراجات بھی آئے روز در پیش رہتے ہیں۔

v. مشترکہ نظام میں بعض افراد اپنی ضروریات بتانے سے ہی نہیں یا بتانے میں ہچکچاتے ہیں جبکہ دوسرے افراد ضرورت سے زائد بھی خرچ کر لیتے ہیں۔

vi. مال کی ہیرا پھیری اور جھوٹ سے بھی معاملات خراب ہوتے ہیں۔

---

[165] Over 4 in 10 Pakistanis believe that no one other than the couple should be involved in family planning decision. http://gallup.com.pk/over-4-in-10-pakistanis-believe-that-no-one-other-than-the-couple-should-be-involved-in-family-planning-decision/, Accessed 16/5/2019

vii. گھر میں جو شخص سب سے زیادہ کماتا ہے اس کے بیوی بچوں کو عزت زیادہ دی جاتی ہےٗ اور جو کم کماتا ہے اسے عزت اور سہولتیں کم دی جاتی ہیں۔

viii. کوئی شخص اپنے بیوی بچوں کے لیے یا کسی خاص فرد کے لیے کوئی چیز نہیں لا سکتا کیوں کہ اسے برابری کرنے کے لیے وہ چیز سب کے لیے لانا پڑتی ہے۔

ix. کوئی تو مہینے میں ایک بار بھی اپنے بیوی بچوں کو سیر پر لے کر نہیں نکل پاتا اور کوئی تو ہر ہفتے ہی بیوی بچوں کے ساتھ تفریح کے لیے نکل جاتا ہے۔

x. بچوں کے لیے کوئی چیز لائی جائے تو باقی افراد کے بچوں سے چھپا کر رکھنا پڑتی ہے اور بچے کو بھی کھل کر اپنی چیز استعمال کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔

xi. گھر کی اشیاء کو مشترکہ طور پر جب استعمال کیا جاتا ہے تو ہر ایک کے استعمال کرنے کے مختلف انداز کی وجہ سے اشیاء جلدی خراب ہو جاتی ہیں۔

xii. بعض گھروں میں معمولی سی چیزوں کے لیے بھی بچوں اور عورتوں کو گھر کے سربراہ سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔[166]

خاندانی زندگی کے مسائل کی ایک مثال فرحان شہزاد کی زندگی میں ملتی ہے۔ درج ذیل میں ان سے لیے گئے انٹرویو ذکر کیا جارہا ہے۔

نام: ا۔ب۔ج

پتہ: گھر کا نمبر، گلی نمبر، شہر۔

ا۔ب۔ج کی شادی فروری 2018 میں ہوئی اور چھ ماہ بعد ہی ان دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ فرحان ایک الیکٹرانک انجینیر ہیں اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کر رہے ہیں۔ فرحان کی والدہ کا انتقال ان کی شادی سے ایک سال پہلے ہی ہو گیا تھا۔ فرحان شادی کے بعد مشترکہ خاندان میں رہتے تھے۔ان سے لیا گیا انٹرویو درج ذیل ہے۔

سوال: کیا آپ کی پہلی شادی آپ کی پسند سے تھی؟

جواب: نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اس شادی کو قبول نہیں کیا۔ شادی پسند کی نہیں تھی لیکن شادی کے قریب کے دنوں میں والدین کے اس فیصلے کو دل سے قبول کر لیا تھا۔

سوال: آپ کی پہلی ازدواجی زندگی آغاز میں کیسی تھی؟

[166] طرز رہائش مشترکہ یا الگ، ام عبد منیب، مشربہ علم وحکمت لاہور، س۔ن، صفحہ: 61 -57

جواب: دو ماہ تک ٹھیک رہی۔اس کے بعد آہستہ آہستہ خراب ہونے لگ گئی۔

سوال: کیا آپ دونوں کے درمیان اختلافات رہتے تھے یا رشتہ داروں کی طرف سے مداخلت شادی ٹوٹنے کا سبب بنا؟

جواب: میری سابقہ بیوی کی طرف سے کچھ جذباتی فیصلے کیے گئے اور کچھ ناسمجھی میں ایسی باتیں اس سے ہوئیں جو اختلافات کا سبب بنتا گیا۔ مگر ان باتوں کے پیچھے اس کی والدہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

سوال: اختلافات اکثر کن وجوہات کی بناپر ہوتے تھے؟

جواب: اختلافات کی وجوہات میرے والد صاحب اور بہنوں کی موجودگی تھا۔ میرے سابقہ بیوی کو ان کا آنا جانا پسند نہیں تھا۔ کچھ معاشی معاملات میں میری سابقہ بیوی کی مداخلت بھی تھی جس پر میرا اس کو روکنا بھی اختلافات کا باعث تھا۔ اس کا گھر کو کنڑول کرنے کی خواہش اور ہماری اولاد کا نہ ہونا بھی سبب تھا۔

سوال: کیا کسی نے آپ کے اور آپ کی پہلی بیوی کے درمیان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی؟

جواب: مختلف families نے بھی کی اور رشتہ داروں نے بھی کی لیکن لوگ مخلص بھی نہیں تھے اور بہت سے لوگوں نے منفی کردار ادا کیا۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بنیادی وجہ آج شادیوں میں اختلافات اور علیحدگی کی کیا ہے؟

جواب: بچیوں کی ان کی ماں کی غلط تربیت اور بیٹی کی ازدواجی زندگی میں مداخلت۔ لڑکیوں کا طلاق کو مزاق سمجھنا اور معمولی سی باتوں پر طلاق مانگ لینا جس کی وجہ ماں اور بہنوں کی ناجائز تربیت۔ پاکستانی ڈرامے بھی اس کی ایک وجہ ہے۔ والدہ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھائے کہ اپنے گھر کے معاملات اپنے تک ہی رکھے۔ دوسرا یہ کہ جب عورت مرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہو جائے تو پھر مرد کی یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اب اس کی بیوی اس کو وہ عزت نہیں دیتی جو اسکا حق ہے۔ یہیں سے مرد منفی سوچ کا شکار ہو جاتا ہے۔

فرحان سے لیے گئے انٹرویو سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

i. شادی کے پہلے سال سے ہی حقوق کے حصول کا مطالبہ ازدواجی رشتے کو کمزور کر دیتا ہے۔ اپنے حقوق کے لیے کچھ وقت تک اپنے شریک حیات کی موجودہ صورت حال پر تعاون ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ دین کی صحیح تعلیم اور گھر کے ماحول کو دین سے جوڑنے سے مسائل اور اختلافات میں کمی واقع ہوتی ہے۔

ii. ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے مسائل کی ایک بڑی وجہ سسرال کی دخل اندازی ہے۔ جس کے اثرات ذاتی زندگیوں میں بھی پڑتے ہیں اور گھر کا ماحول بھی اس سے خراب ہوتا ہے

iii. اولاد کا نہ ہونا زوجین کے درمیان کے تعلق کو کمزور کرتا ہے۔اگر قدرتی طور پر اولاد نہیں تو اس معاملے میں زوجین کے اندر اختلافات کو پیدا ہونے سے امکان حد تک روکنا چاہیے جس میں سب سے اہم کردار دونوں طرف کے والدین کا ہے۔

iv. عموماً زوجین کے درمیان پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کی بجائے ہمارا معاشرہ اس میں مزید بگاڑ پیدا کر رہا ہے۔ زوجین کو عوام الناس سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے ماہرین اور اہل علم سے رجوع کرنا چاہیے۔

خاندانی مسائل زوجین کے باہمی تعلق پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور ایک گھر میں رہنے والے باقی افراد کو بھی متاثر کرتے ہیں اور عصر حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کے آنے سے چند لمحوں میں اثرات کئی گھروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ان مسائل کے اسباب میں اصل سبب دین کی بنیادی تعلیم تک سے دوری ہے۔اس کے ساتھ معاشرے میں موجود اخلاقی برائیاں، غلط نظریات اور بے وجہ کی دخل اندازی گھروں کے سکون کو بے سکونی کی طرف لے جاتے ہیں۔

فصل سوم:

اولاد سے متعلقہ مسائل اور انکی وجوہات

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل اور انکی وجوہات

بچے گھروں کے لیے رونق ہوتے ہیں اور ہنستے مسکراتے ہی اچھے لگتے ہیں۔ اسلام میں بھی بچوں سے شفقت کا پیغام دیا گیا ہے۔ ایک حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتا ہے:

"قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ."[167]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

لیکن دور حاضر میں والدین کے پاس وقت کی کمی بچوں کی ذہنی نشوونما پر برے اثرات ڈال رہی ہے۔ والدین جہاں زندگی کی گاڑی چلانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں وہاں وہ لوگ بچوں کو پوری طرح توجہ نہیں دے پاتے۔ جو وقت ان بچوں کے ساتھ رہنے اور ان کی تربیت کرنے کا ہوتا ہے، وہ وقت بھی والدین اپنی مصروفیات میں گزار دیتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی نے گھروں میں بھی انسان کو مصروف کر رکھا ہے۔ وقت کی کمی اور والدین کی مصروفیات بچوں سے ان کی دوری کا سبب بنتی ہے اور یہ انکے اور بچوں کے درمیان ایک دن جھجک کی دیوار قائم کر دیتی ہیں۔ بچے اپنے والدین سے دل کی بات نہیں کہہ پاتے اور والدین کی بے جا سختی بچوں میں خوف کی فضا پیدا کر رہی ہے جو بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ والدین کی توجہ نہ ملنے کے باعث بچے غلط راہوں کا انتخاب کر لیتے ہیں اور دوسرے لوگوں میں وہ محبت اور شفقت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو محبت اور شفقت ان کو اپنے والدین سے حاصل نہیں ہو پاتی۔ دوسری جانب اولاد کا نہ ہونا، خواہ فطری طور پر ہو یا ارادۃً اولاد نہ پیدا کی جائے، طلاق کی شرح میں اضافے کا باعث ہے۔[168] ضروری ہے کہ اللہ نے جو نعمت اولاد کی صورت میں دی ہے اس کے مسائل کو سمجھا جائے۔

---

[167] صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، ناشر: دار السلام، سن اشاعت 1433ھ، 584/5، حدیث: 5997

[168] Heaton, T. B. (1990). Marital stability throughout the child-rearing years. Demography, 27, 55–63

1) تعلیم و تربیت

پیدائش سے لے کر کم از کم بیس سال کی عمر تک والدین کو اس عرصہ میں اہم کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ والدین کی بچوں سے دوری، زیادہ آزادی، یا پھر والدین کی طرف سے احساس ذمہ داری سے فرار، یا گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے بچے کی شخصی تعمیر میں کمی رہ جاتی ہے۔ اس عمر میں بچہ یا تو آزادی چاہتا ہے، یا زیادہ آزادی کی وجہ سے والدین کو اہمیت نہیں دیتا ہے، یا پھر گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے معاشرے سے نفرت کرتا ہے۔ ان سب صورت حال کی وجہ سے بچہ ہمیشہ غلط اور انتہائی قدم اٹھالیتا ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمت اللہ علیہ سورۃ انعام آیت 151 کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت نہ دینا جس کے نتیجہ میں وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی فکر سے غافل رہے، بد اخلاقیوں اور بے حیائیوں میں گرفتار ہو یہ بھی قتل اولاد سے کم نہیں۔ قرآن کریم نے اس شخص کو مردہ قرار دیا ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کی اطاعت نہ کرے۔"[169]

بچوں کی تعلیم و تربیت کے زمرے میں ان کی اخلاقی تعلیم، جنسی تعلیم، مذہبی تعلیم، جذباتی تعلیم، معاشرتی تعلیم اور محنت و مشقت کی تربیت شامل ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی کمی بھی بہت سے مسائل کا باعث بنتی ہے۔ ناقص تعلیم و تربیت کی ایک وجہ والدین اور اساتذہ کا بچے کی نفسیات سے ناواقف ہونا ہے۔ وہ اس کو اسی ایک انداز سے دیکھتے ہیں اور اس کی تربیت کرتے ہیں جو بس ان کی سوچ تک محدود ہوتا ہے۔ نتیجتاً بچہ مزید دور ہوتا جاتا ہے اور اس کے اندر بگاڑ پیدا ہوتا جاتا ہے۔[170] اسی طرح مشترکہ خاندانی نظام میں والدین اور ان کے والدین کے درمیان بچے کی تربیت کے لحاظ سے اختلافات بھی بچے کی ایک سمت میں تربیت میں رکاوٹ بنتی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام میں خصوصاً اور علیحدہ نظام میں عموماً بچوں کا دوسرے گھروں کے بچوں سے موازنہ کرنا بھی بچوں کے ذہن کو متاثر کرتا ہے اور ان میں احساسِ کمتری اور دوسرے بچوں کے متعلق منفی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

ڈاکٹر ام کلثوم لکھتی ہیں:

"بچوں کی عادات اور کامیابیوں کے موازنہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک کی تعریف و توصیف دوسرے میں رد عمل کے جذبات پیدا کر سکتی ہے۔ اس کائنات کا ہر فرد اپنی جگہ بے مثال ہے۔ دوسروں سے موازنہ میں بچہ اپنی سبکی محسوس کرتا ہے۔ مثلاً کوئی بچہ جلد چلنے لگتا ہے، کوئی دیر میں، کوئی باتیں جلد شروع

---

169 شفیع۔ محمد، معارف القرآن۔ جلد 3۔ صفحہ 151، ناشر مکتبہ معارف القرآن، کراچی، اپریل 2008

170 ڈاکٹر عبدالرؤف، بچوں کی نفسیات، ناشر فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، 2008ء، صفحہ: 221-222

کرتا ہے کوئی اس معاملہ میں خاصا پیچھے رہ جاتا ہے۔۔۔ایسے موازنے رد عمل کے ایسے جذبات پیدا کر دیتے ہیں کہ پھر ان پر قابو پانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔"[171]

2) بچوں کا جھوٹ بولنا

بچوں کے جھوٹ بولنے کی تین اہم وجوہات ہیں؛ توجہ حاصل کرنا، کسی مشکل سے بچنے کے لیے، اور اپنے آپ کو بہتر محسوس کرنے کے لیے. ڈاکٹر عبد الرؤف نے بچوں کے جھوٹ کی عادت سے متعلق بتایا ہے کہ بچوں کے جھوٹ بولنے کے اسباب اور محرکات بے شمار ہیں۔ انہوں نے بچوں کے جھوٹ کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے جو کہ کچھ اس طرح ہیں:

a) دل لگی کے لیے جھوٹ: جیسے بچے کا والدین سے یہ کہنا کہ اس نے سکول سے آتے ہوئے راستے میں شیر دیکھا۔ غیر فطری اور غیر معمولی باتیں بیان کرنا اس کے لیے دراصل دل لگی کے لیے ہے۔

b) ذہنی انتشار کی وجہ سے جھوٹ: جیسے کوئی واقعہ بیان کرتے وقت پوری بات یاد نہ ہو تو واقعہ کچھ کا کچھ بیان کر دینا۔

c) خود نمائی کے جھوٹ: یعنی سب کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بولا جانا جیسے بچہ یہ کہے: "میں نے آج دو سانپ مارے ہیں۔"

d) بغض اور انتقام کے جھوٹ: کسی لڑائی کی وجہ سے جب بچوں کی آمنے سامنے لایا جائے اور پوری بات پوچھی جائے تو ایک بچے کی بات کے جواب میں دوسرا انتقاما اس پر ایسا الزام لگادے کہ جس سے یوں لگے کہ قصور دونوں کا تھا یا بات کچھ کی کچھ بن جائے۔

e) بہانہ سازی کے جھوٹ: بچے جب کوئی قابل سرزنش حرکت کر بیٹھتے ہیں تو سزا سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔

f) خود غرضی کے جھوٹ: کسی ذاتی مفاد کے لیے جھوٹ بولنا جیسے امتحان میں نقل کرنا، کھیل میں جھوٹ بول کر جیت جانا وغیرہ۔

g) وفاداری کے جھوٹ: اپنے کسی دوست کو سزا سے بچانے کے لیے عموماً سکول میں جھوٹ بول دیتے ہیں اور گواہی کو چھپا لیتے ہیں۔

---

[171] بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ڈاکٹر ام کلثوم، ناشر: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، سن اشاعت: 2006، صفحہ 133

h) رواج کے جھوٹ: وہ سارے جھوٹ جو بچہ روزمرہ کی زندگی میں معاشرے کو دیکھ کر سیکھتا ہے جیسے ابو سے کوئی ملنے آئے یا فون کرے تو بچے کے ذریعے پیغام دیا جاتا ہے کہ ابو گھر پر نہیں ہیں۔[172]

3) بہت زیادہ سکرین کے سامنے بیٹھنا

دور حاضر میں ایک اہم مسئلہ بچوں میں یہ ہے کہ مختلف الیکٹرانک آلات کی سکرین کے سامنے دن میں بہت زیادہ وقت گزار دیتے ہیں اور ان کا دھیان کارٹونز، گیمز اور مختلف دیگر پروگرامز کی طرف رہتا ہے۔ ان کو اگر روکا جائے یا ان کے ہاتھ سے وہ چیز لے لی جائے تو بچوں کے مزاج میں چڑچڑا پن اور ضد آجاتی ہے۔ بہت سی گیمز ایسی ہیں کہ جو levels کے انداز میں ترتیب دی گئی ہوتی ہے۔ بچہ جب ایک level ختم کرتا ہے تو ساتھ ہی آگے سے آگے جاتا جاتا ہے۔ یہ اس کے دماغ پر بیٹھ جاتی ہے اور وہ سوتے جاگتے اسی میں مگھن رہتا ہے۔ پڑھائی کے دوران اس کو بار بار یہی خیال آرہا ہوتا ہے کہ فلاں level پورا کروں گا تو اتنی چیزیں اس میں ملیں گی۔ اس طرح بچہ ایک خوابی دنیا میں بسنے لگتا ہے۔ یہ چیز اس کو پڑھائی میں اور روزمرہ کی زندگی میں کمزور کرتی جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی جسمانی بیماریوں کا بھی باعث بنتی ہے۔ ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پر تشدد ویڈیو گیمز بچوں میں جارحانہ مزاج پیدا کرنے کا ایک سبب ہے[173]۔ تعلیمی نتائج میں کم گریڈ حاصل کرنے والے بچوں میں 47 فیصد بچے ایسے تھے جو میڈیا (موبائل، ٹی وی، کمپیوٹر، گیمز وغیرہ) کا استعمال بہت زیادہ کرتے تھے۔ ان میں اداس رہنے، تنہائی محسوس کرنے اور سکول میں خوش نہ رہنے کے مسائل باقی بچوں کی نسبت زیادہ دیکھے گئے ہیں۔ جبکہ اے اور بی گریڈ لینے والے بچوں میں سب سے زیادہ تعداد ان بچوں کی ملی ہے جو دن میں سب سے کم میڈیا کا استعمال کرتے ہیں۔ ان بچوں کے باقی نفسیاتی مسائل بھی دیگر بچوں کی نسبت کم ہیں۔ سکرین کے سامنے بہت زیادہ وقت گزارنا بچوں اور نوجوانوں میں نفسیاتی مسائل کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں کا بھی باعث ہے۔[174] ان پر وقت کے ساتھ ساتھ توجہ دینا ضروری ہے۔

4) ازدواجی زندگی میں پہلے بچے کی آمد کے بعد شوہر اور بیوی کے درمیان آنے والے فرق

---

[172] ڈاکٹر عبدالرؤف، بچوں کی نفسیات، ناشر: فیروز سنز لاہور، سن اشاعت: 2008ء، صفحہ 107

[173] Anderson, C. A., Shibuya, A., Ihori, N., Swing, E. L., Bushman, B. J., Sakamoto, A., … Saleem, M. (2010). Violent video game effects on aggression, empathy, and prosocial behavior in Eastern and Western countries: A meta-analytic review. Psychological Bulletin, 136(2), 151–173.

174 Neza Stiglic, Russell M Viner, Effects of screen time on the health and well-being of children and adolescents: a systematic review of reviews , Volume 9, Issue 1, BMJ journals

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کے درمیان پہلے بچے کی آمد ایک خوشی کا موقع تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ بہت سی ذہنی پریشانیوں اور مسائل کو بھی جنم دیتا ہے۔ اکثر شادی شدہ جوڑوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ ان کے درمیان بچوں کی آمد کے بعد کیا تبدیلیاں رونما ہوں گی جس کے باعث اچانک آنے والی تبدیلیوں کو وہ سمجھ نہیں پاتے اور مسائل پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ Dr. John Gottman Institute کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ 67 فیصد جوڑے اپنے بچے کے پہلے تین سال بہت افسردہ رہتے ہیں۔[175] مرد عورت کے مسائل نہیں سمجھ پاتا اور اسے سمجھ نہیں آتی کہ کس انداز سے مدد کی جائے۔[176] گھریلو کام کاج میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ذاتی زندگی میں حرج واقع ہونے لگتا ہے اور پہلے کی نسبت ازدواجی زندگی کے تعلقات متاثر ہونے لگتے ہیں۔ شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے لیے جو وقت پہلے ہوتا تھا اب بچے کے ساتھ گزرتا ہے۔ اخراجات میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔[177] چند عام پیش آنے والے مسائل میں سے پریشانیوں میں اضافہ، اخراجات میں اضافہ، گھر کے ماحول میں تبدیلی، ذاتی زندگی میں حرج، ایک دوسرے کو توجہ نہ ملنا، مزید بچوں کی آمد سے شوہر کی اہمیت میں کمی اور بیوی پر کاموں کا بوجھ، آپس کی محبت میں کمی، خواتین جو اپنے پیشے کے ساتھ ساتھ ماں بھی ہوتی ہیں بالکل ہی ہر طرف سے پس کر رہ جاتی ہیں، بچوں کو Daycare کے حوالے کرنا جیسے مسائل دیکھنے میں آتے ہیں۔[178] ایسے بچوں کی تربیت متاثر ہوتی ہے۔

5) بچوں کو وقت نہ ملنا

جن بچوں کو گھر میں توجہ نہیں ملتی وہ گھر سے باہر دوست زیادہ بنانے لگتے ہیں۔ جن والدین کے دن رات مصروف ہی رہیں اور وہ بچوں کو وقت نہ دے سکیں تو ان بچوں کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، نہ ہی ان کو صحیح اور غلط کی پہچان ہو پاتی ہے۔ نتیجۃً وہ بری صحبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی دوستیاں ہر ایک سے ہونے لگتی ہیں۔ اچھے برے کی پہچان ان کو نہیں ہوتی ان بچوں کے برائی میں پڑنے کے امکانات باقی بچوں کی نسبت کئی گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ پہلے نوکری اور روزمرہ زندگی نے انسان کو الگ مصروف کیا ہوتا تھا رہی سہی کسر میڈیا، جدید آلات اور آئے دن جدید دور کی نئی نئی ایجادات نے پوری کر لی ہے۔[179] والد کی مصروفیات، والدہ کی نوکری۔ جدید آلات، بچوں پر اسکول کے کام کا بوجھ، ملکی حالات، مسائل۔ برطانیہ کی ایک تحقیق جو 1500 ملازمت پیشہ والدین کے متعلق کی گئی، میں معلوم ہوا ہے کہ 43 فیصد خاندانوں کے لیے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا ایک جدوجہد

---

[175] https://www.gottman.com/blog/bringing-baby-home-the-research/ Accessed: 28/4/2019

[176] https://www.thebump.com/a/shocking-ways-marriage-changes-after-baby Accessed: 28/4/2019

[177] https://www.parents.com/parenting/relationships/staying-close/marriage-after-baby/ Accessed: 28/4/2019

[178] https://www.thebump.com/a/shocking-ways-marriage-changes-after-baby, Accessed: 30/4/2019

[179] http://ibcurdu.com/news/37834, Accessed: 30/4/2019

ہے۔ مل بیٹھ کر گفتگو کرنا، بچوں کے ساتھ کھیلنا اور ان کو وقت دینا پورے ہفتے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ جو وقت اکٹھا گزرتا بھی ہے تو وہ والدین کی آپس کی گفتگو میں گزرتا ہے یا سکرین کے سامنے۔ بہت سی گفتگو والدین کی بچوں سے صرف کسی کام کے کرنے کے متعلق ہوتی ہے یا کسی کام کو کیسے کرنا ہے بتانے کے لیے۔[180] ایک اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آج بچہ پورے ہفتے میں اندازاً صرف 4 گھنٹے گھر سے باہر کھیل پاتا ہے جبکہ ان کے والدین کے بچپن کا اندازا لگایا گیا تو وہ 8 اشاریہ 2 گھنٹے نکلا ۔ دس فیصد بچوں نے پورا سال کسی قدرتی ماحول میں کھیلا تک نہیں۔[181] اس سب کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو وہ توجہ نہیں مل رہی جوان کی ذہنی، جسمانی، نفسیاتی اور روحانی تربیت کے لیے ضروری ہے۔

Generation Gap (6

والدین اور اولاد کے درمیان نظریات کی بناء پر پیدا ہونے والے اختلافات کو[182] Generation Gap کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ اختلافات تب جنم لیتے ہیں کہ جب ادھیڑ عمر افراد اور نوجوان بچوں کے درمیان عمر اور تجربے کا واضح فرق ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے نظریات کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔[183] عصرِ حاضر میں جیسے جیسے ٹیکنالوجی ترقی کر رہی ہے ہماری زندگیوں پر اس کے مثبت اور منفی اثرات رونما ہو رہے ہیں۔

ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد ایک دوسروں سے دور اور سینکڑوں میل دور لوگوں سے سوشل میڈیا کے ذریعے قریب نظر آتے ہیں۔ یہی حال کچھ والدین اور بچوں کے درمیان ہے۔ یا تو والدین کو ٹیکنالوجی سے اتنی واقفیت نہیں اور بچے ان کے سامنے موبائل فون، ٹیب اور دیگر آلات کے ذریعے کسی اور ہی دنیا میں ہر وقت مگھن نظر آتے ہیں یا دونوں اپنی اپنی دنیا بسائے بیٹھے ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے کی بات سننے اور ایک دوسرے کا حال دریافت کرنے تک کی فرصت نہیں۔ نوجوان نسل اپنی روایات اور تہذیب کو چھوڑ کر مغربی اقدار میں خوشی کا سامان ڈھونڈ رہی ہے اور والدین اس کی بات کو معمولی سمجھ لیتے ہیں یا لاعلمی کی وجہ سے ان کو علم ہی نہیں کہ اولاد کس سمت جا رہی ہے۔ یہ ان دونوں کے درمیان کے Generation Gap کے نتائج ہیں۔ اس کے علاوہ انا پرستی اور دین سے دوری نے بھی آج کی نوجوان نسل اور والدین کے مابین کبھی نہ پر ہونے والے خلاء کو جنم دیا ہے۔ اس دوری کی وجہ والدین اور اولاد کے درمیان رویوں کا فرق، ترجیحات اور خیالات میں اختلاف اور غلط فہمیاں

---

[180] https://www.mirror.co.uk/news/uk-news/half-parents-spend-less-hour-11933959, Accessed: 30/4/2019

[181] https://www.childinthecity.org/2018/01/15/children-spend-half-the-time-playing-outside-in-comparison-to-their-parents/?gdpr=accept, Accessed: 2/5/2019

[182] مختلف نسلوں میں اقدار، عقائد، اور رویوں پر اختلافات اور غلط فہمیاں ہونا۔

[183] https://www.dictionary.com/browse/generation, Accessed: 2/5/2019

ہوتی ہیں دونوں اپنی جگہ الگ الگ زاویئے سے سوچتے ہیں اور یہ باہمی فرق کام کرنے کے انداز سے لے کر ٹیکنالوجی کے استعمال تک واضح طور پر نظر آتا ہے۔نوجوان اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتے ہیں جبکہ والدین ان کی بات کو اہمیت نہیں دیتے اور اولاد پر اعتماد نہیں کرتے۔والدین اپنے بچوں کو سمجھ نہیں پاتے اور اولاد اپنے والدین کو سمجھنا نہیں چاہتی والدین اولاد پر اپنی مرضی کے مطابق فیصلے تھوپ دیتی ہے۔بچوں پر بے جا روک ٹوک کرتے ہیں اور اسے کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں حالانکہ ہر کسی کے خیالات کو زبردستی نہیں بدلا جا سکتا۔Generation gap[184] سے متعلق سروے میں یہ بات سامنے آئی کی لوگوں کی اکثریت اس بات سے اتفاق کرتی ہے کہ والدین اور بچوں کے درمیان generation gap واقع ہو رہا ہے۔

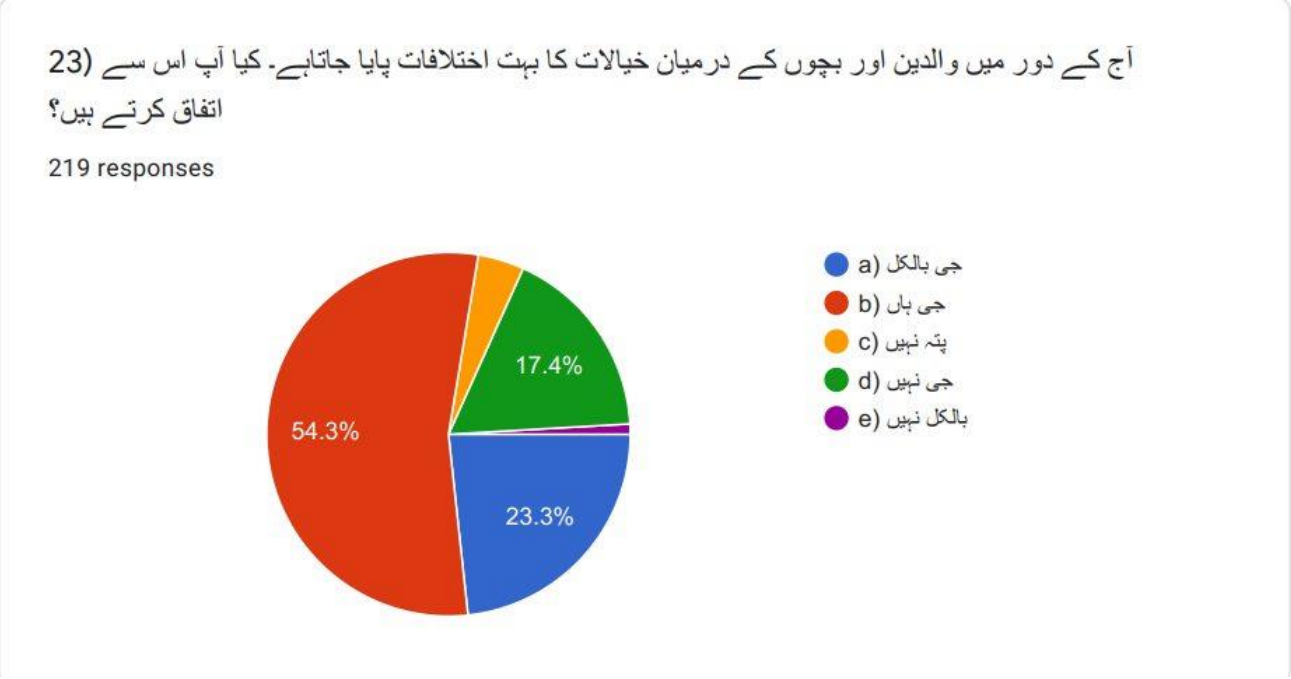

7) انٹرنیٹ اور بچے:

اگرچہ یہ انٹرنیٹ کا دور ہے، کاغذ اور قلم کا استعمال بتدریج کم ہو رہا ہے، عملی زندگی میں یہ ضرورت بھی بن چکا ہے لیکن انٹرنیٹ کا بلا ضرورت اور بے تحاشا استعمال طالب علموں، بالخصوص پرائمری اور ثانوی تعلیم کے بچوں اور نوجوانوں کو کتب بینی،

184 روزنامہ نوائے وقت، 11 اپریل، 2015

لکھنے لکھانے اور دوسری مثبت سرگرمیوں سے دور لے جارہا ہے۔ عصر حاضر میں بچوں کی پہنچ انٹرنیٹ تک پہلے کی نسبت بہت آسان ہو گئی ہے۔

Kraut لکھتے ہیں:

''انٹرنیٹ بذاتِ خود خاندان کی آپس کی گفتگو اور میل جول میں کمی کا باعث بن گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ڈپریشن اور تنہائی کو جنم دے رہا ہے۔''[185]

اردو صفحہ پر ایک پوری داستان موجود ہے ایک خاتون کی جس کا شوہر فحش فلموں کا عادی تھا اور شروع ہی سے اپنی بیوی پر تشدد اور جنسی زیادتی میں ملوث رہا۔[186] اب جو بچے بے دریغ اور بلا کسی روک ٹوک کے انٹرنیٹ استعمال کر رہے ہیں اور ہر قسم کا مواد ان کے لیے کھلا ہے تو کل کو پورے معاشرے میں ایسے مرد اور عورتیں جنم لیں گی جو اپنی ازدواجی زندگیاں بھی خراب کریں گے اور معاشرے کے لیے بھی اذیت کا باعث بنیں گے۔

Single Parenting[187] (8

دورِ حاضر میں ایک مسئلہ Single Parenting کا ہے جس میں دن بدن طلاق کی شرح بڑھنے سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ Pakistan Journal of Psychological Research میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ Single Parenting کی نگرانی میں رہنے والے بچوں کے رویوں میں زیادہ مسائل پائے گئے ہیں نسبت ان بچوں کے جو ماں اور باپ دونوں کے ساتھ رہے ہیں۔[188]

طلاق بچے کی عمر اور پختگی، مزاج اور صنف کی ایڈجسٹمنٹ پر اثر انداز ہوتی ہے۔[189] موت اور طلاق کے اثرات بچوں پر مختلف ہو سکتے ہیں۔ American Journal of Community Psychology میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جسے سے معلوم

---

185 Kraut, R., Lundmark, V., Kiesler, S., Mukhopadhyay, T., & Scherlis, W. (1998). Internet paradox: A social technology that reduces social involvement and psychological well-being? American Psychologist, 53, 1017–1031.

186 https://www.urdusafha.pk/side-effect-of-watch-pornography/, Accessed: 28/5/2019

187 یہ اصطلاح ایسے بچوں کے والدین کے لیے بولی جاتی ہے جو اکیلے اپنی اولاد کی پرورش کر رہے ہوں اور اس سے پہلے وہ شادی شدہ تھے اور انکی علیحدگی ہو گئی ہو۔

188 Mughera Sohail, and Syeda Shamama-tus-Sabah, Comparative Study of Children’s Adjustment in Intact and Single Parent Families, Pakistan Journal of Psychological Research, 2016, Vol. 31, No. 2, 495-508

189 Papalia, D. E., Olds, S. W., & Feldman, R. D. (2002). A child’s world: Infancy through adolescence (9th ed.). New York: McGraw Hill

ہوتا ہے کہ والدین کی موت کا منفی اثر والدین کی طلاق کے مقابلے میں کم ہے۔[190] یعنی بچے والدین کی علیحد گی سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کیسے اختلاف نے شادی کے رشتے کو ختم کر دیا ہو، اس رشتے کا ٹوٹنا بچوں کے لیے ایک صدمہ ہوتا ہے۔ طلاق یا علیحد گی کی وجہ سے بچے اپنے آپ کو قصوروار سمجھ سکتے ہیں۔ وہ مستقبل سے ڈر سکتے ہیں اور والدین کی وجہ سے تکلیف کی کیفیت سے گزر سکتے ہیں۔[191]

نسل انسانی کی بقا نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ ازدواجی زندگی اولاد سے منسلک ہے۔ عصر حاضر میں پیش آنے والے ایسے مسائل جو اولاد سے متعلق ہیں ان میں والدین کا مسائل کے متعلق لاعلم ہونا مزید مسائل پیدا کرنے کا باعث ہے۔ اس میں والدین اور اولاد کے درمیان میں دوریاں بھی پیدا ہونے لگتی ہیں اور اولاد غیر ارادی طور پر اپنے مسائل کے حل کے لیے اور ذرائع ڈھونڈتی ہے جس میں ان کی ناسمجھی اور کم عمری ان کو اکثر غلط راہوں پر لے جاتی ہے۔ والدین کا دین کے بنیادی علوم اور بچوں کے متعلق مسائل سے لاعلم رہنا مزید مسائل کا باعث بنتا رہے گا۔ خصوصاً جدید دور میں رہن سہن کے انداز میں تبدیلی سے اولاد اور والدین میں مزید جنریشن گیپ پیدا کرے گی۔

[190] Felner, R. D., Ginter, M. A., Boike, M. F., & Cowen, E. L. (1981). Parental death or divorce and the school adjustment of young children. American Journal of Community Psychology, 9(2), 181-191.
[191] Papalia, D. E., Olds, S. W., & Feldman, R. D. (2002). A child’s world: Infancy through adolescence (9th ed.). New York: McGraw Hill

فصل چہارم:

زوجین کے معاشی مسائل اور انکی وجوہات

فصل چہارم-زوجین کے معاشی مسائل اور انکی وجوہات

معاشی حالت ازدواجی زندگی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ایک خاندان کی معاشی حالت اس کے آپس کے تعلقات اور گھر کے ماحول پر اثرانداز ہوتی ہے۔ بہت سے خاندانی جھگڑوں کے پیچھے سبب مالی معاملات نظر آتے ہیں جو تھوڑا تھوڑا کر کے بڑے مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ جنوبی امریکہ میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق اس وقت مال اور اس متعلق معاملات طلاق کے اسباب میں تیسرا سبب سے بڑا سبب ہے۔ معاشی پریشانیاں، آپس کی گفتگو اور لگاتار معاشی اختلافات[192]؛ یہ سب وہ اسباب ہیں جو باہمی تعلقات کو کمزور اور طلاق کی شرح کو بڑھانے کا باعث ہیں[193] ایکسپریس سروے کے مطابق ملک میں مالی پریشانیاں بھی ایک سبب ہے گھریلو جھگڑوں اور خودکشی کا۔[194] معاشی مسائل کا ازدواجی زندگی میں اتنا اثر ہے کہ AICPA کے مطابق 88 فیصد شادی شدہ افراد جن کی عمر 25 سے 34 سال ہے کا کہنا ہے کہ معاشی مسائل ان کے ازدواجی تعلقات میں ذہنی پریشانیوں کا باعث ہے۔[195] دورِ حاضر میں ازدواجی زندگی سے متعلق چند مسائل درجہ ذیل ہیں

1) حق مہر میں افراط و تفریط:

حق مہر جو کہ عورت کا حق ہے اور اس کے ادا کیے بغیر عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی،اس کے بارے میں ہمارے ہاں مختلف قسم کے مسائل پائے جاتے ہیں۔ علامہ زاہد الراشدی نے اپنے کالم میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو مختصر انداز میں یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔ علامہ زاہد الراشدی نے بتایا ہے کہ مہر کے بارے میں ہمارے ہاں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ اس صورت میں واجب الادا ہوتا ہے جب خاوند فوت ہو جائے یا وہ عورت کو طلاق دے دے۔ کہتے ہیں کہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے۔اس لیے کہ نکاح میں جو مہر مقرر ہوا ہے نکاح کے بعد میاں بیوی کے یکجا ہونے کے بعد وہ بہر حال واجب ہو جاتا ہے اور یہ خاوند کے ذمہ بیوی کا قرض ہے۔ حق مہر کا طلاق یا موت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور خاوند کو یہ بہر صورت ادا کرنا ہے۔ اگر خاوند اپنی بیوی کا حق مہر ادا نہیں کرے گا یا بلا وجہ ٹال مٹول سے کام لے گا تو شرعاً اسی طرح حق تلفی کا مجرم ٹھہرے گا جیسے کسی سے قرض لے کر واپس نہ کرنے والا شخص مجرم قرار پاتا ہے. مہر کے بارے میں یہ بھی غلط فہمی ہے کہ سہاگ رات یہ معاف کرا

---

[192] Dew, J., Britt, S., & Huston, S. Examining the relationship between financial issues and divorce. Family Relations, 2012, *61*, 615–628.

[193] Archuleta, K. L., Britt, S. L., Tonn, T. J., & Grable, J. E. (2011).Financial satisfaction and financial stressors in marital satisfaction. Psychological Reports

[194] غربت اور بیروزگاری سے خودکشی کے رجحان میں اضافہ ہو گیا،ایکسپریس نیوز پیپر 3 اگست 2015

[195] AICPA 2016 Press Releases, New Survey Finds Money Issues Cause Frequent Tension in Majority of Millennials' Romantic Relationships, February 11, 2016

لیا جائے تو یہ ذمہ سے ختم ہو جاتا ہے جبکہ حقیقتاً یہ تب معاف ہو سکتا ہے کہ عورت کو ادا کر دیا جائے اور پھر وہ اپنی خوشی سے واپس کر دے۔ اسی طرح شادی پر لاکھوں خرچ کرنے والے بھی اس غلط فہمی میں ہیں کہ حق مہر کی مقدار بتیس روپے چھ آنے ہے جسے شرعی مہر کا نام دیا جاتا ہے۔ شرعاً مہر کا اصول یہ ہے کہ لڑکے کی مالی حیثیت کے مطابق جتنا اس وقت کے حالات کے مطابق مناسب اور باوقار ہو اتنا مہر مقرر کرنا چاہیے۔ یعنی اتنا زیادہ نہ ہو کہ لڑکے پر بوجھ ہو اور اتنا کم نہ ہو کہ لڑکی والوں کے لیے خفت کا باعث بنے۔ بلکہ احناف کے ہاں تو ایک حدیث نبویؐ کے مطابق دس درہم مالیت سے کم مہر مقرر کرنا شرعاً درست بھی نہیں ہے جو کہ تقریباً تین تولے چاندی بنتی ہے۔[196] حق مہر کے متعلق صحیح علم دینا ضروری ہے۔

2) اولاد کی پرورش

اولاد کی پرورش میں جو بنیادی رکاوٹ ہے وہ معاشی مسائل ہیں۔ بچوں کی روزمرہ کی ضروریات، تعلیم و تربیت، سیر و تفریح کو عصر حاضر میں ہمارے ملک کی بڑھتی مہنگائی میں پوری کرنا ایک متوسط خاندان کے لیے تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ Numbeo[197] نے پاکستان میں رہن سہن کے اخراجات 728 لوگوں کے تعاون سے مرتب کیے ہیں جس کے مطابق ایک بچے کی پرورش اور تعلیم کے اخراجات اس وقت یہ ہیں

سکول فیس ماہانہ 3000-15000

وین کے اخراجات 1000-2000

سٹیشنری سال بھر کی 3000-6000

لنچ: 30-50 روپے یومیہ

کتب: 1000-5000 سالانہ

یونیفارم: 500-1500 سال میں کم از کم دو[198]

---

[196] روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، تاریخ اشاعت : ۲۳ مارچ ۱۹۹۹ء

[197] Numbeo is the world's largest database of user contributed data about cities and countries worldwide. Numbeo provides current and timely information on world living conditions including cost of living, housing indicators, health care, traffic, crime and pollution. https://www.numbeo.com/cost-of-living

[198] https://www.numbeo.com/cost-of-living/country_result.jsp?country=Pakistan, Accessed: 15/5/2019

یہ سب وہ اخراجات ہیں جو بچے کی بنیادی ضروریات ہیں۔ مزید ہر ہفتے اسکول سے آنے والے نوٹسز الگ ہیں سال میں سالانہ اخراجات اور امتحانات کی فیس الگ۔ اس کے علاوہ بچوں کو تفریح کے مواقع فراہم کرنا الگ ہے جو کہ ہر ایک کے لیے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ بچوں کا بہلا کر ان کا رجحان بدلتے ہیں یا پھر وہ بچے گلی محلوں میں اِدھر اُدھر پھر کر ہی دل بہلا لیتے ہیں۔

3) عورت کا نوکری کرنا

اگرچہ عورت کی ضرورت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ہے اور جو کام عورت کر سکتی ہے وہ مرد نہیں کر سکتے لیکن گھریلو زندگی پر عورت کی نوکری کرنے کے مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چونکہ شرعاً نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے تو اصولاً مرد ہی کو پورا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ ﴾ [199]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔"

یہ آیت مبارکہ وضاحت کرتی ہے کہ عورت کا نان نفقہ مرد کے ذمے ہے۔ اب اگر اس اصول کو اپنایا جائے تو مرد پر ذمہ داریوں کا بوجھ مزید بڑھ رہا ہے۔ جبکہ عورت کے اوپر ذمہ داریاں کم ہو رہی ہیں۔ گھر کے کام کاج ویسے کے ویسے ہی رہ جاتے ہیں اور عورت اپنی نوکری کی مصروفیات سے ہی نہیں نکل پاتی یا اس کے برعکس عورت پر کاموں کا مزید بوجھ آتا جاتا ہے۔ نتیجتاً اختلافات جنم لیتے جاتے ہیں۔ میرا مال اور تیرا مال کی باتیں شروع ہو جائیں گی۔ علماء کے پاس ایسے سوالات موصول ہوتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اس بات پر اختلافات رہتا ہے کہ عورت کی کمائی کیا صرف عورت کی ہے یا مرد پر بھی اس کو خرچ کرنا چاہیے۔[200]۔ اسی طرح یہ اختلافات بھی سامنے آتے ہیں کہ عورت کماتی رہتی ہے اور مرد اس سے اس کا کمایا ہوا مال لے لیتا ہے اور اگر عورت کو اپنی ضروریات کے لیے بھی صرف جیب خرچ دیتا ہے تو وہ بھی بمشکل۔[201] اس قسم کے کئی مسائل ہیں جو عورت کے نوکری سے متعلق ہیں۔ یا تو ایک طرف عورت بالکل اپنا مال خرچ کرنے کو تیار نہیں ہے یا پھر

---

[199] سورۃ النسآء 34:4

[200] 300 سوال جواب برائے میاں بیوی، عمر عبد المعلم السلیم، ترجمہ: حافظ عبداللہ سلیم، مکتبہ بیت السلام، 2014ء، صفحہ 46

[201] 300 سوال جواب برائے میاں بیوی، عمر عبد المعلم السلیم، ترجمہ: حافظ عبداللہ سلیم، مکتبہ بیت السلام، 2014ء، صفحہ 47

دوسری جانب مرد کی جانب سے عورت کے حقوق میں حق تلفی نظر آتی ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اکثر لوگ عورت کے بلاضرورت نوکری کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔

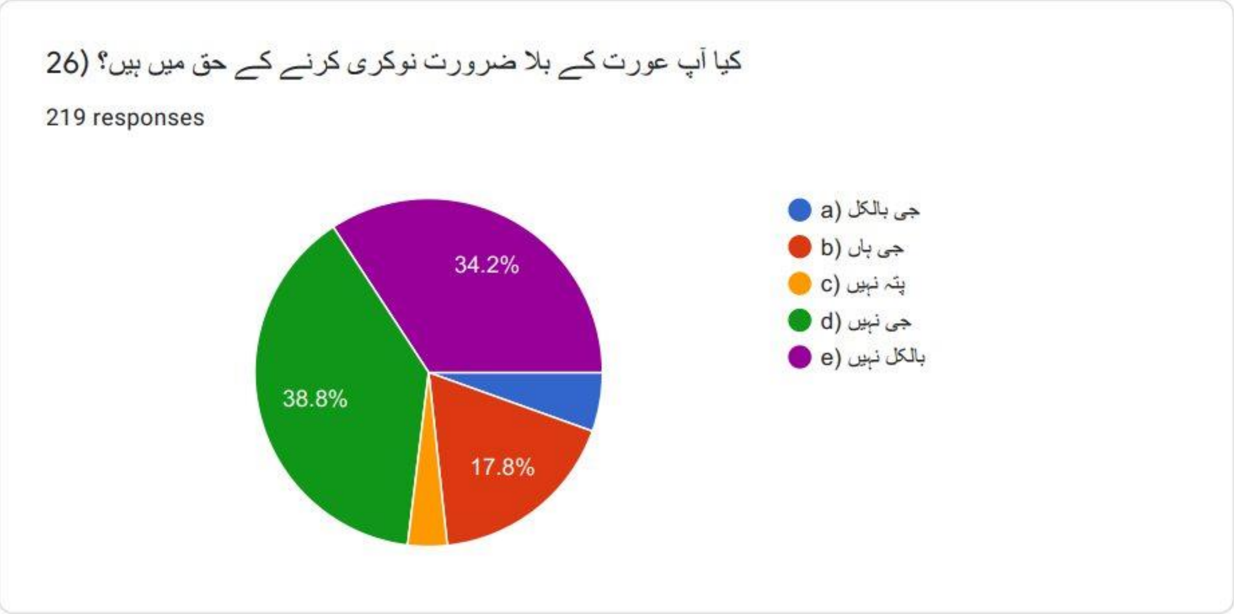

4) مشترکہ خاندانی نظام کی صورت میں مالی کوتاہیاں:

مشترکہ گھر کی صورت میں مختلف مسائل سامنے آتے ہیں۔ زیور، قربانی، اخراجات کی تقسیم، تقسیمِ وراثت وغیرہ۔ اس پر ام عبد منیب نے جو نقاط ذکر کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے مشترکہ خاندانی نظام میں ہر کمانے والے کو اپنی کمائی مشترکہ اخراجات چلانے والے کے حوالے کرنا پڑتی ہے جو اس کے لیے ناگوار امر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کمانے والے اپنی کمائی کی مقدار چھپاتے ہیں اور گھر والوں پر کم کمائی ظاہر کرتا ہے تاکہ کچھ رقم اپنے لیے بچا سکے۔ جو اپنی کمائی پوری سربراہِ خانہ کو بتاتا ہے لیکن اسے دیتا کم ہے، اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ پوری کمائی سربراہ کو دینے والے کو اپنی ذاتی ضروریات پوری کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ سربراہ کو یہ فکر رہتی ہے کہ گھر کا وسیع بجٹ ہر ماہ کس طرح پورا ہو گا۔ بعض ہنگامی اخراجات بھی سامنے آجاتے ہیں جس میں سب مل کر حصہ ڈالنے سے اعراض برتتے ہیں۔ بعض افراد ہمیشہ کم آمدنی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ بعض افراد اپنی ضرورت بتاتے ہی نہیں۔ اسی طرح گھر کے افراد غیر حقیقی ضروریات بھی سربراہ خانہ کو بتاتے رہتے ہیں تاکہ اضافی رقم لے سکیں۔ مالی نقصان کا بہانہ بھی بنا لیتے ہیں۔ پس پشت مالی معاملات میں خرابی کیے واقعات بھی سامنے آتے ہیں۔ گھر میں جو شخص سب سے زیادہ کماتا ہے اس کے بیوی بچوں کو عزت زیادہ دی جاتی ہے اور جو کم کماتا ہے اسے کم سہولتیں دی جاتی ہیں۔ اکثر افراد ایک دوسرے سے چھپا کر خرچ کرتے ہیں۔ مشترکہ رہائش میں کوئی شخص اپنے بیوی بچوں کے لیے یا کسی خاص فرد کے لیے کوئی چیز نہیں لا سکتا کیوں کہ اسے برابری کرنے کے لیے سب کے لیے وہ چیز لانا پڑتی ہے۔ بعض افراد دوستوں سے ملنے کے بہانے اپنے

بیوی بچوں کو لے کر سیر و تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں اور ہوٹلوں اور پارکوں میں بیٹھ کر من پسند کھاتے پیتے ہیں۔[202] اس طرح گھر کا نظام بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔

5) قرض

بہت سے لوگ Careem اور Uber کو ذریعہ آمندی بنانے کے لیے بنکوں سے لیز پر گاڑیاں لے چکے ہیں اور اب کئی کئی سالوں کے لیے پھنس گئے ہیں۔ پرائیویٹ آن لائن ٹیکسی کمپنیوں کی بدلتی پالیسیاں اور بڑھتی مہنگائی خصوصاً پیٹرول کی بڑھتی قیمتوں کی وجہ سے اب ان کی آمدن وہ نہیں رہی جو گاڑی لیتے وقت تھی۔ نتیجۃً ایک طرف ان کو بینک کی قسطیں بھی ادا کرنی ہیں اور دوسری جانب ان کے ساتھ ضروریاتِ زندگی کے بوجھ بھی بڑھتے اور مہنگائی کی وجہ سے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں GO mini کے ڈرائیورز نے مل کر سپریم کورٹ میں احتجاج کیا جس میں یہی شکایات تھیں۔[203] قرض لوگوں پر ایک ذہنی پریشانیاں پیدا کرتا جاتا ہے۔ جب تک وہ قرض سے نجات نہیں حاصل کر لیتے تب تک وہ سٹریس کے مسائل کا شکار رہتے ہیں۔

6) ملکی حالات

انسان کی زندگی پر ماحول اور حالات کا اثر بہت گہرا رہا ہے۔ معاشی مسائل کی بھی ایک بڑی وجہ بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے جو انسان کی پریشانیوں میں آئے دن اضافے کا باعث بن رہی ہے۔ ضروریاتِ زندگی پوری نہ ہو سکنا کتنے لوگوں کی خودکشی کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس سال میں کھانے کی اشیا کی قیمت میں اضافہ کچھ رہا۔ اپریل 2019 سے اپریل 2020 کا موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر مہنگائی میں 8 اشاریہ 53 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ دوسری جانب غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیا کے حوالے سے مہنگائی 11.69 فیصد رہی۔ یہ اضافہ تیل کی قیمتوں میں اضافے اور روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے ہوا اور حکومت نے قیمتوں میں اس اضافے کو مقامی صارفین تک پہنچا دیا۔[204] اور یہ مہنگائی گھریلو زندگی کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

ان حالات کی وجوہات بیشتر ہیں۔ موجودہ دور میں Uber اور Careem جیسی کمپنیوں سے عام ٹیکسی، رکشہ اور دیگر ٹرانسپورٹ سرویسز والوں کی ماہانہ آمدن پر بہت فرق پڑا ہے۔ کمپنیوں کی پرائیوٹ ٹائزیشن سے بیروزگاری میں مزید اضافہ ہوتا

---

[202] طرز رہائش مشترکہ یا الگ، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت لاہور، س۔ن: ص 56-61

[203] https://www.pakwheels.com/blog/urdu-careem-uber-protest-outside-sc/, Accessed: 30/5/2019

[204] Press release on consumer price index (cpi) inflation for the month of April, 2020 [Base 2015-16=100], Government of Pakistan Ministry of Planning, Development and Reform Pakistan Bureau of Statistics Islamabad

ہے۔[205] حکومتی پالیسوں میں آئے دن تبدیلی پورے ملک کی معیشت کو لوگوں کی آمدن پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ امن وامان کی صورت نہ ہونا بھی معاشی مسائل کو جنم دیتا ہے۔ ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق افضل نامی شخص نے اپنے گھر کے تین افراد کو قتل کر کے خودکشی کرلی۔ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ افضل کراچی سے ہجرت کر کے راولپنڈی اس لیے آیا کہ وہاں وہ اتنا نہیں کما سکا کہ اپنے گھر والوں کی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بھتہ خور مافیہ سے بھی خوفزدہ تھا جو اس مسلسل اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ راولپنڈی میں بھی اس کا کاروبار نقصان میں تھا۔ بالآخر اس نے اپنی بیوی اور دو بچیوں کو قتل کر کے خودکشی کرلی۔ بیٹے کو زندہ چھوڑ دیا کہ اس کے مطابق اس معاشرے میں عورت نہیں رہ سکتی مرد پھر بھی رہ سکتا ہے۔[206] ملکی حالات اور معاشی مسائل اس طرح خاندانی نظام کو متاثر کرتے ہیں۔

7) جہیز کے مسائل

جہیز ہمارے معاشرے میں ایک رسم کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس رسم کے معاشرتی، دینی اور اخلاقی اعتبار سے آنے والے نقصانات ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں جہیز نہ ہونے کی صورت میں لڑکیوں کا کنوارے رہ جانا، کم ہونے کی وجہ سے دو خاندانوں میں مسلسل کی اونچ نیچ کے واقعات بھی عام سننے کو ملتے ہیں۔ ۸۴ فیصد پاکستانی عوام اب بھی جہیز کے لین دین کے حق میں ہے۔[207] جہیز کو درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے سامان سے تشبیہ دی جاتی ہے جبکہ حقیقتاًوہ سامان جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو دیا تھا وہ اس پیسے سے خریدا گیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زرہ بیچ کر حاصل کیا گیا تھا۔

حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

> "جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس حق مہر کے لئے کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے؟ اسے فروخت کر دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ 480 درہم

---

[205] آئی اے رحمٰن، پرائیویٹائزیشن کے خطرناک اثرات، ڈان نیوز، 17 مارچ، 2014

[206] Munawer Azeem, Financial crisis behind murder of family, Dawn News, May 03, 2013

[207] 84% Wish to Continue the Tradition of Dowry: gilani poll/gallup pakistan. Islamabad, February 8, 2010, http://gallup.com.pk/wp-content/uploads/2016/07/08-02-101.pdf, Access: 10/5/2019

میں فروخت کی۔ بعض روایات کی بناپر جب عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کردی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ کی قیمت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ، سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بلوایااور کچھ درہم انہیں دے کر فرمایا کہ اس رقم سے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے گھر کی ضروری اشیاء خرید لائو اور اس میں سے کچھ درہم حضرت اسماء کو دیئے اور فرمایا کہ اس سے عطر اور خوشبو مہیا کرو اور جو درہم باقی بچے وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھ دیئے گئے۔"[208]

امام نعیم حلیۃ الاولیاء میں بیان کرتے ہیں:

"مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا کرتا تھا۔ایک مرتبہ وہ کئی دن غائب رہااور کافی عرصے کے بعد آیا تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے غائب رہنے کی وجہ دریافت کی۔اس نے بتایا کہ اس کی بیوی فوت ہوگئی تھی لہذا مصروف رہا۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا تو نے کوئی دوسری شادی کرلی ہے ؟اس نے کہا کہ میں فقیر ہوں مجھے کون رشتہ دے گا؟ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے دو درہم مہر کے عوض وہیں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کردیا۔ وہ آدمی گھر چلا گیا تو شام کو خود اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر چھوڑ آئے۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کا یہ رشتہ خلیفہ وقت کو بھی نہیں دیا تھا"۔[209]

یہ روایات واضح کرتی ہیں کہ جہیز کا اسلامی ثقافت سے تعلق نہیں ہے۔ جہیز کو اسلام سے جوڑنے کی وجوہات ایک تو دین سے دوری اور اسلام کی صحیح تعلیمات کا نہ ہونا ہے۔ دوسری وجہ ہندو ثقافت کے اثرات ہیں جس نے ہماری اسلامی تعلیمات میں بھی اپنا اثر چھوڑ رکھا ہے اور لوگ ہندوؤں سے ملی ثقافت کو اسلامی تعلیمات سے ثابت کی کوشش کرتے ہیں۔ایسا کرنا درست نہیں۔

8) رسم ورواج

اس وقت ہماری شادیوں پر ایک بڑی رقم صرف ان رسم ورواج پر لگ رہی ہے کہ جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ دوسری ثقافتوں سے ہمارے معاشرے میں آئی ہیں۔ ۵۳ فیصد پاکستانی اب بھی شادی میں مہندی کی رسم کے منانے کے حق

[208] ندوی، معین الدین، سیر الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین، ادارہ اسلامیات لاہور، س۔ن، 256/1

[209] ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتاب، لبنان، س۔ن، 191

میں ہے۔ ۳۲ فیصد تو اس کو مسلمان ثقافت مانتے ہیں۔ جبکہ ۱۹ فیصد کو اس کا علم ہی نہیں کہ یہ ہندوانہ رسم ہے یا مسلمانوں کی ثقافت کا حصہ۔[210] یہ سب ایک خاندان پر معاشی بوجھ بننے کا باعث ہے۔ایک طرف قرضے لیے جا رہے ہوتے ہیں شادی کے لیے اور دوسری طرف بے فائدہ کاموں کو روکا نہ جائے تو مسائل تو مزید جنم لیں گے۔ جبکہ بے فائدہ کے رسم ورواج پر پیسہ خرچ کرنے کی بجائے وہی رقم دولہا دلہن کو دے دی جائے کہ وہ اپنے مستقبل کے لحاظ سے اس کو استعمال کریں تو یہ ایک مثبت قدم ہو گا یا اگر اللہ نے خوب مال و دولت دیا ہے تو کسی فلاحی کام میں اس کو لگایا جائے۔اس کے اثرات معاشرے تک بھی پہنچیں گے۔

معاشی مسائل انسانوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے میں اصل رکاوٹ بنتے ہیں۔ جب بنیادی ضروریات سے انسان محروم ہوتا جائے اور قرض اور مالی نقصانات ذہنی اور جسمانی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ازدواجی زندگی میں اس کے مزید نتائج آپس کے اختلافات اور ذہنی دباؤ کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ان مسائل کے اسباب میں اسلامی تعلیمات میں لین دین کے مسائل سے لاعلمی تو سبب ہے ہی۔اس کے علاوہ ملکی حالات اور مہنگائی بھی اسباب میں شامل ہیں۔

[210] 49% Believe That The Function Of Mehendi On Weddings Is A Non-Muslim Tradition; However 53% Say It Should Be Celebrated: Gilani Poll/Gallup Pakistan Islamabad, June 23, 2010 , http://gallup.com.pk/wp-content/uploads/2016/07/23-6-10-The-Function-Mehendi-on-Weddings1.pdf, Accessed: 23/5/2019

باب سوم

ازدواجی زندگی کے مسائل کے اثرات

فصل اول: ازدواجی مسائل کے زوجین کی زندگی پر اثرات

فصل دوم: ازدواجی مسائل کے خاندانی زندگی پر اثرات

فصل سوم: ازدواجی مسائل کے اولاد پر اثرات

فصل چہارم: ازدواجی زندگی کے معاشی مسائل کے اثرات

فصل اول:

ازدواجی مسائل کے زوجین کی زندگی پر اثرات

باب سوم: ازدواجی زندگی کے مسائل کے اثرات

فصل اول: زوجین کی زندگی کے انفرادی مسائل کے اثرات

انفرادی زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں اہم مسئلہ یہ ہے کہ وہ زوجین کے درمیان ہی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور وقت کے ساتھ بڑھنے لگتے ہیں۔ بظاہر وہ دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور ان کے قریبی رشتہ داروں کو ان کے درمیان موجود مسائل کا اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ کئی مرتبہ زوجین خود بھی اپنے اختلافات کو معمولی سمجھتے ہیں اور اس سے پیدا ہونے والے مستقبل کے مسائل و اثرات سے لاعلم ہوتے ہیں۔ یہ ان کے درمیان اختلافات کو مزید گہرا کرتے ہیں اور نہ حل ہو سکنے والے مسائل کو پیدا کرتا ہے۔

1) بے اعتمادی میں اضافہ

شوہر اور بیوی کے درمیان جب ایک بے اعتمادی کی فضا قائم ہو جائے تو اس کے اثرات مرد و عورت دونوں پر پڑتے ہیں۔ شروع سال سے ازدواجی زندگی میں غلطی کے اعتراف کی بجائے جھوٹ بول کر مزید مسائل پیدا کر دیے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ خفیہ تعلقات اور دوستیاں جنم لیتی ہیں جو شروع میں تو صرف فون کال، سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات ہی ہوتے ہیں لیکن انسان مزید برائی میں چلا جاتا ہے۔ گھر کے معاملات کے متعلق عورت کا مرد کے سامنے غلط بیانی کرنا بھی مسائل کا باعث ہے۔ اسی طرح مرد کا گھر میں اپنے دفتر یا معاملات کے متعلق غلط بیانی کرنا عورت کے دل میں شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔ جھوٹ اور دھوکے میں رکھنے کی وجوہات عام طور پر منفی سوچ، اپنی غلطی کا اقرار نہ کر سکنا، عادتاً جھوٹ بولنا، سچ کا سامنا نہ کر سکنا اور دل میں نتائج کا خوف ہونا ہے۔

جھوٹ، دھوکہ اور بددیانتی کے نتائج یہاں تک سامنے آتے ہیں کہ حرام راستوں کی طرف رجحان بڑھنے لگتا ہے حتی کہ عورتوں کے تو گھر سے بھاگنے کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ Mediterranean Journal of Social Sciences میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ۶۵ فیصد خواتین جو کسی اور کے ساتھ حرام کے تعلق میں ملوث ہوئیں اور دارامان میں جا کر پناہ لی وہ بالکل ان پڑھ تھیں۔ ۶۰ فیصد اپنی پہلی شادی پر رضامند نہیں تھیں۔ کچھ کے مسائل یہ تھے کہ شادی کے بعد شوہر اور سسرال کا رویہ اس کا سبب تھا۔ بہت سی خواتین ایسی تھیں جن کے بوائے فرینڈ نے ان کو دارالامان میں رکھا ہوا ہے اور ماہانہ خرچہ بھی دیتا ہے۔ دارامان میں رہنے والی ان اکثر خواتین کے دو سے زیادہ بچے بھی ہیں۔[211] Pakistan Journal

[211] Nabeela Malik, Yasir Nawaz, Babak Mehmood, Farah Riaz, Shahzad Khaver Mushtaq, Muhammad ijaz Khan, Causes and Consequences of Extra-Marital

Psychological of"Research " میں شائع ہونے والی سے معلوم ہوا ہے کہ مرد عورتوں کی نسبت زیادہ Sexual Infidelity[212] کا شکار ہوتے ہیں جبکہ عورتوں کی زیادہ تعداد Emotional Infidelity[213] کی پائی گئی ہے۔[214] 57 فیصد لوگوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ انٹرنیٹ جھوٹی محبتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ ۴۲ فیصد نے محبت کے تعلقات ہیں[215] یہ اعداد و شمار اگرچہ مغربی ممالک کے ہیں لیکن اس کے اثرات بہر حال ایشائی ممالک پر بھی پڑ رہے ہیں۔ دارامان کے سروے سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ جن میں شادی شدہ لوگوں کی بھی کثیر تعداد موجود ہے ناجائز تعلقات اور ناجائز محبتوں میں مشغول ہیں۔[216] Therapist جس شعبے کے سب سے زیادہ کیسز آج دیکھ رہے ہیں وہ انٹرنیٹ کے ذریعے ازدواجی زندگی میں بدیانتی ہے۔[217] ازدواجی زندگی کو دھوکا، جھوٹ، بدیانتی اور کسی قسمی کا بھی خفیہ تعلق نقصان دیتا ہے۔

2) فطری کمزوری نہ سمجھنا

فطرت کے اختلاف کے کئی قسم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں اہم مسئلہ یہ ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ دوسرے باب میں ذکر کیا گیا تھا کہ عورت کو کئی دفعہ اس کے مسائل کو صرف سننے والا درکار ہوتا ہے جبکہ مرد اس کے مسئلے کو سننے کی بجائے فوراحل پیش کرنے لگتا ہے۔ جس سے عورت کو اطمینان نہیں ہوتا، اسی طرح ان دونوں کا ذہنی تھکاوٹ اور پریشانی کا انداز مختلف ہے۔ جب یہ ایک دوسرے سے اپنے اپنے انداز سے برتاؤ کرتے ہیں تو نتائج مثبت ہونے کی بجائے منفی سامنے آتے ہیں۔ فطرت کے دیگر جتنے بھی اختلافات ہیں ان کے بھی نتائج کچھ اسی قسم کے ہیں۔ بنیادی طور پر مرد اور عورت ایک دوسرے سے جس برتاؤ کی امید رکھتے ہیں اور جو ان کی جذباتی ضرورت ہے وہ نہ ملنے سے ان کے

Relations in Married Women: A Case Study of Darulaman Sargodha, Mediterranean Journal of Social Sciences MCSER Publishing, Rome-Italy, Vol 5 No 23 November 2014, Page 2044-2048.

212 شریک حیات کے علاوہ کسی اور سے جنسی تعلق قائم کرنا جو کہ اپنے شریک حیات سے دھوکا کے معنی میں سمجھا جاتا ہے۔

213 یہ اصطلاح شریکِ حیات کے علاوہ مخالف جنس سے غیر ضروری جذباتی تعلق کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

214 Gulnaz Anjum, Anum Urooj and Anis-ul-Haque, Perception of Emotional and Sexual Infidelity among Married Men and Women, Pakistan Journal of Psychological Research Vol:30 No:2 page:421-439

215 Greenfield, D. N. (1999). Virtual addiction: Sometimes new technology can create new problems. Retrieved September 28, 2005, The Center for Internet Studies at Psychological Health Associates

216 Therapist یا Psychotherapist کا لفظ ایک لائسنس حاصل کردہ دماغی صحت کے ماہر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

217 Gonyea, J. L. (2004). Internet sexuality: Clinical implications for couples. American Journal of Family Therapy, 32, 375–390.

آپس کے اختلافات میں اضافہ ہوتا ہے۔Maslow[218] نے جو تھیوری پیش کی تھی اس کو اگر سامنے رکھا جائے تو انسان کی نفسیاتی ضروریات میں محبت اور دوسروں سے بہتر تعلقات ملتے ہیں۔[219] جب یہ ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت کے تعلقات میں بہتری نہ آئے تو وہ دونوں اپنی نفسیاتی ضروریات ہی کو پورا کرنے کے لیے حلال راستوں سے دور اور حرام کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

3) چڑچڑے پن کا بڑھ جانا

ذھنی دباؤ بذاتِ خود ایک بیماری ہے۔ ذھنی دباؤ سے انسان کی اپنی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اثر انداز کرتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں تو یہ بیماری بہت عام ہوتی جارہی ہے۔ تھراپسٹس نے بتایا ہے کہ ان کے سامنے انٹرنیٹ سے متعلق کیسز دن بدن زیادہ آرہے ہیں۔[220] طرح طرح کے مسائل آج انٹرنیت سے اور خصوصاً سوشل میڈیا سے مرتب ہوتے نظر آتے ہیں۔ در حقیقت ذھنی دباؤ میں مبتلا شخص خود بھی متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کو متاثر کرتا ہے۔[221] یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈپریشن سے زیادہ متاثر خواتین ہوتی ہیں۔[222] اگرچہ مردوں کو بھی یہ متاثر کرتی ہے لیکن زیادہ مسائل اس معاملے میں خواتین میں پائے جاتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ذہنی طور پر پریشان جوڑے باقیوں کی نسبت اپنی گفتگو کا آغاز ہی مخالفانہ انداز میں کرتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں بھی ان اکا انداز اور سلوک مخالفت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ مخالفت ان دونوں میں ایک دوسرے سے مزید بڑھتی جاتے ہے جس کے نتائج ان کے درمیان کے جھگڑے میں فوراً اور مستقبل میں جسمانی بیماریوں کی صورت بھی نظر آتے ہیں۔[223] آج کئی قسم کی نہ سمجھ آنے والی بیماریاں بھی شاید اسی وجہ سے ہیں کہ ہم اس

---

[218] ابراہم ہیرولڈ ماسلو ایک امریکی ماہر نفسیات تھے جو ماسلو کی ضروریات کو تقویت بخش بنانے کے لئے مشہور تھے۔1908-1970

[219] Maslow, A.H. (1943). "A theory of human motivation". Psychological Review. 50 (4): 370–96.

[220] Boies, S. C., Cooper, A., & Osborne, C. (2004). Variations in Internet-related problems and psychosocial functioning in online sexual activities: Implications for social and sexual development of young adults. Cyberpsychology & Behavior, 7, 207–230.

[221] Coyne James. Toward an Interactional Description of Depression. Psychiatry. 1976b; 39:28–40.

[222] Rosenfield S1, Lennon MC, White HR, The self and mental health: self-salience and the emergence of internalizing and externalizing problems. J Health Soc Behav. 2005 Dec;46(4):323-40.

223 Heyman RE. Observation of couple conflicts: Clinical assessment applications, stubborn truths, and shaky foundations. Psychological Assessment. 2001; 13:5–35

مسئلے کو معمولی سمجھ بیٹھے ہیں۔۔اس کا گھر کے ماحول اور گھر میں رہنے والے دیگر افرار کے مزاج و رویے پر بھی فرق پڑتا ہے۔۔ ذہنی دباؤ، ٹینشن، ڈپریشن، غصہ، خوف، چڑچڑاپن، مایوسی، مختلف چیزوں کے لیے حد سے زیادہ حساسیت وغیرہ جیسے مسئلے متاثرہ خاندانوں میں عام پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ معاشی نوعیت کے نہ ختم ہونے والے مسائل /اخراجات بھی اہلِ خانہ کے لیے اضافی بوجھ ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ مہنگے علاج کے والدین متحمل نہیں ہوسکتے اور سرکاری اسپتالوں میں علاج کی ناکافی سہولیات کے باعث طویل علاج کے باوجود افاقہ نہیں ہوتا۔ کسی بھی ذہنی یا نفسیاتی مرض /مسئلے سے متاثرہ بچے /بچی کی وجہ سے اہلِ خانہ کے بچے کے ساتھ ہی نہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھی رشتے اور تعلقات خراب ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کے منفی اثرات دیگر عزیزوں اور اہلِ خاندان تک بھی پھیل جاتے ہیں۔[224] ذہنی پریشانیوں کے اثرات اندر ہی اندر پیدا ہوتے ہیں اور کسی بڑے حادثے کا باعث بنتے ہیں۔

4) تنہائی کا شکار

تنہائی اور بوریت کے بعض مثبت نتائج بھی مرتب ہوتے نظر آتے ہیں لیکن عموماً زیادہ منفی نتائج سامنے آتے ہیں۔ جیسے کہ کام میں دل نہ لگنا، تحریک میں کمی، جلدی مایوس ہو کر کام چھوڑ دینا، ڈپریشن، زندگی سے غیر مطمئن ہونا، غیر صحت بخش خوراک کا استعمال اور دیگر مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریاں[225]۔ عصر حاضر میں اس مسئلے سے ازدواجی تعلقات متاثر ہو رہے ہیں۔ شوہر بظاہر تو دن رات کما کما کر لا رہا ہے لیکن اس کے خاندان کو پیسے سے زیادہ اس کے ساتھ وقت گزارنا ہے جس میں خصوصاً بیوی کو وقت کی ضرورت ہوتی ہے جو سارا دن گھر کی دیواروں کو دیکھ دیکھ کر تنگ آچکی ہوتی ہے اور شوہر کی آمد کا انتظار کر رہی ہوتی ہے جبکہ شوہر کام کاج سے اتنا تھک چکا ہوتا ہے کہ اب اس کے پاس گھر والوں کے ساتھ گزرنے کا وقت ہو بھی تو وہ اس میں خاص توجہ نہیں دے پاتا۔ اس موضوع پر شائع ہونے والی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ عورت اپنے شوہر سے نسبتاً زیادہ امیدیں وابستہ رکھتی ہیں۔ وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ وقت گزارے، جب اس کو ضرورت ہو تو اس کو توجہ دے، اس سے دلچسپ گفتگو کرے، اپنے جذبات کو کھل کر بیان کرے، اپنی ذمہ داریاں ادا کرے، گھر کے کام میں جب مدد کے لیے بلایا جائے تو مدد کرے، فارغ اوقات کے متعلق منصوبہ بندی میں مدد کرے، اور والد کے انداز میں بچوں کے ساتھ وقت گزارے۔ جبکہ مرد

[224] https://www.jasarat.com/2018/07/12/180712-10-4/, Accessed: 28/6/2019
[225] Edwin A. J. van Hooft, Madelon L. M. van Hooff, The state of boredom: Frustrating or depressing?, Motivation and Emotion (2018) 42:931–946, 6 July 2018

کی زیادہ امید عورت کے ساتھ خاص ازدواجی تعلق میں بہتری ہے۔[226] اس تنہائی کے مسئلے کو مسئلہ نہ سمجھا جائے تو اس کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں اور غلط راہوں کی جانب انسان بڑھتا جاتا ہے۔

5) گفتگو کے معنی میں فرق

عورت اور مرد کی گفتگو کے انداز میں فرق ہے۔ اس مختلف انداز کے متعلق عموماً شوہر اور بیوی کو علم نہیں ہوتا۔ جان گرے نے یوں کہا ہے کہ یہ دونوں گویا دو الگ سیاروں سے آئی ہوئی مخلوق ہیں اور دونوں کی زبانیں مختلف ہیں۔[227] مرد اور عورت ایک ہی بات کر رہے ہوں گے لیکن اس کا معنی دونوں کے نزدیک مختلف ہو گا۔

> "Because many men don't understand that women express feelings differently, they inappropriately judge or invalidate their partner's feelings. This leads to arguments."[228]

> "کیونکہ بہت سارے مرد یہ نہیں سمجھتے کہ خواتین احساسات کا اظہار مختلف انداز میں کرتی ہیں، وہ غیر مناسب طریقے سے ان کے ساتھی کے جذبات کا فیصلہ کرتے ہیں یا اس کو غلط خیال کرتے ہیں۔ یہ بات بحث ومباحثہ کی طرف لے کر جاتی ہے."

عورت کا ایسے الفاظ استعمال کرنا کہ جس میں اس کے احساسات ہوں ان کو مرد حقیقی معنی میں سمجھنے لگتا ہے۔ مرد یوں سمجھتا ہے کہ جیسے کہ اگر عورت یہ کہے کہ "ہم کبھی باہر جاتے ہی نہیں" تو حقیقتاً اس کا معنی یہ نہیں کہ جب سے شادی ہوئی ہے ہم دونوں کبھی باہر گئے ہی نہیں۔ اس سے مرد کے اندر ایک اضطراب کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے اور بیوی کی یہ بات اس کی غصہ دلانے لگتی ہے جبکہ ہر مہینے ہی وہ اپنی بیوی کو کسی نہ کسی بہانے سے باہر سیر کے لیے لے جاتا ہو۔ حقیقتاً عورت کے الفاظ کا معنی جان گرے یوں بیان کرتے ہیں کہ

> "ہم کبھی باہر نہیں جاتے ہیں" کا ترجمہ مریٹین (مرد کی زبان) میں یہ ہے کہ "میرا دل کرتا ہے کہ ہم باہر جا کر مل کر کچھ کریں ہوں۔ ہمارے پاس ہمیشہ ہی ایسا تفریحی وقت ہو، اور میں آپ کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا آپ مجھے کھانے پر لے جائیں گے؟ ہم باہر گئے ہوئے کچھ دن ہو گے ہیں۔"[229]

---

[226] Richard E. Heyman, Ashley N. Hunt, and Amy M. Smith Slep, Desired Change in Couples: Gender Differences and Effects on Communication, J Fam Psychol. 2009 August ; 23(4): 474–484
[227] Men are from Mars, Women are from Venus, Chapter 5
[228] Men are from Mars, Women are from Venus, Page:42
[229] Men are from Mars, Women are from Venus, Page:42

اب جب بات ہی غلط سمجھی جائے تو نتائج بھی منفی نکلیں گے۔ کہنے والا بھی جواباً غصے میں آجائے گا کہ اس نے ایسا کیا کہا تھا کہ اس کو غصہ آگیا ہے اور اس طرح سیدھی سی بات اختلاف اور جھگڑے کا باعث بن جائے گی۔ اسی طرح جب عورت مرد کی بھی بات کو اپنے انداز میں سمجھتی ہے تو سیدھی باتیں مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ 42 فیصد ایسے نوجوان جن کی عمر 18 سے 29 سال ہے اور موبائل فون استعمال کرتے ہیں، ان کا یہ کہنا ہے کہ ان کا ساتھی دوران گفتگو موبائل فون کی وجہ سے غیر متوجہ ہو جاتا ہے۔[230] یہ مسئلہ معاشرے میں بہت عام نظر آنے لگا ہے اور اخلاقی لحاظ سے ایک غیر مناسب بات ہے۔ مجلس کے آداب کی نظر سے ضروری ہے کہ جب کوئی گفتگو کر رہا ہو تو اس کی بات کو غور سے سنا جائے اور سمجھا جائے۔

6) پرانے گہرے مسائل؛ مایوسی میں اضافے کا سبب

پرانے مسائل کو توجہ نہ ملنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً ہر اگلے مسئلے کے ساتھ پچھلا مسئلہ بھی مزید گہرا اور تاثیر میں زیادہ ہوتا جائے گا۔ ابھی آنے والے مسئلے کم نہیں ہونگے کہ پچھلے مسئلے بار بار پریشان کریں گے۔ جب کوئی بحث ہوگی تو پچھلے مسائل کی فہرست بھی ساتھ میں چلتی جائے گی۔ نتیجۃً مسائل کا پہاڑ سامنے آنے لگے گا۔ Tim اور Joy لکھتے ہیں

"ہر غیر حل شدہ بحث ایک زخم ہے جو بھرتا نہیں۔ وہ ایک مسلسل تکلیف اور پریشانی کا سبب ہے اور ہر نیا اختلاف پچھلے مسائل کے باعث شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔"[231]

یہ جو شروع میں نظرانداز کرنے کی غلطیاں نئے شادی شدہ جوڑوں سے ہوتی ہے اس کا ان کو اس وقت احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اثرات کیا نکلنے والے ہیں[232] مزید لکھتے ہیں:

> "This is not an imaginary world; it is inhabited by those who never learn to handle conflict constructively. Their conflicts never become history." [233]

"یہ خیالی دنیا نہیں ہے۔ اس میں وہ لوگ آباد ہیں جو تنازعہ کو تعمیری طریقے سے نبھانا سیکھتے ہیں۔ ان کے تنازعات کبھی بھی تاریخ نہیں بن پاتے۔"

---

[230] Amanda Lenhart, Maeve Duggan, Couples, the Internet, and Social Media, How American couples use digital technology to manage life, logistics, and emotional intimacy within their relationships, Pew Research Center, February 11, 2014

[231] Tim and Joy Downs, The Seven Conflicts: Resolving the Most Common Disagreements in Marriage, Melody Publishers, Chicago, 2003: page 24

[232] Tim and Joy Downs, The Seven Conflicts: Resolving the Most Common Disagreements in Marriage, Melody Publishers, Chicago, 2003: page 23

[233] Tim and Joy Downs, The Seven Conflicts: Resolving the Most Common Disagreements in Marriage, Melody Publishers, Chicago, 2003: page 24

ان گہرے مسائل کو ساتھ ساتھ توجہ نہ ملے اور معمولی سمجھتے رہا جائے تو اس کے نتائج میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ اس کے اثرات بھی اسی طرح گہرے ہوتے جاتے ہیں۔

7) وقت کی قلت

میاں بیوی کی تعلق میں ضروری امور کے علاوہ بھی گفتگو کا ہونا ضروری ہے جس سے ان کے درمیان کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اگر یہ وقت نہ گزرے تو تنہائی، بوریت اور آپس کے تعلق میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ ایک خاتون نے اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق ذکر کی ہے جس میں اس نے بتایا ہے کہ وہ وقت نہ ملنے کے باعث اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگ گئی۔ اگرچہ اس کے شوہر کی اچھی نوکری بھی تھی اور ان کے ہاں اولاد بھی تھی۔ بس یہ ہے کہ شوہر اس تنہائی اور نظر انداز کیے جانے کے احساس نے اس کو اپنے شادی سے پہلے کی دوستی کی طرف لے گیا۔ بقول خاتون کے اس کی دیر دیر تک باتیں کرنے والا، کالز، واٹس ایپ پر باتیں، میسجز اور راتوں کو وقت دینے والا درکار تھا جو اپنی شادی شدہ زندگی میں میسر نہیں تھی اور بالآخر وہ اپنے شادی سے پہلے کے دوست سے ملنے اور باتیں کرنے لگ گئی۔[234] یہ مسائل جنم لیتے ہیں ازدواجی زندگی میں جب ایک دوسرے کو مناسب وقت نہ ملے۔ مل بیٹھ کر باتیں کرنے اور ایک دوسرے کے احساسات کو نہ سمجھا جائے۔ یہ نہ جانا جائے کہ شوہر کی ضروریات کیا ہیں اور وہ بیوی سے کیا امیدیں رکھتا ہے اور اس کے برعکس بیوی کی ضروریات اور امیدوں کا شوہر کو علم نہ ہو۔

ذوالفقار احمد نقشبندی[235] لکھتے ہیں:

> "کچھ نوجوانوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ دوستوں کی محفل کی زینت بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور رات کو بارہ ایک بجے گھر آنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ لوگ دوستوں کی محفل کو سنوار بیٹھتے ہیں اور اپنے گھر کو اجاڑ بیٹھتے ہیں۔ بھلا کیا فائدہ اس کا۔ بیوی کو زیادہ سے زیادہ وقت دینا چاہیے۔ کئی گھر میں آ تو جلدی جاتے ہیں لیکن بہن بھائیوں میں بیٹھے رہتے ہیں یا ماں یا باپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ دوسرے افرادِ خانہ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں مگر بیوی کو وقت نہیں دیتے۔ یہ چیز بالآخر جھگڑے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ بیوی کا بنیادی حق ہے کہ خاوند اس کو وقت دے۔"[236]

---

[234] https://en.dailypakistan.com.pk/opinion/blog/i-cheated-on-my-husband-without-a-reason/, Accessed: 11/6/2019

[235] پیر فقیر حضرت ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی سلسلے کے صاحب نسبت بزرگ ہیں، اہل سنت والجماعت میں سے ہیں، دار العلوم دیوبند اور اکابر دار العلوم سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔

[236] ذوالفقار احمد نقشبندی، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، ص:99

در حقیقت بیوی کو شوہر سے توجہ چاہیے جو نہ ملنے کے نتیجے میں آپس میں دوریاں اور اختلافات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ شوہر کی اس معاملے میں کوتاہی کچھ عرصہ تو بیوی برداشت کر لیتی ہے لیکن بالآخر بیوی کے مزاج میں بھی تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔ مرد کو اس طرح توجہ نہیں دیتی جس طرح مرد امید رکھتا ہے یا عورت بھی پھر اپنے لیے مصروفیت ڈھونڈنے لگتی ہے۔ کبھی پڑھائی کے بہانے گھر سے نکلنے کی کوشش کرے گی تو کبھی نوکری کا بہانا بنائے گی۔ یوں آپس کے اختلافات ہی جنم لیں گے۔

8) برداشت میں کمی

غصہ ایک ایسی چیز ہے جو اچھے بھلے کاموں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ خوشگوار زندگی اور پر سکون ماحول کو جنگل کہ آگ کی طرح ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ کتنے ہی طلاق کے کیسز ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں کہ جس کا سبب غصہ ہوتا ہے۔ حتٰی کہ کئی قتل کے کیسز میں بھی سبب غصہ پایا جاتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق طلاق کے شرح میں اضافے کی سب سے بڑی وجہ برداشت کی کمی ہے۔[237]

ابو عبیدہ عبد الرحمٰن بن منصور لکھتے ہیں:

> "عام سے بات ہے کہ میاں بیوی کے درمیاں نااتفاقیوں کا پیدا ہونا اور پھر ان کا مسلسل رہنا حتمی طور پر دونوں کے دلوں میں نفرت اور کینہ بودے گا اور دونوں ہی میں غصے وغیرہ کی طرح کی کئی نفسیاتی زرد رنجیاں پیدا ہو جائیں گی، بالخصوص مرد ان سے زیادہ متاثر ہوگا، کیوں کہ وہ اپنے خاندان کا سرپرست اور اپنے گھر کا سربراہ ہوتا ہے، تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، شیطان جو کہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح چلتا ہے، ان رنجشوں اور جھڑپوں کے دوران میں کسی بھی دن اس کا دماغ خراب کر سکتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ خیان پیدا کر سکتا ہے کہ اس کی نفسیاتی بدحالی اور ان روز روز کی پریشانیوں کا یک حل ہے کہ اس عورت طلاق دے دی جائے۔"[238]

مرد اور عورت دونوں کے لیے غصے کا مزاج انتہائی خطرناک ہے۔ یہ حدود کو پامال کر دیتا ہے۔ انسان کے ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ مرد کے لیے خصوصاً غصہ بہت بری چیز ہے کیونکہ وہ طاقت میں بھی گھر میں زیادہ ہے اور اختیارات میں بھی۔ اس صورت میں وہ شیطان کے ہتھکنڈوں میں پہلے پھنسے گا۔ نتائج پھر فتنہ و فساد ہی ہیں۔

---

[237] Views on Divorce Rate in Pakistan; 48% Believe it Has Increased, of Whom Majority Believes it is Due to Lack of Patience: Gilani Poll/Gallup Pakistan Islamabad, June 2, 2010 http://gallup.com.pk/wp-content/uploads/2016/07/2-6-101.pdf , Accessed: 11/6/2019

[238] غصہ مت کریں، صفحہ:69

امام غزالی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"زبان پر غصے کا جب اثر ہوتا ہے تو وہ ایسے پھکڑ تولتی ہے، ایسا فحش بیان کرتی ہے کہ سننے والے کو شرم سے پسینہ آجائے، اور جب آدمی سے غصہ ٹھنڈا ہو تو وہ خود بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے، اس کے ساتھ ساتھ زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کو اپنی زبان اور کلام پر قابو نہیں رہتا۔"[239]

پروفیسر ڈاکٹر عثمان نجاتی[240] لکھتے ہیں:

غصے اور دیگر انفعالات و جذبات کے ساتھ کئی طرح کی اندرونی جسمانی تبدیلیاں (Physiological Changes) بھی رونما ہوتی ہیں، جیسے: دل کی دھڑکن کا تیز ہو جانا، خونی رگوں کا پسلیوں میں سکڑ جانا اور جلد کی سطح پر پھیل جانا، جس کی وجہ سے جلد پر خون کی رگوں میں خون کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے، جو چہرے اور ہاتھوں کی رگوں میں واضح نظر آتا ہے، اس لیے غصے کے دوران انسان کا چہرہ واضح طور پر سرخ ہو جاتا ہے"[241]

در حقیقت غصہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم دوسروں کی غلطیوں کا بدلہ اپنے آپ سے لینے لگتے ہیں۔ پھر جب معاملات ٹھنڈے ہوتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ معاملہ اتنا سنگین نہیں تھا کہ جتنا پیدا کر دیا گیا اور جو نتائج نکلتے ہیں اس پر ساری زندگی بھی پچھتانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

9) غلط فہمیاں

اپنی غلطی کو نہ ماننا اور دوسرے پر اس مسئلے کی ذمہ داری ڈال دینا اختلافات اور جھگڑے کا ایک بڑا سبب ہے۔ گھر میں بہت سے معاملات میں ایسا دیکھنے کو ملتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرانے لگتے ہیں۔ ایسے رویے سے مسائل میں تو کمی نہیں آتی البتہ آپس کی الجھنیں اور نفرتیں جنم لینے لگتی ہیں۔

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

"یہ جو الزام کی بات ہے یہ بہت بری بات ہوتی ہے۔ خاوند نے دیکھا بیوی فون پر بات کر رہی ہوتی ہے۔ وہ بتا بھی دیتی ہے کہ میں نے فلاں سے بات کی ہے۔ نہیں نہیں تمہیں کسی کا فون آیا ہوگا۔ اس قسم کے شک میں

---

239 احیاء علوم الدین، محمد الغزالی، دار الاشاعت کراچی، س ن، 624/3

240 ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی مصر کے ایک ماہرِ علم نفسیات، شاعر و مصنف تھے۔ آپ نے قران اور علم نفسیات اور حدیث اور علم نفسیات پر کتب لکھی ہیں۔

241 د۔ محمد نجاتی، الحدیث النبوی و علم النفس، دار الشروق، س ن، 105

نہیں پڑنا چاہیے۔ جب تک کوئی ٹھوس بات سامنے نہ آئے یا شرعی دلیل موجود نہ ہو، چھوٹی چھوٹی باتوں پر شک میں آجانا اور الزام لگا دینا۔ یہ چیز گھر کی بنیاد اکھاڑ دیتی ہے۔ یاد رکھنا بیوی خاوند کا ہر ظلم برداشت کر سکتی ہے لیکن خاوند کا الزام برداشت نہیں کر سکتی۔"[242]

10) ذمہ داریوں میں کوتاہی

ازدواجی زندگی میں ایک اہم چیز ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا ہے۔ اگر ذمہ داریوں کے متعلق توجہ نہ دی جائے تو یہ رشتہ غیر متاوزن ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک سروے کیا گیا جس میں ۳۰۰۰ برطانوی لوگوں سے شوہر اور بیوی کے تعلق کے متعلق سوالات کیے گئے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جوڑے سال میں اوسطاً ۳۱۲ مرتبہ اختلاف کرتے ہیں جن میں اکثر مسائل روز مرہ زندگی سے متعلق بہت بنیادی مسائل ہوتے ہیں جیسے کہ ٹی وی چینل بدلنا، واش روم کا ٹشو رول وقت پر تبدیل نہ کیا ہونا، واش روم میں سیٹ کی فریم اوپر نہ کیا ہونا، گیلا تولیا واش روم میں چھوڑ دینا، گندے برتن اور ٹشو پورے گھر میں پھیلے ہونا وغیرہ۔[243] خصوصاً یہ مسائل ایسے گھرانوں میں زیادہ پیش آتے ہیں جہاں خواتین نوکری بھی کرتی ہوں۔ اس وقت طلاق میں زیادہ اضافہ ان لوگوں میں دیکھا گیا ہے کہ جن کی بیویاں نوکری کرتی ہوں۔[244] ظاہر بات ہے کہ جو خاتون نوکری بھی کرے گی تو اس کے لیے تو کام دگنا ہو جائے گا۔ وہ گھر کے کام کاج کو الگ دیکھے گی اور ساتھ میں باہر کے کام کاج کی الگ پریشانیاں اس کے سر پر ہوں گی۔ گھر سے نکلنے سے پہلے بھی اس کو بہت سے کام مکمل کر کے جانا ہوگا اور نوکری سے واپس آکر الگ سارے کام دیکھنے ہوں گے۔ جبکہ شوہر الگ تھک کر آئے گا۔ وہ بھی چاہے گا کہ اس کو توجہ ملے ساتھ ساتھ گھر بھی ترتیب سے ملے۔ بچوں کی موجودگی میں معاملات مزید خرابی کی طرف جائیں گے جس سے اختلافات اور جھگڑے ہونے لگیں گے۔ عورت کی نوکری کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نہ صرف عورت کی معاشی حالت کو بہتر کر دیتی ہے بلکہ یہ اس کی نفسیاتی خود مختاری کا بھی باعث ہے اور طلاق کی شرح میں بھی اضافے کا باعث ہے۔[245] اس رشتے میں اپنے حقوق کی طرف توجہ دینا اور شریکِ حیات کے حقوق نظر انداز کرنا آپس کے تعلق کو کمزور کرتا ہے۔

---

242 ذوالفقار احمد نقشبندی، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء ص:108

243 https://www.dailymail.co.uk/femail/article-1348308/Couples-argue-312-year-likely-8pm-10-minutes.html

244 Blossfeld, H. P. and Muller, R. (2002). Union disruption in comparative perspective: The role of assortative partner choice and careers of couples. International Sociology, 32, 3–35

245 Kalmijn, M. (2005). His or Her Divorce? The Gendered Nature of Divorce and its Determinants. European Sociological Review, 22(2), 201–214

11) گھریلو تشدد میں اضافہ

گھریلو تشدد کا معاملہ یہ ہے کہ اول تو کسی کو خبر ہی نہیں ہو پاتی کہ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات کس حد تک خراب ہو چکے ہیں اور جب بات اگر سامنے آئے بھی تو یا تو اس پر پردے ڈالے جاتے ہیں یا وہ اس حد تک خراب ہو چکی ہوتی ہے کہ کوئی بڑا نقصان ہو چکا ہوتا ہے۔ سال ۲۰۱۴ میں ۲۱۰ کیسز سامنے آئے ہیں جواب ۲۰۱۵ اور ۲۰۱۶ میں کم ہوتے نظر آئے ہیں۔ ان میں 66.2 فیصد ایسے کیس ہیں جن پر عورتوں پر تیزاب پھینکا گیا۔[246] کچھ کمی تو واقع ہوئی ہے لیکن اب بھی یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس پر سخت اقدامات کی ضرورت ہے۔ گھریلو تشدد کو مرد کے اختیارات میں سے سمجھا جاتا ہے جبکہ شریعت میں اس کی سخت ممانعت ملتی ہے۔ جن امور میں اگر مارنے کا اختیار ہے بھی تو اس کے لیے شرائط ہیں۔

ایک اور رپورٹ میں پتہ چلتا ہے کہ ایک خاتون پر 30 سال تک اس کا شوہر تشدد کرتا رہا۔ اس میں وہ اس کو زخمی بھی کرتا رہا، کپڑوں کے پھاڑنے کے واقعات بھی ہوئے، ہونٹوں، گال اور دیگر اعضاء کے سوجے ہونے کے اثرات بھی تھے۔ یہ سب بات ایک بیٹا اپنے والدین کے متعلق ذکر کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کے والد نے دوسری شادی کی طرف بھی قدم بڑھا دیا جبکہ پہلی کے ہی حق ادا نہیں ہو رہے تھے۔ جواز کے طور پر شریعت کو پیش کر رہا ہے کہ اسلام نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے[247] 2008 سے 2014 میں پاکستان میں گھریلو تشدد کے واقعات میں 33 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔[248] گھریلو تشدد آپس کی نا اتفاقی کا باعث ہے۔ جب گھر میں عورت محفوظ نہ ہو اور اس کے حقوق غصب کیے جا رہے ہوں تو بالآخر یا تو وہ خلع کا راستہ اختیار کرے گے یا اسی طرح کوئی ایسا قدم اٹھائے گی جس سے نقصان ازدواجی زندگی کو ہو گا یا کسی بھی اور صورت میں فساد پیدا ہو گا۔

12) ذہنی ہم آہنگی کا نہ ہونا

مرد اور عورت کے درمیان اگر عمر کا فرق زیادہ ہو تو بھی آپس میں تعلقات اثر انداز ہوتے ہیں۔ دونوں کی ترجیحات میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح سوچ کی سطح میں فرق رہتا ہے۔ بیوی اگر 10 سال سے زیادہ چھوٹی ہو یا مرد سے بڑی ہو تو ان دونوں صورتوں میں ایک دوسرے سے کئی انداز کے فرق پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں سوچ، گفتگو، ذوق، پسند و ناپسند اور صلاحیتیں شامل ہیں۔ عورت کے لیے کم عمر میں ذمہ داریاں اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے جبکہ شوہر کی توقعات اپنی عمر کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس

---

[246] Hassan Abbasin , Human Rights, News, Public Safety, Acid Attacks Decrease But Challenges Remain, FEBRUARY 28, 2018

[247] Taimur Zahid, It took my mother 30 years to walk out of an abusive marriage and an 'honest' infidelity, Dawn news, March 16, 2016

[248] Hadi, R., & Ullah, M. (2015). Violence against women in Pakistan: A qualitative review of reported incidents . Aurat Publication and Information Service Foundation

کے بر عکس ایسے جوڑے زیادہ خوشگوار زندگی گزارتے ہیں جن کے درمیان عمر کا فرق کم سے کم ہو[249] عورتیں بھی ایسے مردوں سے شادی کرنا پسند کرتی ہیں جوان سے عمر میں بہت زیادہ بڑے نہ ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کم عمر کے مرد زیادہ عمر کے مردوں کی نسبت زیادہ پیسے کماتے ہیں۔[250] اس عمر کے فرق میں معاملہ مختلف بھی واقع ہو سکتا ہے۔

13) علیحدگی کے اثرات

طلاق کے بعد، خواتین کو گھریلو آمدنی اور معیار زندگی میں غیر متناسب کمی کے ساتھ ساتھ غربت کے خطرے میں تیزی سے اضافے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[251] شادی شدہ لوگ کے متعلق دیکھا گیا ہے کہ وہ شراب نوشی اور تمبا کو نوشی کم کرتے ہیں۔[252] مطلب غیر شادی شدہ اور طلاق یافتہ لوگوں میں نشے کی عادت زیادہ ہے۔عام طور پر ماؤں بچوں کو تنہا پالنے اور بچوں کی نگہداشت تلاش کرنے کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[253] نیدر لینڈ[254] میں، 70فیصد مرد اور 50 فیصد خواتین نے طلاق کے بعد پہلے 10 سالوں میں دوبارہ شادی کی ہے۔[255] طلاق بظاہر تو معولی نظر آتی ہے لیکن اس کے اثرات کا علم بعد میں ہوتا ہے جب میاں بیوی کی ذاتی زندگی میں نفسیاتی مسائل سامنے آتے ہیں۔اس کے بعد جو سب سے اہم مسئلہ ہے وہ بچوں کا ہے کہ جو نفسیاتی طور بھی متاثر ہوتے ہیں اور معاشرتی زندگی میں بھی گھر کے ماحول کی کمی محسوس کرتے نظر آتے ہیں۔

14) بچوں پر اثرات

---

[249] Lehmiller, J. J., & Agnew, C. R. (2006). Marginalized relationships: The impact of social disapproval on romantic relationship commitment. Personality and Social Psychology Bulletin, 32, 40–51

[250] Albert Esteve, Clara Cortina and Anna CabréLong Term Trends in Marital Age Homogamy Patterns: Spain, 2009/1 (Vol. 64) Pages 173 - 202

[251] De Vaus, D., Gray, M., Qu, L., & Stanton, D. (2015). *The economic consequences of divorce in six OECD countries* (Research Report No. 31). Melbourne: Australian Institute of Family Studies.

[252] Bachman, J., O'Malley, P., Schulenberg, J., Johnson, K., Bryant, A., & Merline, A. (2002). *The decline of substance use in young adulthood: Changes in social activities, roles, and beliefs*. Mahwah, NJ: Erlbaum

[253] Goldberg WA, Greenberger E, Hamill S, O'Neil R. Role demands in the lives of employed single mothers with preschoolers. Journal of Family Issues. 1992;13:312–333.

[254] Holland کا دوسرا نام Netherlands ہے

[255] De Graaf PM, Kalmijn M. Alternative routes in the remarriage market: Competing-risk analyses of union formation after divorce. Social Forces. 2003;81:1459–1498.

میاں بیوی کے آپس کے اختلافات اور مسائل کا اثر ان کی اپنی زندگی پر تو پڑتا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی اولاد بھی متاثر ہوتی ہے۔ اولاد کے لیے والدین سب سے پہلے استاد ہوتے ہیں۔ زندگی کے مختلف امور میں وہ کئی فیصلے اسی انداز میں کرتے ہیں جس طرح انہوں نے والدین کو دیکھا ہوتا ہے اور ان کی زندگی سے سیکھا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صالح عبد الکریم بچوں کے غصے کے اسباب میں جہاں دیگر اسباب کا ذکر کرتے ہیں وہاں خاندانی، تربیتی اور نفسیاتی اسباب کا بھی ذکر کرتے ہیں جس کے اسباب میں ماں کا حمل کے عرصے میں نفسیاتی بے قراریوں سے دوچار ہونا، میاں بیوی کے جھگڑے، طلاق کے حالات پیدا ہو جانا۔ بچے کا غصہ کرنے میں والدین میں سے کسی ایک کی شخصیت سے متاثر ہونا اور بچے کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک ہیں۔[256]

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

> "اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے نیک سیرت ہوں، دیندار ہوں تو بیوی کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ خاوند خود جتنا بھی نیک ہو لیکن بچوں نے ماں کا ہی اثر لینا ہوتا ہے۔ اس لئے بچوں نے رہنا جو ہر وقت ماں کے پاس ہوتا ہے۔ خاوند بچوں کو نصیحت کرے گا نیکی کی تلقین کرے گا م لیکن جیسے ہی نصیحت کر کے اٹھے گا۔ اس کے پیچھے ماں بچوں کو ایک بات کرے گی کہ تمہارے باپ کا تو دماغ خراب ہے۔ اس کی یہ ایک بات شوہر کی ساری محنت پر پانی پھیر دے گی۔ بچے کہیں گے کہ امی بالکل ٹھیک کہتی ہیں، باپ کا دماغ خراب ہے۔ بچوں پر ہمیشہ باپ کی نسبت ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔"[257]

انفرادی مسائل میں کچھ تو فطری اختلافات کے مسائل ہیں، کچھ زوجین کے رویے اور معاملات کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں اور بعض مسائل معاشرے میں موجود غلط نظریات، دین سے دوری اور علم کی کمی کے باعث ہیں۔ فطری اختلافات کو اللہ کی بنائی ہوئی تخلیق کے پیشِ نظر تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر اس کو نہ سمجھا جائے تو اس کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں۔ اس کے نتائج میں غلط فہمیاں بھی ہیں اور اختلافات بھی ہیں جو زوجین کی زندگی کو بھی متاثر کرتے ہیں اور ان سے منسلک افراد خصوصاً اولاد اور زوجین کے دونوں طرف کے والدین اور رشتہ دار تک اس کے اثرات مختلف انداز میں پہنچتے ہیں۔ جہاں تک بات رویے اور معاملات کی ہے تو وہ انسان کے اعمال سے متعلق ہے۔ زوجین کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تزکیہ نفس اور تربیت کا اہتمام ضروری ہے۔

---

[256] د۔ صالح عبد الکریم، کیف تعالج مشکلات ابنائک بنفسک، الرایۃ للنشر والتوزیع 2011 ص: 85-91

[257] ذوالفقار احمد نقشبندی، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء: ص 48

فصل دوم:

ازدواجی مسائل کے خاندانی زندگی پر اثرات

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل کے اثرات

1) مشترکہ خاندانی نظام

مشترکہ خاندان کے مسائل کے اثرات خود پورے گھر پر بھی پڑتے ہیں اور اس میں رہنے والے ایک ایک خاندان کی ذاتی زندگی میں بھی نظر آتے ہیں۔ایک پورے نظام میں کسی کی نہ تو ذاتی زندگی اپنی مرضی سے ہوتی ہے نہ ہی اجتماعی طور پر نظام میں اس کی مرضی چلتی ہے۔ جس سے ایک تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ یا تو کسی ایک کو زیادہ حق مل پاتا ہے اور باقیوں کو کم یا پھر سب ہی محروم رہ جاتے ہیں۔

پاکستان میں اکثریت کی رائے یہ ہے کہ شادی کے بعد مشترکہ خاندانی نظام میں رہا جائے۔ ۳۱ فیصد الگ رہنے کے حق میں ہیں۔[258] ازدواجی زندگی میں مسائل پیدا ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام کو ایسے اپنائے بیٹھے ہیں کہ جیسے یہ ہی رہنے کا بس طریقہ ہے۔ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کچھ اصول و قواعد کو لاگو کر کے مشترکہ خاندانی نظام میں رہا جائے تو کسی حد تک شر کو کم کیا جا سکتا ہے لیکن ایسا ہمیں معاشرے میں نظر نہیں آتا بلکہ اس کے برعکس غیر اسلامی اعمال اور معاملات دکھائی دیتے ہیں۔ جس سے شر ہی شر جنم لیتا چلا جارہا ہے۔ سروے سے معلوم ہوا ہے کہ اکثریت اس بات سے اتفاق کرتی نظر آتی ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام ازدواجی زندگی میں مسائل پیدا کرنے کا باعث ہے

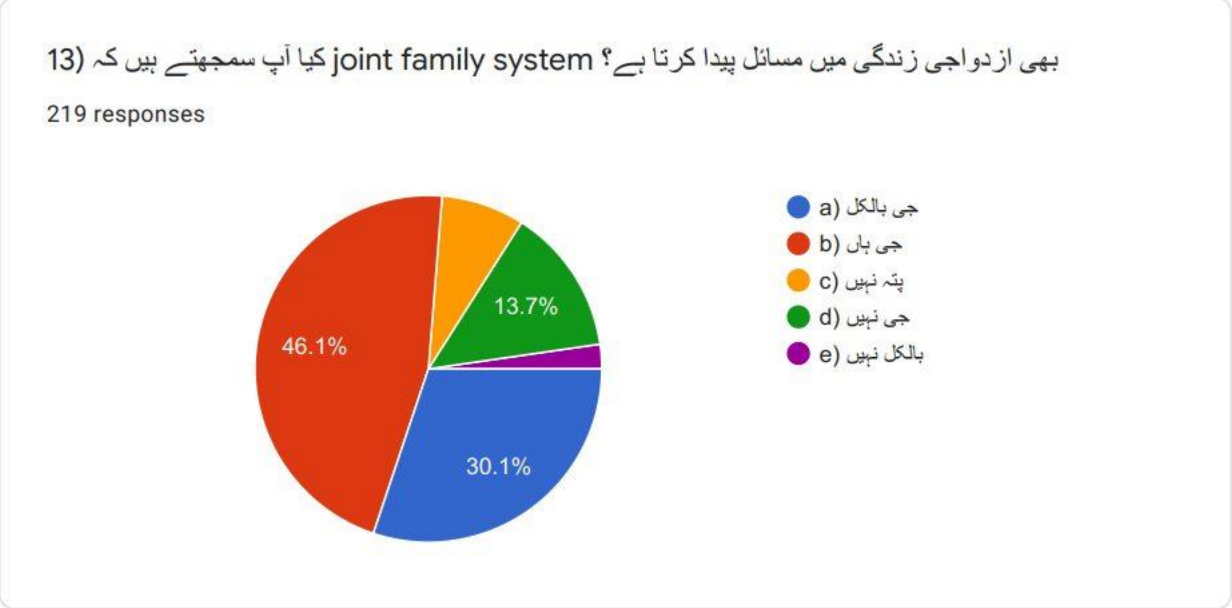

---

258 67% Prefer Living In A Joint Family System After Marriage: gilani poll/gallup pakistan Islamabad, October 6, 2010, http://gallup.com.pk/wp-content/uploads/2016/07/6-10-20101.pdf, Accessed: 13/6/2019

a) مشترکہ رہائش میں ہونے والی کوتاہیاں

i) دین کے حوالے سے کوتاہیاں

مشترکہ رہائش میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ کسی کی ایمانی کیفیت زیادہ تو کسی کی کم۔ ایسے میں یا تو زیادہ ایمان والے اپنا حکم بزور نافذ کرتے نظر آتے ہیں یا پھر سب کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور فرائض میں بھی غفلت کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر میں ایک شخص دیندار ہوتا ہے اور باقی دین کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں یا مختلف سوچ اور مزاج کی وجہ سے دینی امور پر بحث و مباحثہ کرتے نظر آتے ہیں جس میں ایک بڑی وجہ دین کی کم علمی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ دینی امور کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق فرماتے ہیں

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ - لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾[259]

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے۔"

اگرچہ ہم یوں تو نہیں کہیں گے کہ لاعلمی میں ہونے والے مذاق کرنے سے وہ کافر ہو جائیں گے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ایسا کرنا کافروں کا طرز عمل ضرور ہے

ii) معاملات میں کوتاہیاں

مشترکہ خاندانی نظام میں معاملات کے مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔ وراثت کی تقسیم میں قرآن و سنت کے احکامات کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے فیصلے کیے جارہے ہوتے ہیں۔ جس میں کسی نہ کسی کا حق کھایا بھی جارہا ہو تو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ورثاء کے حصوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾[260]

---

[259] سورۃ التوبۃ 9:66-65

[260] سورۃ النساء 4:14

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

اخراجات کے معاملات میں جس طرح سب چل رہے ہوتے ہیں ہر ایک کو چلنا پڑ جاتا ہے۔ جس کی استطاعت کم خرچ کی ہو اس کو بھی سب کے ساتھ چلنے کی کوشش کرنی ہوتی ہے اور جس کے پاس زیادہ مقدار میں مال و دولت ہو اس کو بھی اپنے طرز زندگی کو سب کے مطابق کرنا پڑتا ہے یا اگر اپنے بیوی بچوں کے لیے کچھ لے کر آئے بھی تو چھپا کر لانا ہوتا ہے۔ اگر کسی کے علم میں آجائے کہ فلاں اپنے بیوی بچوں کے لیے یہ چیز لاتا ہے تو یا تو آئندہ سب کے لیے لانا پڑتا ہے یا باقی سب کو بھی اپنے معیارِ زندگی کو اونچا کرنا پڑتا ہے۔

iii) رسومات کی بیڑیاں

مشترکہ خاندان میں بعض رسومات تو وہ ہیں کہ جو آباؤاجداد سے چلتی آرہی ہوتی ہیں جبکہ دیگر مزید رسومات ان گھروں سے بھی آجاتی ہیں جس گھروں میں رشتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں بدعات، خرافات اور غیر مسلم تہوار بھی شامل ہوتے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ویلنٹائن ڈے، ہیلوین، سالگرہ، نیو ایر، اپریل فول جیسے تہوار تیزی سے پروان چڑھنے لگ پڑے ہیں۔

ایک مستشرق ''ہملٹن گب'' نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

"مسلمانوں کو مغربی تہذیب کی طرف مائل کرنے کی کوششوں کا مقصد اسلامی تہذیب کا خاتمہ ہے کیونکہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیاد یہی تہذیب ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تعلیمی، ثقافتی اور ابلاغی ذرائع سے کام لے کر اس تہذیب میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں عمل میں لائیں اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمانوں کو ان کا اپنا عمل اپنے دین سے بے بہرہ قوم ظاہر کرے گا اور خود ان کو اس کا احساس تک نہ ہو گا۔"[261]

ان رسومات کی ضد میں پورا گھر آ جاتا ہے۔ بحث مباحثہ الگ شروع ہو جاتا ہے جو گھر کے ماحول کو خراب کرنے اور اختلافات کا باعث بنتا ہے۔ شادی بیاہ سے ہی ان رسومات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مبشر حسین لاہوری صاحب نے مروجہ چند رسومات پر روشنی ڈالی ہے جن میں منگنی کی رسم کو بہت بڑھا چڑھا کر منانا کہ جس میں غلو اور حرام کردہ رسومات شامل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مائیوں[262] بٹھانے کی رسم، تیل مہندی کی رسم، سہرہ بندی کی رسم کہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے آتش

---

[261] محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1420ھ، 250/6

[262] یہ ایک ہندوانہ رسم ہے جس میں دلہن شادی سے پہلے پیلا جوڑا پہن کر گھر میں ایک کمرے میں ہی رہتی ہے۔

پرستوں نے ایجاد کی اور اس کے پیچھے ان کے مذہبی عقائد ملتے ہیں، دولہا یا دلہن کو سلامیاں دینا اور استطاعت نہ رکھنے والوں کو بھی اس میں لازمی کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے۔ بارات کا لشکر لے کر لڑکی والوں کے اوپر بوجھ ڈال دینا، بینڈ باجے، آتش بازی ناچنے والوں اور گلوکاروں کو نکاح جیسی مقدس عبادت میں شامل کر دینا شادی پر پیسے لوٹانا۔ نکاح میں دولہا اور دلہن کو کلمے پڑھانا۔ لڑکے والوں کا دلہن کے ہاں بدلے کر جانا دلہا والوں کا وری لے کر جانا۔ نیوتہ بازی[263]، قرآن کے سائے تلے رخصت کرنا جس میں شگون لیا جاتا ہے کہ شادی بابرکت انجام پائے۔ دلہن کو رخصت کرتے وقت اور دولہا دلہن کا نئے گھر میں داخل ہوتے وقت دروازوں کی چوکھٹوں پر تیل ڈالنا۔ دولہا دلہن کا مزار پر حاضری منہ دکھائی۔ گود بٹھائی۔ چوتھی کی رسم۔ یہ وہ سب رسومات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور مشترکہ خاندانوں میں پیر کی بیڑی بن گئے ہیں۔[264] جن کو اگر کوئی اتارنا چاہے بھی تو نہیں اتار سکتا۔ ان رسومات سے ہی ایک مقدس رشتے کا آغاز کیا جا رہا ہوتا ہے اور پھر شادی کے بعد کی رسومات آئے دن سر پر آتی رہتی ہیں جن کا انکار برا اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔

مولانا تقی عثمانی ایک واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"۔۔شرعی اعتبار سے بھی جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اسے کوئی تحفہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہے تو دے دے اور ظاہر ہے کہ تحفہ دیتے وقت لڑکی کی آئندہ ضروریات کو مد نظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے لیکن نہ وہ شادی کے لئے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں، اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا منائیں یا لڑکی کو مطعون کریں، نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے۔"[265]

مبشر حسین لاہوری لکھتے ہیں:

"شادی بیاں کے موقع پر لڑکی والوں سے جہیز کے سامان کا مطالبہ کرنا بھی ہندوانہ رسم جہیز سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے اور مسلمان اس رسم بد میں جس قدر مبتلا ہیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے سب سے پہلی شرط اور مطالبہ ہی جہیز کا ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر لڑکی والوں کے والدین جہیز

---

263 یعنی ولیمے پر آئے لوگ پیسے دیتے ہیں اور اس کو باقاعدہ رجسٹر میں نوٹ کیا جاتا ہے۔

264، ہدیہ العروس، مبشر حسین لاہوری، مبشر اکیڈمی، 2003ء، ص: 228-238

265 تقی عثمانی، اسلام کا خاندانی نظام، جلد خامس، ص: 64، ناشر: ادارہ اسلامیات، جون 2010

دینے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو بیٹی کا نکاح کرنا ان کے لیے دنیا کا سب سے بڑا اور مشکل ترین معاملہ بن جاتا ہے"[266]

یہ جہیز کو رسم کے طور پر جب اختیار کیا جاتا رہے گا تو مسائل پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ نمود و نمائش میں ایک دوڑ لگ جائے گی۔ جبکہ دوسری جانب کمزور طبقے کے لیے اس دوڑ کا مقابلہ مشکل ہو جائے گا اور جہیز کے بغیر شادیاں ناممکن نظر آئیں گی۔

iv) اخلاقی مسائل

مشترکہ خاندانوں میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اخلاقیات کی کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات در حقیقت جائز حقوق کا نہ ملنا اور دین سے دوری ہے۔ ان مسائل سے پیدا ہونے والے اثرات میں سے اہم درج ذیل ہیں

i. وقت کا ضیاع دیکھنے کو ملتا ہے جس میں معمولی سے بات کئی کئی دن تک بحث و مباحثہ کا باعث بنتی نظر آتی ہیں

ii. صلاحیتوں کا ضیاع ہوتا جس کی مثال یہ ہے کہ ایک فرد کی مرضی کی وجہ سے رہنے والے باقی خاندانوں میں کوئی مثبت کام شروع نہیں کر پاتے۔ اگر بالفعل کوئی ایک فرد اپنی مرضی سے کوئی کام شروع کرے تو اس کے کام میں رکاوٹیں گھر میں ہی پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یا کم از کم اس کے اس رویے کو گھر کے نظام میں ایک بغاوت کا سا سمجھا جاتا ہے۔

iii. غیبت، چغلی اور دیگر مسائل کی بنا پر راز راز نہیں رہتے۔

iv. احسان جتانے کے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں

v. بدگمانی، غیبت اور جھوٹ بولنا بہت عام ہو جاتا ہے

vi. باہم فخر جتانا، خود فریبی، عیب چینی، ٹوہ لگانا جیسے اخلاقی مسائل ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

2) ساس اور بہو کے اختلافات

خاندانی نظام میں ساس اور بہو در حقیقت گھر کے پورے نظام میں اہم کردار ہیں۔ ساس کا ایک رشتہ تو بہو کے ساتھ اس کے شوہر کی والدہ کا ہے ساتھ میں وہ ماں کی حیثیت سے بھی اپنے بیٹے کے قریب ہے۔ اسی طرح بہو دوسری جانب بیوی کے کردار سے بھی اس نظام کا حصہ ہے۔ ان دونوں کے آپس کے تعلقات کی خرابی شوہر پر بھی پڑتی ہے اور ساتھ میں سسر پر بھی۔ شوہر اگر ماں کا ساتھ دے تو بیوی سے رشتہ کمزور ہوتا ہے اور اگر بیوی کا ساتھ دے تو والدین سے ٹوٹتا ہے۔ ان دونوں شخصیات کے اختلاف کی بنا پر اثر پورے گھر پر پڑتا ہے۔ خصوصاً مشترکہ خاندانی نظام میں اس کا اثر نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔

عبد المنان راسخ کہتے ہیں:

---

[266] ہدیہ العروس، مبشر اکیڈمی، 2003ء، ص:235

"ہمارے ہاں تو ساس بہو کا جھگڑا ضرب المثل بن چکا ہے اور یہ صرف اور صرف بے دینی اور جہالت کی وجہ سے ہے وگرنہ اطاعت شعار اور خدمت گزار عورت اپنے خاوند کی ماں کو اپنی ماں سمجھتے ہوئے اپنے گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔"[267]

عورتوں کے معاملات میں اگر کوتاہی کی جائے اور ان کی باتوں کو نہ سمجھا جائے تو مسائل مزید بگڑنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ خصوصاً ایک طرف والدہ کا رشتہ ہو اور دوسری جانب بیوی کا رشتہ تو مرد کے لیے درمیان کا راستہ نکالنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

"گھر کے اندر ساس بہو کے جھگڑے ہر جگہ ہوتے ہیں۔اس کو بنیادی وجہ تو کم علمی ہوتی ہے۔ علم نہیں ہوتا۔ اور اگر دین کا علم ہو بھی سہی تو تربیت دونوں طرف کی پوری نہیں ہوتی۔ عورتیں آپس میں جب مل بیٹھتی ہیں، بے چاری ہوتی جو ناقص العقل والدین ہیں اس لیے جلدی الجھ پڑتی ہیں۔ تھوڑی سی بات پر جلدی نتیجے نکال لیتی ہیں۔ Hasty Decision[268] انکی عادت ہوتی ہے۔ ذرا سے بات پر فوراً کوئی نتیجہ نکال کر بیٹھ جاتی ہیں۔ اور اس میں غلطی کر جاتی ہیں۔ اس جلد بازی کی عادت کی وجہ سے آپس میں جھگڑا کر لیتی ہیں۔ غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں کسی کے کرنے کا مقصد اور ہوتا ہے۔ دوسرا اسے اور انداز سے سمجھ لیتا ہے۔ اور غلط فہمیوں کی وجہ سے آپس میں لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔"[269]

3) سسرال کے مسائل

سسرال کی اہمیت اپنی جگہ بہت ہے لیکن اس میں پیدا ہونے والے مسائل ازدواجی زندگی پر بہت گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان کے رشتے میں سسرال کے افراد کسی نہ کسی انداز میں دخل اندازی بھی کرتے نظر آتے ہیں اور بہت دفعہ اختلافات کا اصل سبب بھی ہوتے ہیں۔ پاکستان کے ادارے گال اپ کے تحت 1982 اور 2016 میں کیے گئے سروے کے مطابق معلوم ہوا کہ 1982 میں صرف ۳۵ فیصد لوگ سسرال سے دور رہنے کو خوشگوار ازدواجی زندگی کا باعث

---

[267] طلاقیں کیوں ہوتی ہیں، راسخ، عبد المنان، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۴، صفحہ: 21

[268] ایسے فیصلے جو انتقام میں لیے جاتے ہیں

[269] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، صفحہ: 178

سمجھتے تھے جبکہ 2016 میں ان کی تعداد بڑھ کر ۴۰ فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ 1982 کے سروے کے مطابق 52 فیصد لوگ ایک ہی خاندان میں شادی کرنے کو خوشگوار ازدواجی زندگی کا باعث سمجھتے تھے جبکہ 2016 میں ان کی شرح 42 فیصد ہو گئی ہے۔[270]

یہ شاید تعداد اس سے زیادہ ہوا گر لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہونے کے باعث مشترکہ خاندانی نظام کا سہارا نہ لینا پڑے۔ اس سروے کے نتائج سے پتہ یہ چل رہا ہے کہ سسرال اور مشترکہ خاندانی نظام میں لوگ نسبتاً کم خوش نظر آتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑے اب پہلے کی نسبت زیادہ سسرال سے دور رہ کر زندگی اپنی مرضی سے گزرنے کو پسند کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی سامنے آرہی ہے کہ پہلے کی نسبت لوگ دوسرے خاندان میں شادی کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ اس کی کئی اور وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک سمجھ میں آنے والی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی خاندان میں رہ کر اور ایک دوسرے کے معاملات میں بلاوجہ کہ دخل اندازی سے بہتر یہ ہے کہ اپنی مرضی سے رشتہ تلاش کیا جائے اور کسی اور خاندان میں شادی کی جائے تاکہ کم سے کم دخل اندازی ہو اور ایسے معاملات سے بچا جا سکے کہ جس میں رشتہ داروں کی ناراضگیاں ہوں خصوصاً ان رشتہ داروں کی کہ جو امید لگائے بیٹھے ہوں کہ رشتہ ان کے بیٹے یا بیٹی سے ہو گا۔ سسرال کی مداخلت کی بنا پر ٹوٹنے والے ایک رشتے کی مثال میں جناب قاضی احمد صاحب کا انٹرویو درج ذیل ہے۔

نام: ا۔ب۔ج

پتہ: گھر نمبر، گلی نمبر، علاقہ، شہر

قاضی احمد صاحب کی شادی ان کی یونیورسٹی میں زمانہ طالب علمی میں ہی ہو گئی تھی۔ انکی سابقہ بیوی انکی اپنی کلاس فیلو تھیں۔ ان دونوں کی شادی محبت کی شادی تھی۔ ان کا نکاح ہو گیا تھا لیکن رخصتی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ہونی تھی۔ ان سے انٹرویو کی گفتگو درج ذیل ہے

سوال: آپ کی شادی کس انداز میں ہوئی؟

جواب: میرا نکاح 2015 میں ہوا تھا۔ درحقیقت یہ ایک love marriage تھی۔ کچھ common خصوصیات کی بنا پر مجھے میری سابقہ wife پسند آ گئیں اور ہمارا نکاح ہو گیا مثلاً دین سے رغبت، پردہ کا اہتمام وغیرہ

[270] Over the past 34 years, significant drop in the proportion of Pakistanis who believe loyalty, respect & understanding are very important for a successful marriage. February 2, 2017, http://gallup.com.pk/wp-content/uploads/2019/07/2-February-2017-1.pdf, Accessed: 23/6/2019

سوال: آپ دونوں کے درمیان شروع سے تعلق کیسا تھا

جواب: چونکہ یہ ایک love marriage تھی اور پر love marriage کی طرح شروع میں Relationship بہت اچھا تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے میں نے کچھ بہت بڑا achieve کر لیا ہو

سوال: نکاح کے بعد کتنے عرصہ میں رخصتی کا ارادہ تھا۔

جواب: رخصتی ڈگری کے فوراً بعد کرنے کا ارادہ تھا کیونکہ ہم دونوں پڑھ رہے تھے اور میں ڈگری ک بعد کوئی مناسب روزگار ملنے کے بعد شادی [رخصتی] کرنا چاہتا تھا۔

سوال: آپ دونوں کے آپس کے اختلافات کی اصل وجہ کیا بنی؟

جواب: جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سر فہرست میری ساس کی بے وجہ کی مداخلت ہے۔ چونکہ اس family میں Female Dominance رہی ہے مثلاً اس لڑکی کی نانی کی، اس کی والدہ کی تو یہ سب کچھ اب مجھ پر الاگو کرنا چاہ رہی تھیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان کو کسی بھی قسم کا انکار گوارا نہ تھا۔ پھر نکاح کے کچھ عرصہ بعد میرے والد بھی اس جہاں سے کوچ کر گئے جس کی وجہ سے معاشی حالات خراب ہو گئے۔ جب جیب میں پیسے نہ ہو، ساس بھی ایسی ہو تو بیوی بھی باتیں کرنے لگ جاتی ہے۔ خالی جیب، ساس کی مداخلت اور معاشی پریشانی کے باعث اکثر گرما گرمی ہو جاتی تھی۔ بیوی کو لگتا تھا کہ اس کی والدہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے اور ساس کو لگتا تھا کہ داماد بہت سخت اور بدتمیز ہے۔ والد کے بعد والدہ کو بھی فالج کا Attack ہوا جس کی وجہ سے وہ بیڈ پر رہنے لگیں۔ اب ان کو یہ پریشانی ہوئی کہ کہیں ساس کی خدمت نہ کرنی پڑے۔ اس بات کی گواہ خود میری ساس کی گفتگو ہے جس میں انہوں نے میری امی سے بولا "ٹھیک ہو جائیں جی، آنے والیاں اتنا نہیں کریں گی۔" Last time جو بات بگڑی، اس کی وجہ بھی یہی تھی ک آپس کی گرما گرمی ہوئی جس میں ساس نے مداخلت کی اور بولا کہ اگر بیوی چاہیے تو آو۔ چونکہ وہ کافی غصے میں تھیں اس لیے اس وقت میں نے معاملے کو ٹھنڈا کر دیا لیکن اگلے دن بیوی نے یہ کہہ کر طلاق مانگ لی کہ میری امی ک کہنے پر آپ نہیں آئے اس لیے آپ مجھے طلاق دیں۔

سوال: آپ نے بتایا کہ آپ ساس نے مسائل پیدا کیے۔ کیا وہ شروع سے آپ دونوں کے رشتے کے حق میں تھیں؟

جواب: بظاہر تو سب خوش تھے۔ والد صاحب کا ماشاءاللہ کاروبار اچھا تھا۔ گھر اچھا اور بڑا تھا۔ کسی چیز کی روک ٹوک نہ تھی تو بیٹی والوں نے تو خوش ہونا ہی تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ لڑکا کچھ نہیں کرتا، انہوں نے بیٹی کیوں دی؟ اس کی وجہ والد کا پیسہ ہی تھی۔ جب تک ساس کی بات پر agree کرتا رہا، وہ بہت خوش رہی۔

سوال: کیا آپ کے سسر جانتے تھے کہ یہ رشتے میں جو خرابی پیدا ہو رہی ہے اس میں آپ کی یا آپ کے گھر والوں کا قصور نہیں،

جواب: سسر صاحب نہ تین میں تھے نہ تیرہ میں۔ نوکری صرف 10-15 ہزار کی تھی جس سے 7 افراد کا گھر چل سکتا۔ Maximum support لڑکی کے ماموں کی تھی جو اچھے settled تھے۔ان کی لڑکی ک باپ سے زیادہ مانی جاتی تھی۔ last call پر بھی سسر نے بولا تھا کہ ہمیں لڑکے سے یا لڑکے کے گھر والوں سے کوئی مسلہ نہیں۔ بس نصیب نہیں ملے۔ سب plan ساس کا تھا جس کو بیٹی کا future پیسے کی کمی کی وجہ سے تاریک نظر آ رہا تھا۔

سوال: کیا آپ کے گھر والے چاہتے تھے کہ آپ کا رشتہ نہ ٹوٹے۔

جواب: میں نے اور میرے گھر والوں نے بہت کوشش کی تھی رشتہ بچانے کی لیکن ان کی ایک ضد تھی کہ طلاق دی جائے۔ کوئی معقول وجہ بنانے سے بھی وہ لوگ قاصر رہے۔ان کو گھر پر بھی بلایا بات کرنے کے لیے لیکن وہ نہ مانے۔ مجھے اس کے بھائی کے الفاظ یاد ہیں کہ "اگر آپ اس کو shut up بول سکتے ہو تو وہ طلاق کیوں نہیں مانگ سکتی؟" ساس کے مطابق بھی لڑکی نے طلاق مانگ کر برا نہیں کیا۔

سوال: اب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بنیادی طور پر کیا وجوہات ہیں کہ آج ازدواجی زندگی میں طلاق اور خلع تک باتیں پہنچ جاتی ہیں؟

جواب: میرے مطابق انسان جتنا حقیقت سے دور رہتا ہے، اتنا ہی نقصان اٹھاتا ہے۔ اگر وہ لوگ ground reality پر اور دین کی بنا پر نکاح کرتے جس کا وہ بہت زور و شور سے اعلان کرتے تھے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جو تھا والد صاحب کا تھا۔ اس کو وہ میرا سمجھ بیٹھے۔ کاروبار بڑے بھائیوں نے سنبھال لیا اور ان کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری سب سے بڑی وجہ موبائل فون conversation ہے۔ ہر وقت بات کرنے سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں مثلاً message کا reply کرنے میں دیر ہو جانا، Call pick نہ کر پانا وغیرہ۔ میرا experience ہے کہ شادی سے پہلے جتنی بات کم کی جائے اتنا اچھا ہے۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لڑکی اور اس کے parents کو سمجھانا چاہیے کہ رشتے روز روز نہیں بنتے۔ ان میں compromise اور برداشت سے کام لینا پڑتا ہے۔ محض چند ظاہری کمزوریوں کی بنا پر رشتے سے متنفر ہو جانا کوئی عقلمندی نہیں۔ میری نئی جگہ شادی بھی ہو چکی ہے الحمدللہ۔ جبکہ وہ [سابقہ بیوی] اب تک گھر بیٹھی ہوئی ہے۔ اللہ ہم سب کو برداشت اور رشتوں کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قاضی احمد صاحب سے ہونے والی گفتگو سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

i. ازدواجی زندگی میں نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر سے رشتے میں کمزوریاں واقع ہونے لگتی ہیں۔

ii. عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ فون کال اور میسیجز کی گفتگو سے غلط فہمیاں زیادہ جنم لیتی ہیں۔اس کے برعکس آمنے سامنے بیٹھ کر کی جانے والی گفتگو نہ صرف گفتگو ہوتی ہے بلکہ اس میں غلط فہمیاں کم سے کم پیدا ہوتی ہیں۔

iii. ازدواجی زندگی کو خراب کرنے والی بڑی وجہ انا ہے۔اگر اپنی انا کو رشتوں سے اوپر کر دیا جائے تو رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔

iv. زوجین کے درمیان کے اختلافات میں اگر سسرال مداخلت کرے تو اختلافات عموماً بڑھ جاتے ہیں۔اس لیے زوجین کے درمیان کے اختلافات کو دونوں طرف کے سسرال کے اختلاف تک پہنچنے سے پہلے روکنے کی ضرورت ہے۔ رشتوں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے دونوں طرف کے سسرال اپنی خواہشات کی کچھ قربانی دینا ہوتی ہے اور اپنی بات کے مقابلے میں رشتوں کو ترجیح دینا ہوتی ہے تب ازدواجی زندگیاں مضبوط ہوتی ہیں۔

4) اخراجات کی غیر منصفانہ تقسیم

اخراجات کو اگر برابری کے ساتھ تقسیم کیا جائے تو بہت سے مسائل پیدا ہی نہ ہوں لیکن مشترکہ نظام کسی بھی نوعیت کا ہو اس کے اندر اختلافات اور ناہمواریاں جنم لیتی جاتی ہیں۔ خصوصاً جب مالی معاملات کو کسی اصول کے بغیر اور غیر تجربہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا جائے تو بحث و مباحثہ اور اختلافات جنم لیتے ہیں۔ خیبر پختونخوا کا واقعہ ہے کہ ضلع کرک میں جائیداد اور گریلو تنازعہ پر سگے رشتہ دار مخالفین نے فائرنگ کر کے باپ اور تین بیٹوں کو قتل کر دیا جبکہ شوہر اور بیٹوں کی ہلاکت کی خبر سن کر بچوں کی ماں بھی صدمے سے فوت ہو گئیں۔[271] یہ وہ اثرات ہیں جو مالی معاملات میں کوتاہی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں جس میں ماں، باپ، بھائی، بہن، خالہ، ماموں، چچا، پھوپھو جیسے قریبی رشتوں کا ذکر ملتا ہے جو کہ سب سے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔مال کے معاملات ہی انسان کو ان رشتوں کا احترام بھلا دیتا ہے۔

سسرال سے تعلقات خراب کرنے کا اثر شریکِ حیات پر پڑے گا۔اس کے لیے کسی ایک کی طرفداری کرنا مشکل ہو جائے گا۔ عورت کے گھر والوں سے اگر معاملات خراب ہوئے تو عورت کو طرح طرح کی باتیں اپنے گھر سے سننے کو ملیں گی اور اگر مرد کے گھر والوں سے معاملات خراب ہوئے تو شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ سکون سے رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہ بات آپس کے تعلقات کی خرابی کا باعث بنے گی۔

---

[271] گریلو جھگڑے اور جائیداد کے تنازعے پر ہونے والی فائرنگ نے باپ اور تین جوان بیٹوں کی جان لے لی، دلخراش واقعہ کی خبر سنتے ہی ماں بھی صدمے سے چل بسی،Aug 26, 2018،https://dailypakistan.com.pk/26-Aug-2018/836485

مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے زوجین کے لیے آسانیاں بھی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے مسائل اکثر اوقات انفرادی زندگیوں کو بھی متاثر کرتے ہیں اور گھر کے ماحول کو بھی کسی ایک سمت میں لے جاتے ہیں۔ خاص کر دینی اعتبارات سے حجاب کے احکامات پر خاص طور پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ غیر ضروری رسومات سے رکنا اور گھر کے افراد کو روکنا در حقیقت گھر کے اور خاندان کے پرانے چلتے نظام اور ان کی ثقافت و رواج کے خلاف بغاوت کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اخلاقی برائیاں ایک سے دوسرے میں جلدی منتقل ہوتی ہیں اور دین سے دوری بھی ہو تو مزید بڑھتی جاتی ہیں۔ خصوصاً اخلاقی برائیاں بچوں میں ایک سے دوسرے کو جلدی منتقل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ سسرال کے مسائل الگ انداز میں زوجین کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔

فصل سوم:

ازدواجی مسائل کے اولاد پر اثرات

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل کے اثرات

والدین اور بچوں کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے کہ بچے اپنی زندگی میں بیشتر مسائل میں والدین کے اندازِ زندگی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ والدین کے خیالات، الفاظ، انداز، رویے کو بچے ہو بہو اختیار کرتے جاتے ہیں۔ والدین کا بچوں کو وقت نہ دینا یا نہ دے سکنا بچوں کو در حقیقت ایک رہنما سے محروم کر دیتا ہے۔ بچے ایک وقت تک تو خاموشی سے کھیلتے کودتے وقت گزار لیتے ہیں لیکن بالآخر رہنمائی اور تربیت اوروں کے ہاتھوں حاصل کرتے ہیں جس میں ان کی تربیت ہونے کی بجائی ان کے اندر بگاڑ پیدا ہوتا جاتا ہے۔

1) تعلیم و تربیت کا فقدان

والدین اور بچوں کا آپس کا تعلق، ایک ساتھ گزارا ہوا وقت اور والدین کی وقتاً فوقتاً کی نصیحتیں بچوں کے کردار اور اخلاق پر تو اثر انداز ہوتی ہی ہیں اس کے علاوہ ان کے مستقبل کا انحصار بھی اسی تربیت پر ہوتا ہے۔ Joseph Rowntree Foundation The Homestead میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں والدہ کے فل ٹائم نوکری کرنے کے اثرات پر جب تحقیق پیش کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ چونکہ بچے والدہ کی توجہ حاصل نہیں کر پاتے تو ان میں A گریڈ لینے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں ساتھ ساتھ بلوغت کو پہنچنے والے بچوں میں بے روزگاری کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اور معاشی طور غیر مستحکم رہنے کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں میں نفسیاتی دباو کے مسائل بھی زیادہ پائے جاتے ہیں۔[272] بچوں کی تعلیم و تربیت ہی در اصل انکا مستقبل ہے۔

2) بہت زیادہ سکرین کے سامنے بیٹھنا

عصر حاضر کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ٹیکنالوجی کی ترقی سے آنے والے وسائل سے پیدا ہوا ہے۔ پہلے ٹی وی اور کمپیوٹر کے آگے بچے کئی کئی گھنٹے گزار دیتے تھے اب موبائل، ٹیب اور دیگر جدید آلات نے سکرین ان کے ہاتھ میں پکڑا دی ہے۔ Children and adolescents and digital media کے موضوع پر شائع ہونے والے تحقیق سے یہ باتیں سامنے آتی ہیں کہ سکرین کے سامنے زیادہ وقت گزارنے سے موٹاپے کے مسائل، غیر صحت بخش غذا اور ذہنی پریشانیوں کے مسائل سنا منے آ رہے ہیں جبکہ زندگی کے معیار پر گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں[273] کینیڈا کے پیڈیاٹرک سوسائٹی نے بھی 2017 میں اسی

[272] John Ermisch and Marco Francesconi, The effect of parents' employment on outcomes for children, Published by the Joseph Rowntree Foundation The Homestead, 40 Water End, York YO30 6WP, MARCH 2001

[273] Reid Chassiakos YL, Radesky J, Christakis D, et al. Children and adolescents and digital media. Pediatrics 2016;138:e20162593.

طرح کی ہدایات جاری کیں ہیں[274] امریکن اکیڈمی برائے اطفالیاتیات نے 2016 میں 2-5 سال کی عمر کے بچوں کو دن میں 1 گھنٹہ تک اعلی معیار کے پروگرام دکھانے کی ہدایات کی ہیں۔ ویڈیو گیمز پر Journal of Adolescence میں ایک مقالہ تحقیق شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سی ایسی گیمز جن میں لڑائی جھگڑے اور تشدد پائے گئے ہیں، بچوں میں غصے اور لڑائی جھگڑے کے مزاج کو بڑھا رہی ہیں۔[275] امریکہ میں U.S. Surgeon General کے ماہرین کے پینل نے میڈیا پر نشر ہونے والے تشدد پر تحقیق کی جس میں انھوں نے فلمز، گیمز اور موسیقی میں نشر ہونے والے پر تشدد مناظر اور الفاظ کے نتائج کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس سے امریکہ میں غصے اور تشدد کے مزاج میں اضافہ ہو رہا ہے اور مستقبل میں بھی اس کے اثرات ملیں گے۔ [276] ان مسائل کے اثرات بچوں کے ساتھ ان کے والدین تک بھی پہنچتے ہیں۔

3) ازدواجی زندگی میں پہلے بچے کی آمد کے بعد شوہر اور بیوی کے درمیان آنے والے فرق

پہلے بچے کی آمد کے بعد میاں بیوی میں ایک دوری کی سی کیفیت آنے لگتی ہے۔ اکثر اوقات ان میں اختلافات میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ دونوں بظاہر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ لو میرج کے کیس میں تو یہ مزید سمجھ سے باہر ہوتی ہے کہ جو شخص انتہائی اہم تھا وہ دل سے اترتا کیوں دکھائی دے رہا ہے۔ اس کے مزاج میں تلخی کیوں آگئی ہے۔ Dr.Gottman کے ریسرچ سینٹر نے ان باتوں کو مختصراً یوں بیان کیا ہے کہ وہ کیا تبدیلیاں ہیں جو پہلے بچے کی پیدائش کے نتیجے میں شوہر اور بیوی کے درمیان رونما ہوتی ہیں۔

a) میاں بیوی دونوں کو بچے کی پیدائش کے بعد بہت محنت کرنی پڑتی ہے لیکن وہ دونوں ناخوشگوار محسوس ہوتے ہیں۔

b) جس سال بچے کی پیدائش ہوتی ہے اس سال میں اختلافات اور آپس کے تعلقات میں خرابی کے واقعات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

c) بیوی کی جنسی خواہش میں کمی آجاتی ہے۔ عموماً بچے کی پیدائش کے سال کم ہی رہتی ہے۔ خصوصاً یہ مسئلہ تب پیش آتا ہے کہ جب بیوی ہی بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ نتیجتاً میاں بیوی کے مخصوص تعلق میں کمی آجاتی ہے۔

---

[274] Canadian Paediatric Society DHTFOO. Screen time and young children: Promoting health and development in a digital world. Paediatr Child Health 2017

[275] Anderson, C. A. (2004). An update on the effects of violent video games. Journal of Adolescence, 27, 113–122

[276] Anderson, C. A., Berkowitz, L., Donnerstein, E., Huesmann, L. R., Johnson, J., Linz, D., . . . Wartella, E. (2003). The influence of media violence on youth. Psychological Science in the Public Interest, 4, 81–110

d) ماں عام طور پر بچے کے ساتھ بہت زیادہ مشغول رہتی ہیں اور جذباتی رابطے کی راہ میں اپنے ساتھیوں کو زیادہ پیش کرنے کے لئے تھک جاتی ہیں۔

e) ماں اور والد دونوں کی شناخت میں بہت بڑی تبدیلیاں آتی ہیں۔ خود کو نہ صرف والدین اور شراکت دار کی حیثیت سے سوچنا ، بلکہ ایک بڑے کنبے کے ممبر کے طور پر: دوست، بھائی، بہنیں، بیٹے، بیٹیاں۔

f) والدین اکثر زندگی میں اپنے اہداف کے ساتھ ساتھ اپنی اقدار کو بھی وسیع پیمانے پر تبدیل کرتے ہوئے پاتے ہیں۔

g) جوڑے اپنے بچے کے لئے اپنے والدین سے زیادہ بہتر والدین بننا چاہتے ہیں۔

h) جیسے جیسے تعلقات بدلتے ہیں، ایک مختلف زندگی شروع ہو جاتی ہے: "بچے سے پہلے "اور" بچے کے بعد۔"

i) جیسے ہی بچی کی پیدائش ہوتی ہے، ماں کے دوست منظر پر آتے ہیں۔ خواتین کی ایک ایسی سوسائٹی جو مدد کرنے آئی ہے۔ نئے والد اپنے آپ کو خارج اور بھیڑ سے باہر محسوس کر سکتے ہیں، اور امکان ہے کہ وہ خود کو صورتحال سے ہٹا کر جواب دیں۔ وہ اکثر تنازعہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے، زیادہ کام کرتے ہوئے، بچے اور ماں سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

j) جب ماں ناخوش ہوتی ہے تو، اس کا بچہ پیچھے نہیں ہٹتا ہے۔ والد کے لئے بھی ایسا نہیں ہے۔ ایک بچہ اس باپ سے جذباتی طور پر دستبردار ہو جاتا ہے جو ماں کے ساتھ اس کے تعلقات سے ناخوش ہوتا ہے- اس اور اس کے بچے کے مابین ایک المناک خلیج بڑھتی ہے۔[277]

ان اثرات سے زوجین کا آپس کا تعلق کمزور ہونے لگتا ہے۔ ان کے درمیان غلط فہمیوں میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ وقت ساتھ گزارنے کے پہلے جیسے مواقع مہیہ نہیں ہوتے۔

4) بچوں کو وقت نہ ملنا

وقت کی کمی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا شکار آج ہر کوئی ہو گیا ہے۔ وقت نہ ملنے کے الفاظ ہر ایک سے سننے کو ملتے ہیں۔ والدین کی مصروفیات پہلے کے مقابلے میں آج کئی گناہ زیادہ نظر آتی ہیں۔ گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی دوڑ میں لگا نظر آتا ہے۔ والدین اور بچوں کے درمیان ایک دوری سی نظر آتی ہے۔ والدین کے تعلقات کا معیار والدین اور بچوں کے تعلقات کے ذریعے سے براہ راست یا بالواسطہ بچوں کو متاثر کر سکتا ہے۔[278] براہ راست اثرات کی شرائط میں، سماجی سیکھنے کا نظریہ بتاتا ہے کہ بچے خاص طور پر

---

[277] https://www.gottman.com/blog/bringing-baby-home-the-research/

[278] Easterbrooks MA, Emde RM. Marital and parent–child relationships: The role of affect in the family system. In: Hinde RA, Stevenson-Hinde J, editors. Relationships within families: Mutual influences. New York: Oxford University Press; 1988. pp. 48–67.

اپنے والدین کے ساتھ اہم افراد کی طرز عمل اور بات چیت کا نمونہ بناتے ہیں۔[279] والدین کے مابین مثبت اور کم تناو باہمی تعاملات کا مشاہدہ کرنا بچوں میں بھی ایسے ہی طرز عمل پیدا کر سکتا ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کا معیار والدین کے طرز عمل سے بالواسطہ طور پر بچوں کے مزاج کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔[280] اب اگر والدین وقت ہی نہیں دیں گے تو بچوں میں ایک والدین سے تعلق میں کمی واقع ہو جائے گی۔

Generation Gap (5

Generation Gap کے اثرات دو تین مختلف نسلوں پر کئی پہلوؤں سے پڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک زبان کا فرق بھی محسوس کیا گیا ہے۔ والدین سے جو زبان بچہ سیکھتا ہے وہ تو اس کی مادری زبان ہوتی ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ اپنے ارد گرد کی زبانیں بھی سیکھتا ہے جو اس کے محلے، اسکول، شہر اور ملک میں بولی جاتی ہیں۔ اس میں خصوصاً ایسے بچے جو کسی اور ملک میں پیدا ہوئے ہوں، اس ملک کی زبان کو زیادہ سیکھ لیتے ہیں اور وہ ان کے لیے اول زبان بن جاتی ہے جبکہ مادری زبان کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تیسری نسل اس ملک ہی کی زبان جانتی ہے اور آبائی زبان سے ان کا رشتہ مزید کمزور ہوتا جاتا ہے۔[281] اسی طرح دو نسلوں میں بدلتی ٹیکنالوجی سے بھی انداز زندگی میں تبدیلی آنے لگتی ہے۔ پہلے کے زمانے میں یا تو آمنے سامنے بیٹھ کر بات ہوتی تھی یا خط کے ذریعے، پھر ٹیلیفون کا اور دیگر آلات کا دور آیا، اس کے بعد ای میل، میسنجر وغیرہ سے دوسرے ممالک میں بیٹھے لوگوں سے باآسانی باتیں ہونے لگیں۔ اب ایک کمرے میں بیٹھ کر بھی WhatsApp پر خفیہ طور پر باتیں ممکن ہیں۔ اس سب کا اثر دو تین نسلوں کے درمیان کے فرق پر پڑتا نظر آتا ہے۔[282] اس ٹیکنالوجی کے فرق نے بظاہر تو مشکلات میں کمی کی ہیں لیکن کئی قسم کے مسائل جنم دے دیے ہیں۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے لڑکا اور لڑکی جن کا رشتہ آپس میں کزن کا ہوتا ہے لیکن ان کی آپس میں کس قسم کی گفتگو موبائل اور سوشل میڈیا کے ذریعے چل رہی ہے، یہ ان کے والدین کے وہم و خیال میں بھی نہیں آتا۔ اس کے برعکس ایک نوجوان جو موبائل اور دیگر آلات خالص اپنی تعلیم و تربیت، دینی علم کے اضافے اور فلاحی

---

[279] Bandura A. Social learning theory of aggression. Journal of Communication. 1978;28:12–29.

[280] Engfer A. The interrelatedness of marriage and the mother–child relationship. In: Hinde RA, Stevenson-Hinde J, editors. Relationships within families: Mutual influences. New York: Oxford University Press; 1988. pp. 104–118

[281] Del Torto, L.M. (2008). "Once a broker, always a broker: Non-professional interpreting as identity accomplishment in multigenerational Italian-English bilingual family interaction". Multilingua. 27 (1/2): 77–97.

[282] Holson, Laura M. (9 March 2008). "Text Generation Gap: U R 2 Old (JK)". The New York Times. Retrieved 23 May 2012.

کاموں کے لیے استعمال کر رہا ہو، والدین کے شک کا نشانہ بنتا رہے گا۔ والدین کو نئی نسل کے لحاظ سے شکوک و شبہات ہی رہتے ہیں کہ ان کی اولاد سارا سارا دن موبائل پر کیا کرتی ہے۔ یہ سب اثرات ہیں صرف نسلوں کے آپس کے فرق کے۔

6) انٹرنیٹ اور بچے:

ستمبر 2019 کے مہینے میں ایک واقع سامنے آیا ہے کہ ایک لڑکی جو ایک نجی اسکول میں آٹھویں جماعت کی طالبہ ہے، اغواء ہو جاتی ہے۔ سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور پھر پرنٹ میڈیا پر بھی یہ خبر عام ہو جاتی ہے۔ اس بچی کا تعلق اسلام آباد کے ایک معروف تعلیمی ادارے سے ہے اور جی-8 کے علاقے سے غائب ہوئی تھی۔ جی-9 کے تھانے میں اس کی رپورٹ درج کی جاتی ہے اور پولیس دوسے تین دن میں بچی کو ایک لڑکے کے ساتھ سوات کے ایک ہوٹل سے بازیاب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ بچی اغواء نہیں ہوئی تھی بلکہ اپنے ایک فیس بک پر بنے دوست کے ساتھ سیر کے لیے فیض آباد سے مری گئی اور ایک ہوٹل میں رات رہی اس کے بعد یہ دونوں گاڑی بک کرا کر سوات گئے اور وہاں شام کے وقت ان دونوں کو پولیس ایک ہوٹل سے اپنی تحویل میں لے لیتی ہے۔[283] لڑکے کے پاس 10-12 لاکھ روپے بھی برآمد ہوتے ہیں جو اس کے گھر کسی نے امانتاً رکھوائے تھے۔ بچی کی والدہ خود بھی کسی اسکول میں ٹیچر ہے۔[284]

یہ واقعہ ان بہت سے واقعات میں سے ایک ہے جو اس وقت ہمارے معاشرے میں ہمیں نظر آرہے ہیں۔ اس واقعے پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں جن کے اثرات میں سے ایک واقعہ یہ ہے۔

a) اس وقت ہمارے معاشرے میں عورت کی دنیاوی تعلیم پر تو توجہ دی جارہی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کی طرف توجہ نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو بس وہ اسلامیات کی حد تک ہے جو ایک مضمون کے طور پر اسکول، کالجز اور ہونیورسٹیز میں پڑھادیا جاتا ہے۔

b) والدین کا اپنی اولاد سے رشتہ اتنا کمزور ہے کہ بچے بغیر بتائے کسی کے ساتھ بھی اور کہیں بھی چلے جاتے ہیں جس کے نتائج اس سے کئی گناہ زیادہ ہمارے سامنے آتے ہیں۔

c) بچوں کو سوشل میڈیا پر اتنی آزادی ہے کہ وہ کسی سے بھی دوستی کر رہے ہیں یا کسی سے بھی رات دن موبائل پر باتیں کر رہے ہیں ان پر روک ٹوک کسی قسم کی نظر نہیں آتی۔

d) ہمارے تعلیمی ادارے تربیت سے زیادہ بس کتابیں پڑھانے، اچھے گریڈز لینے، اچھے کیریئر کو اپنانے کی طرف دھیان دے رہے ہیں۔ جہاں تک تربیت کی اور اخلاقیات کی بات ہے تو اس پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

---

[283] https://e.jang.com.pk/09-18-2019/pindi/pic.asp?picname=02_14.png
[284] https://e.jang.com.pk/09-19-2019/pindi/pic.asp?picname=02_17.png

e) ایک بچہ جس کی عمر 15/14 سال ہے وہ اتنی بڑی رقم لے کر گھر سے مری اور سوات تک چلا گیا ہے اور گھر کے کسی فرد کو علم بھی نہیں ہوتا اور یہ بات سامنے تب آتی ہے کہ جب لڑکی کے گھر والے لڑکی کے گھر نہ ہونے پر پریشان ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے کے گھر والوں کی تو اس سے زیادہ بری حالت ہے۔

7) Single Parent

طلاق کا معاملہ ایسا ہے کہ جو کام بظاہر تو تین الفاظ ہیں لیکن اس کے اثرات صرف میاں بیوی پر ہی نہیں بلکہ ارد گرد کے رشتوں پر بھی پڑتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان رشتے کے ٹوٹنے سے در حقیقت دو خاندان ٹوٹتے ہیں۔ اگر ان دونوں کی اولاد بھی ہو تو اولاد پر اس کا صدمہ سب سے زیادہ پڑتا ہے۔ بچوں کے لیے یہ صدمہ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوبارہ سے مضبوط نہیں کر پاتے۔ طلاق اور خلع کی شرح بڑھنے سے ایک مسئلہ Single Parent کا سامنے آرہا ہے۔ پاکستان میں اس وقت ایک دن میں ۱۰۰ سے زائد کیسز صرف طلاق کے متعلق رجسٹر ہوتے ہیں۔[285] اس بات سے واضح ہے کہ Single Parent کے مسئلے میں اضافہ بھی اسی کے ساتھ ساتھ ہوتا جارہا ہے۔ علیحدگی کے نتیجے میں میاں بیوی کی زندگی پر تو مختلف اثرات پڑتے ہی ہیں، ساتھ ساتھ بچے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے بچے جن کے والدین کے درمیان علیحدگی ہوگئی ہو یا والدین کے درمیان کے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہوں ان کے زندگی میں ذہنی پریشانیوں کے مسائل کی شرح نسبتاً زیادہ ہی پائی جاتی ہے۔[286] ایسے بچے اسکول میں کم توجہ دیتے پائے گئے ہیں اور بعض دفعہ جلد اسکول اور تعلیم ترک کر دیتے ہیں۔ اگر وہ اپنی تعلیم مکمل کر بھی لیں تو اپنے کام اور نوکری میں دلچسپی نہیں لیتے۔ نتیجۃً وہ بے روزگار ہو جاتے ہیں اور یہ ان کی جذباتی اور نفسیاتی نشوونما پر اثر کرتا ہے۔[287] بچے والدین کی طلاق کے بعد ان دونوں کو کبھی پہلے جیسا اکٹھا نہیں دیکھ پائے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہ میاں بیوی نفسیاتی مریض بن گئے ہیں جس کی بنا پر وہ اپنے بچوں کو صحیح سے توجہ نہیں دے سکے اور بچوں نے اپنے والدین کی قصوروار ٹھہرا کر اپنا اور ان کا رشتہ مزید کمزور کر دیا ہے۔ بچے والدین سے دوہرا سلوک کرنے لگتے ہیں اور کسی ایک کی طرف ان کا جھکاؤ ہو جاتا ہے۔ عموماً بچے اپنے والد سے دور ہو جاتے ہیں۔[288] ایک سروے کے مطابق 70 فیصد سے زیادہ طلبہ جن کے تعلیمی نتائج میں

---

285 Falana B, Bada F, Ayodele C (2012) Single-parent Family Structure, Psychological, Social and Cognitive Development of Children in Ekiti State. Journal of Educational and Developmental Psychology 2(2)

286 ZiII, Nicholas. 1978. "Divorce, marital happiness, and the mental health of children." Paper presented at the NIMH workshop on divorce and children, Bethesda, MD.

287 Bornstein H, Bradley H (2014) Socioeconomic status, parenting, and child development. Journal of Early Adolescences.

288 Kalmijn, M. (2012). Long-Term Effects of Divorce on Parent-Child Relationships: Within-Family Comparisons of Fathers and Mothers. European Sociological Review, 29(5), 888–898.

اچھی کارکردگی سامنے آئی ہے وہ ہیں جو والد اور والدہ دونوں کی ایک گھر میں موجودگی میں رہتے ہوئے تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ دیگر ایسے طلبہ جن کو دونوں کی سرپرستی نہیں ملتی تعلیمی میدان میں بہت کم ہی بہتر نتائج دکھا پاتے ہیں[289]

عصرِ حاضر میں والدین کے لیے اولاد کے مسائل پہلے کی نسبت زیادہ ہیں اور ان کے اثرات بچوں پر ان کی تربیت کے پہلو سے پڑ رہے ہیں۔ سکرین ٹائم اور انٹرنیٹ تک رسائی میں آسانی اور ان کے عام ہونا ایک اہم مسئلہ ہے جو بچوں کی جسمانی، ذہنی، روحانی اور نفسیاتی ہر پہلو سے تربیت میں فقدان کا باعث بن رہے ہیں۔ اسی طرح جنریشن گیپ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور سنگل پیرنٹ کی تعداد میں طلاق اور خلع میں اضافے کی وجہ سے اضافہ سامنے آیا ہے۔ یہ مسائل آنے والی نسلوں کی خرابی کا باعث ہیں۔

---

289 Marie Husøy Sæther, Childhood Family Dissolution and School Outcomes. The Timing of Dissolution Effects, Published online: 03 Apr 2019

فصل چہارم:

ازدواجی زندگی کے معاشی مسائل کے اثرات

فصل چہارم-زوجین کے معاشی مسائل اور انکے اثرات

1) شادیوں میں تاخیر

اس وقت ہمارے ملک میں ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں صرف اس لیے غیر شادی شدہ بیٹھے ہیں کہ ان کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ شادی کے انتظامات کر سکیں۔ لڑکیوں کے والدین تو خصوصاً جہیز اور شادی کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں۔ ڈسکہ [290]، ستر اہ میں جہیز نہ لانے پر خاوند نے مبینہ طور پر اپنی بہن اور باپ کیساتھ ملکر بیوی کو زہر دیکر موت کے گھاٹ اتار دیا۔[291] مصر کے نوجوانوں پر ہونے والی ایک تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں عموماً شادیاں تاخیر سے ہوتی ہیں۔ اوسط عمر 30 اشاریہ 8 سامنے آئی ہے [292] سنہ 1990 کی دہائی میں امریکی ماہر سیاسیات Diane Singerman[293] قاہرہ [294] میں خاندانی سیاست کے موضوع پر تحقیق کر رہی تھی تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ جن لوگوں سے سوالات کر رہے تھیں، ان کی اکثریت کو ایک ہی مسئلے کا سامنا تھا، اور وہ یہ کہ شادی کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے۔ بات صرف شادی کے دن کے اخراجات کی نہیں، بلکہ شادی کے لیے 'اچھا لڑکا' ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دولہا اور اس کے والدین کے پاس اتنے پیسے ہونے چاہئیں کہ وہ دلہن کو اچھا جہیز دیں اور اس کے لیے زیورات بھی خرید سکیں۔ اس کے علاوہ انھیں ایک مکان بھی تلاش کرنا ہوتا ہے اور اسے اتنے آرائشی ساز و سامان سے بھرنا ہوتا ہے جو ایک شادی شدہ جوڑے کی تمام ضروریات کو پورا کر سکے۔ سِنگر مین کے مطابق انھوں نے جب تمام اخراجات کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ مصر میں اوسط شادی کے لیے آپ کو 21,194 مصری ڈالر (یا چھ ہزار برطانوی پاؤنڈ) کی ضرورت ہوتی ہے۔ سنہ 1999 کے اعداد و شمار کے مطابق یہ رقم ایک اوسط درجے کے مصری خاندان کے سالانہ اخراجات سے تقریباً اڑہائی گنا زیادہ بنتی ہے۔[295] ایسی صورت میں معاشرے میں جائز راستے مشکل اور ناجائز راستے آسان ہو جاتے ہیں۔

---

[290] صوبہ پنجاب کا ایک چھوٹا صنعتی شہر۔

[291] https://www.nawaiwaqt.com.pk/15-Aug-2019/1049967, Accessed: 4/7/2019

[292] Jones, Gavin W. (2005). Islam, the State and Population. C. Hurst & Co. Publishers. p. 60. ISBN 1850656673.

[293] Diane Singerman امریکہ میں Department of Government at the School of Public Affairs of American University میں ایسویسٹ پروفیسر ہیں۔ وہ قاہرہ کاسموپولیٹن: سیاست، ثقافت، اور نیو گلوبلائزڈ مشرق وسطی میں شہری خلامیں کو ایڈیٹر ہیں۔

[294] مصر کا دارالحکومت

[295] Diane Singerman, The Economic Imperatives of Marriage: Emerging Practices and Identities Among Youth in the Middle East, Middle East youth initiative working paper, September 2007, No 6

2) بے روزگاری

پاکستان میں پچھلے 18 سال میں بے روزگاری کی شرح صورتِ حال یہ ہے کہ 2000 سے 2005 بے روزگاری اپنے عروج پر تھی جو 2005 سے تقریباً 2007 کے اختتام تک کم ہوتے ہوتے 5 کے قریب آجاتی ہے لیکن 2008 کے بعد پھر بڑھنے لگتی ہے۔ نیچے دیے گئے گراف میں باآسانی اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

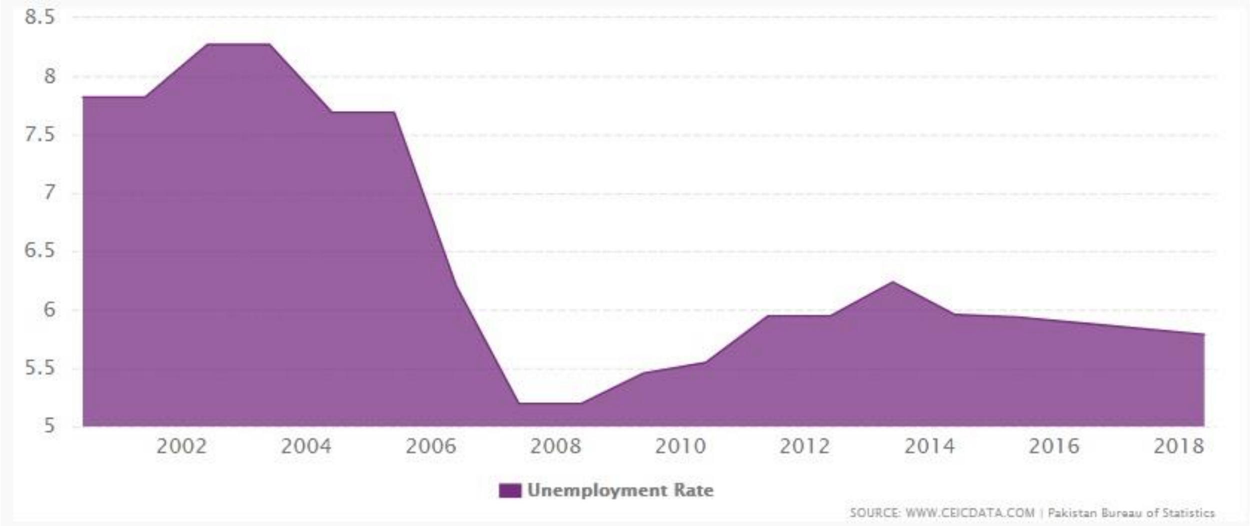

بے روزگاری میں اضافہ براہراست طور پر ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اور انسان کے مزاج، صحت، پریشانیوں اور روزمرہ کے معاملات پر بھی پڑ رہا ہے۔ "Journal of Health and Social Behavior" میں شائع ہونے والے ایک مقالے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ بے روزگاری کے ازدواجی زندگی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[296] جو لوگ نوکری کھودیتے ہیں ان کے بارے معلوم ہوا کہ ان کی گھریلو زندگی میں تشدد کے واقعات میں آضافہ ہو گیا ہے۔[297] دیگر رپورٹس سے یہ بات سامنے آئی کہ ان کی گھریلو زندگی میں اختلافات، ذہنی تناؤ اور بحث و مباحثہ میں اضافہ ہو گیا ہے۔[298] اسی سال اکتوبر کے مہینے میں گوجرانوالہ کا واقعہ سامنے آیا ہے کہ جس میں ایک شوہر نے بیوی سے جھگڑے کے بعد کم عمر بیٹیوں پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ وہ شخص بے روزگار تھا اور والدہ سے کاروبار کے لیے پیسے مانگے جو نہ ملنے پر پہلے بیوی سے لڑپڑا اور پھر کسی تیز دار

---

[296] Atkinson, T., Liem, R., & Liem, J. H. (1986). The social costs of unemployment: Implications for social support. Journal of Health and Social Behavior, 27, 317-331.
[297] Straus, M. A. Gelles, R. J., & Steinmetz, S. K. (1980). Behind closed doors: Violence in the American family. Garden City, NY: Doubleday, Anchor Press.
[298] Grayson, P.J. (1985). The closure of a factory and its impact on health. International Journal of Health Services, 15, 69-93.

آ لے سے اپنی ایک سالہ اور دو سالہ بیٹی پر حملہ کر دیا۔[299] بے روزگاری دراصل ذہنی طور پر پریشان کر دیتی ہے۔ انسان جذبات میں اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

3) ذہنی پریشانیاں

انسانی ذہن کی پریشانیاں درحقیقت ماحول سے بہت تعلق رکھتی ہیں۔ اگر ضروریاتِ زندگی میں خلل نہ آئے اور ہر چیز اپنے نظم کے مطابق چل رہی ہو تو معاشرے میں سکون اور اطمئنان ہی دکھائی دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے تو ماحول کے اثرات گھریلو زندگی کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ یوٹاہ اسٹیٹ یونیورسٹی میں ایک ریسرچ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے جوڑے میں جنہوں نے ہفتے میں ایک بار مالیات کے بارے میں اختلاف رائے کی اطلاع دی تھی ان جوڑوں کی نسبت 30 فیصد سے زیادہ طلاق لینے کا امکان ہے جنہوں نے ماہ میں چند بار مالی معاملات کے بارے میں اختلاف رائے کی اطلاع دی۔[300] شادی شدہ جوڑوں پر Marriage & Family Review میں ایک تحقیق شائع کی گئی ہے جس میں بتایا یہ گیا ہے کہ معاشی دباؤ کا ان کے آپس کے تعلق اور آپس کے تناؤ پر کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کے لیے ان کو کچھ پیسے ان کی آمدنی سے زیادہ دیے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ ماہرین سے گفتگو کر کے ان کے سٹریس لیول معلوم کیے گئے تو پتہ یہ چلا کہ معاشی دباؤ کی کمی کی وجہ سے ان کے آپس کے سٹریس میں بھی تیزی سے کمی آنے لگی ہے۔ ذیل میں اس بات کو گراف کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

---

[299] جنگ، 3 اکتوبر 2019

[300] https://economix.blogs.nytimes.com/2009/12/07/money-fights-predict-divorce-rates/, Accessed: 3/7/2019

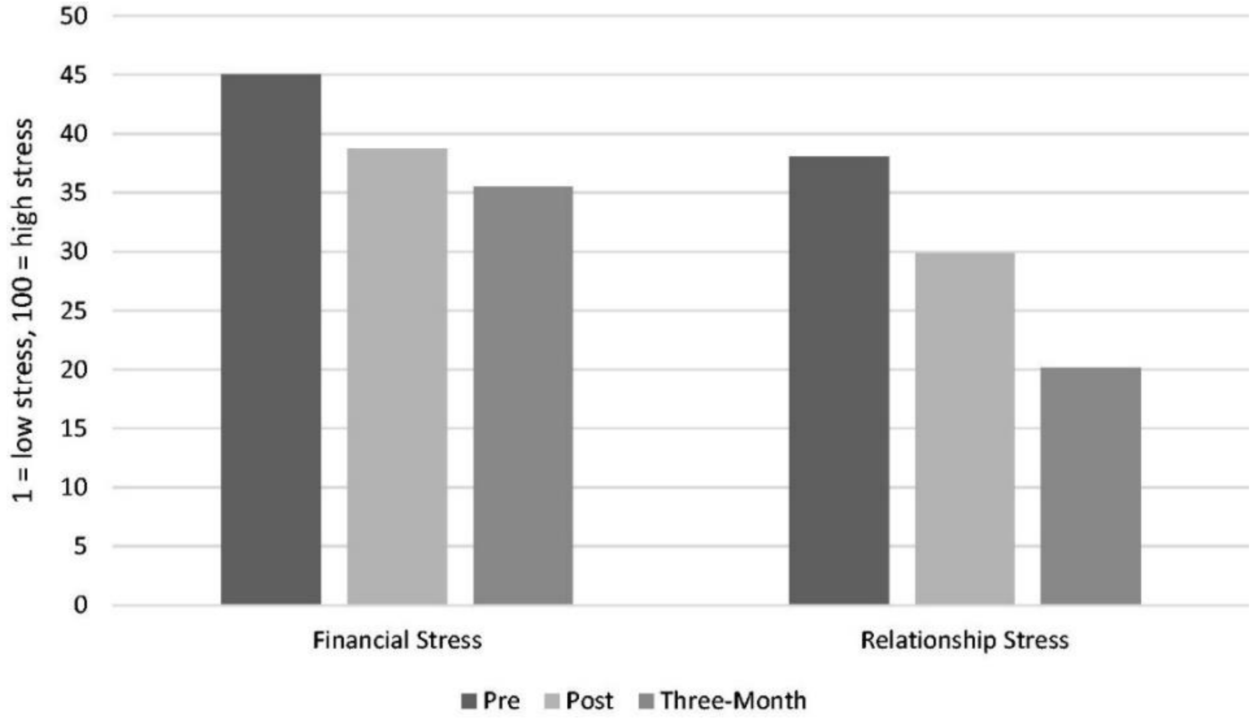

[301]

اس تحقیق نے یہ واضح کیا ہے کہ معاشی مسائل کا اثر گھر کی زندگی پر بھی اسی طرح پڑتا ہے۔ بلکہ آمدنی میں تھوڑی سی بہتری سے آپس کے تعلقات میں تیزی سے بہتری آنے لگتی ہے۔

4) عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ پیسے کی دوڑ میں

عصر حاضر میں عورت کی خود مختاری پر بات تو بہت ہو رہی ہے اور بہت سے پہلوؤں سے اس پر تحقیق بھی کی جا رہی ہے کہ کس طرح عورت ملک کے استحکام میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے جن میں واقعی کئی عورتوں نے مثبت کردار ادا کر کے ثابت بھی کیا ہے کہ عورت میں بہت سی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ اس کے اپنے آپ کو معاشرے اور ملک کی ترقی کے لیے کام کرنے سے واقعی بہت سے مثبت نتائج دیکھنے کو ملے ہیں۔ خصوصاً ایسے شعبہ جات جہاں خواتین سے معاملات کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہاں عورت ہی مناسب کردار ادا کر سکتی تھی لیکن اس کے برعکس گھریلو معالات میں ایک خلا پیدا ہونے لگ گیا ہے۔ مرد اور بچوں کو اب ویسی توجہ نہیں مل رہی جیسے پہلے دیکھنے کو ملتی تھی۔ اگرچہ عورت کا نوکری کرنے سے بظاہر آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے اور گھر کے اخراجات عورت اور مرد دونوں مل کر چلا رہے ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے منفی نتائج بھی نکل رہے ہوتے ہیں۔ "American Sociological Review" میں مقالہ شائع ہوا ہے جو یہ بات کو واضح کرتا ہے کہ آج نوکری پیشہ خواتین

---

[301] Sonya Britt-Lutter, Camila Haselwood & Emily Koochel (2019) Love and Money: Reducing Stress and Improving Couple Happiness, Marriage & Family Review, 55:4, 330-345

میں طلاق کی شرح زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ نوکری کرنے والی خاتون مالی طور پر خود مختار ہو جاتی ہے۔[302] خود مختاری سے نفسیاتی طور پر ایک آزاد زندگی کی جانب رجحان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ انسان اگر آزاد ہو جائے تو وہ کسی کی حکمرانی اور حکم قبول نہیں کرتا۔ دوسری جانب جو خاندان علیحدگی سے بچے بھی ہوئے ہیں تو ان میں بچے متاثر ہو رہے ہی۔ گھر کے نظم میں پریشانیوں کا سامنا ہے۔

5) گھریلو اختلافات، جھگڑوں اور طلاق کے واقعات میں اضافہ

بے روزگاری کی وجہ سے گھریلو اختلافات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذیل میں South, S. J کی ایک تحقیق کو گراف کے انداز میں بتایا گیا ہے کہ جن جوڑوں کے درمیان مالی معاملات پر جس قدر اختلاف ہوا تھا ان کی طلاق کی شرح اس قدر زیادہ رہی ہے۔ جن کے درمیان سب سے کم اختلاف پایا گیا ان کی علیحدگی کی شرح بھی اسی قدر کم رہی۔ اس گراف میں یہ بھی واضح ملتا ہے کہ مرد اس معاملے میں عورت کی نسبت زیادہ جلدی طلاق کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کے اوپر معاشی معاملات کا انتظام تو ہوتا ہے ہی لیکن اگر ان سے اس معاملے میں اختلاف کیا جائے تو ان کی پریشانیاں مزید زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جبکہ عورت اس کے برعکس ہے۔ وہ اتنی جلدی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرتی۔

---

[302] South, S. J. (2001). Time-dependent effects of wives’ employment on marital dissolution. American Sociological Review, 66, 226–245

FIGURE 3. THE ASSOCIATION BETWEEN FINANCIAL DISAGREEMENTS AND DIVORCE

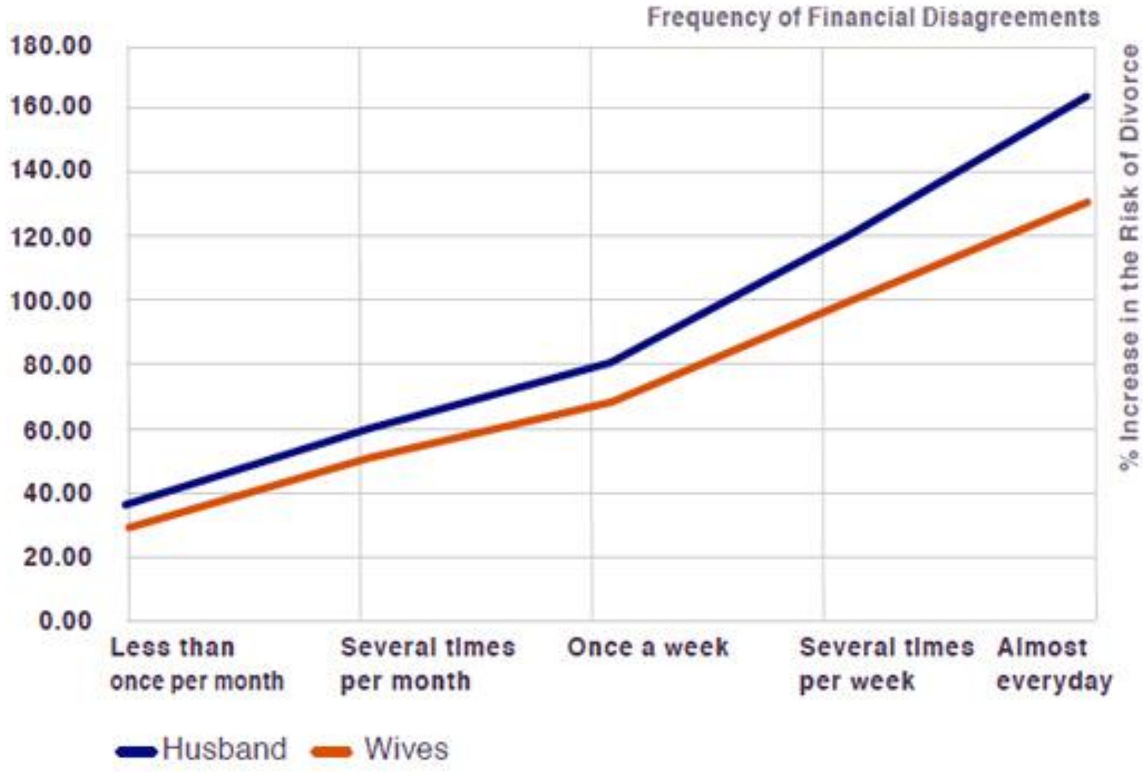

[303]

6) قرض

معاشی مسائل میں مبتلا خاندان قرضوں میں بڑی جلدی پھنس جاتے ہیں۔ بظاہر ان کو لگتا ہے کہ قرض لینے سے ان کی وقتی مشکل حل ہو جائے گی اور جلد ہی پیسے آئیں گے تو وہ قرضہ اتار کر دوبارہ خوشحالی کی سی زندگی گزارنے لگیں گے لیکن۔ یہ قرض کی عادت ان قرض لے کر تاخیر کرتے جانا انتہائی سنگین نتائج کی طرف لے جاتا ہے۔ اسکول کے قرضوں سے لے کر کاروں کے قرضوں، کریڈٹ کارڈوں سے جوئے کی عادات تک پر اثر آتے ہیں۔ کراچی کی خبر ہے کہ 2 لاکھ روپے ادھار نہ ملنے پر پولیس گارڈ نے ڈی آئی جی پشاور کے بیٹے کو رسی سے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔[304] ایک اور خبر ہے کہ ادھار واپس نہ ملنے پر 4 سالہ بچے

---

[303] Sonya Britt-Lutter, Camila Haselwood & Emily Koochel (2019) Love and Money: Reducing Stress and Improving Couple Happiness, Marriage & Family Review, 55:4, 330-345

[304] https://www.nawaiwaqt.com.pk/23-Apr-2017/592747, Accessed: 14/7/2019

کو اغوا کر لیا گیا۔[305] ان خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرض کے نقصانات اس کے وقتی فوائد سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ انسانی جانیں اس مسئلے کی وجہ سے چلی جاتی ہیں۔

الغرض معاشی مسائل سے سب سے پہلے شادی کرنا لوگوں کے لیے مشکل ہوتا جاتا ہے۔ شادیوں میں تاخیر سے نوجوان نسل کے مسائل جنم لیتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرے میں برائی عام ہوتی جاتی ہے۔ ناجائز ذرائع خصوصاً سوشل میڈیا کے عام ہونے سے اور مرد و زن کے ہر شعبہء زندگی میں مخلوط نظام کے ہوتے ہوئے پروان چڑتے ہیں۔ معاشی مسائل سے بے روزگاری میں بھی اضافہ دیکھنے کے ملتا ہے۔ مہنگائی اور مقدارِ زر میں اضافہ گھریلو زندگی کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ ذہنی پریشانیوں، قرض اور گھریلو اختلافات میں بھی اضافہ سامنے آتا ہے اور واقعات ملتے ہیں کہ طلاق اور خلع تک کے معاملات کے پیچھے مالی معاملات اور اس طرح کے اختلافات ہوتے ہیں۔ ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ عورت مجبوراً مرد کے شانہ بشانہ گھر سے نکل کر نوکری کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

---

[305] https://dunya.com.pk/index.php/city/gujranwala/2019-04-26/1426101, Accessed: 14/7/2019

باب چہارم

ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل؛ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں

فصل اول: زوجین کی زندگی کے مسائل کا حل

فصل دوم: زوجین کے خاندانی زندگی کے مسائل کا حل

فصل سوم: اولاد کے مسائل کا حل

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل کا حل

فصل اول:

زوجین کی زندگی کے مسائل کا حل

باب چہارم: ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل؛ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں

فصل اول۔ زوجین کی زندگی کے مسائل کا حل

شوہر اور بیوی کے درمیان کے عام طور پر اختلافات یا ازدواجی زندگی کے مسائل کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ ان میں کوئی دشمنی ہے یا یہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر خوش نہیں ہیں الا یہ کہ واقعی ان کے اختلافات کا حل علیحدگی ہی ہو۔ درحقیقت یہ دونوں بہتر سے بہترین کی جانب جانا چاہتے ہیں۔ ان کی ایک دوسرے سے کچھ توقعات ہوتی ہیں جو پوری نہ ہونے کی صورت میں اختلافات جنم لیتے ہیں۔ ریسرچ سے یہ سامنے آیا ہے کہ شادی شدہ مرد و عورت کو اگر دوبارہ شادی کرنے کے لیے موقع دیا جائے تو ۸۹ فیصد کا جواب تھا کہ وہ اسی سے شادی کریں گے جس سے وہ ابھی شادی کر چکے ہیں۔ جبکہ صرف ۴ فیصد کا جواب تھا کہ کسی اور سے اور ۷ فیصد کا جواب تھا کہ وہ دوبارہ کبھی شادی نہیں کریں گے۔[306] اگرچہ مسائل پر بات کی جانے لگے تو ازدواجی زندگی کے مسائل ختم نہیں ہوتے لیکن اب بھی معاشرے میں خیر کا پہلو موجود ہے۔ ایک سروے کے مطابق پاکستان میں اب بھی ۸۹ رشتہ دیتے وقت فیصد لوگ داماد کے دیندار ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔[307] پاکستانی معاشرے میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ جو مسائل گھریلو زندگی سے متعلق ہیں ان پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ پرانے نظریات کو تنقیدی انداز میں دیکھنے کی ضرورت ہے اور ان کے حل کے لیے سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ درجہ ذیل میں ذاتی مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ذکر کیا جا رہا ہے

1) دھوکا/جھوٹ (ایمانداری، اخلاص)

میاں بیوی کا رشتہ نہ صرف ایک سماجی معاہدہ ہے بلکہ اسلام کی رو سے نکاح کی عبادت اور فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

306 Darla Rhyne,Bases of Marital Satisfaction among Men and Women, Journal of Marriage and Family
Vol. 43, No. 4 (Nov., 1981), pp. 941-955 (15 pages)

307 Dr. Ijaz Shafi Gilani,Gallup, Opinion Poll, Social Behavior, Marital Customs in Pakistan (Part 6) Friday, February 17, 2012.

﴿ وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ﴾ [308]

ترجمہ: "تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔"

ایک اور مقام پر حرام کردہ عورتوں کی تفصیل کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا ﴾ [309]

ترجمہ: "اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لئے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لئے، اس لئے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"[310]

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کے لوازمات پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہ کو جھکاتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کے لیے روزے ہیں کیونکہ یہ جنسی خواہش کو کم کرتے ہیں۔"

---

[308] سورۃ النور 32:24

[309] سورۃ النساء 24:4

[310] بخاري، کتاب النکاح، باب قول النبی [ص]: من استطاع [منکم] الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، دار السلام ریاض، 1434ھ، 98/5، حدیث: 5066

اس رشتے میں جتنا اخلاص ہو گا یہ اتنا ہی مضبوط رشتہ بنتا جائے گا۔ در حقیقت یہ کچھ گنے چنے الفاظ کی بنیاد پر ہی قائم ہوتا ہے اور ٹوٹ بھی چند الفاظ سے جاتا ہے۔ حقیقتاً اس رشتے کا آغاز کرنا جتنا آسان ہے اتنا ہی اس کو ختم کرنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس رشتے میں میاں بیوی کے لیے اطمینان اور سکون رکھا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے

﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾[311]

ترجمہ: "اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔"

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں کہ یہاں دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں مودت اور رحمت۔ جبکہ ایک لفظ بھی آسکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مودت کہتے ہیں آپس کے پیار کو جس میں دوستی کا انداز زیادہ ہو۔ اور رحمت کہتے ہیں دوسرے پر مہربانی کرنا، رحم کا معاملہ کرنا، ترس کھانا۔

شادی شدہ زندگی میں دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک جوانی کا حصہ اور ایک بڑھاپے کا حصہ۔ جوانی میں اگر میاں بیوی کے درمیان کسی وجہ سے لڑائی بھی ہو جائے تو جنسی تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ کچھ وقت بعد ایک دوسرے کے ساتھ پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ دونوں کے درمیان پھر سے دوستوں جیسی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ جوانی کے اندر تو جنسی کشش دونوں کو اکٹھا رکھتی ہے اس لیے اس میں مودت کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی دونوں کا پہلو غالب ہوتا ہے۔

لیکن جب عمر بڑھ جاتی ہے اب جسم کی ساخت ایسی ہے کہ نہ خاوند اتنی ضرورت محسوس کرتا ہے نہ اتنی ضرورت بیوی محسوس کرتی ہے۔ وہ جنسی تعلق یا تو بہت کمزور ہو جاتا ہے یا پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ جوڑ کے رکھنے والا وہ جو جنسی تقاضا تھا وہ تو ختم ہو گیا۔ اب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بڑھاپے میں ان خوشگوار لمحات کو یاد کر کہ رحمت سے پیش آتے ہیں جو انھوں نے جوانی میں ایک دوسرے کے ساتھ گزارے ہوتے ہیں۔ خاوند بیوی کی قربانیوں کو یاد کرتا ہے کہ کیسے اس کی بیوی نے اس کے گھر کو سنبھالا اور بچوں کی پرورش کی اب بڑھاپے میں اگر بیمار ہو گئی ہے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی ہے تو اس کو اپنے ساتھ رکھے اور اپنے سے دور نہ ہونے دے۔ اسی طرح بیوی شوہر کی قربانیاں یاد کرے کہ کیسے اس کا شوہر ایک محافظ بن کر رہا اور ان سب کا نان نفقہ اپنے ذمے کیا۔ تو اس کو رحمت سے تشبیہ دی ہے۔[312] یہ رشتہ در حقیقت ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنے کا نام ہے۔

2) فطرت کا اختلاف (ایک دوسرے کو سمجھا جائے)

---

[311] سورۃ الروم 21:30

[312] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، صفحہ: 66

اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ نے مرد اور عورت کی تخلیق مختلف انداز کی کی ہے۔اور نہ صرف یہ کہ تخلیق میں ظاہراً فرق رکھا ہے بلکہ ان کے مزاج میں بھی واضح فرق رکھے ہیں۔ لیکن نہ تو مرد و عورت سو فیصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور نہ سو فیصد ایک جیسے ہیں۔ اللہ تعالی قرآن میں جب نماز کا حکم دیتے ہیں تو مرد اور عورت دونوں کے لیے وہ حکم ہے۔

﴿ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ -وَٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ وَبِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ -أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدٗى مِّن رَّبِّهِمۡۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴾[313]

ترجمہ: "جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا، اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔"

ان آیات میں ایمانیات اور عبادات کا ذکر مل رہا ہے جس میں مرد اور عورت کی تفریق نہیں کی گئی اور اس راستے پر چلنے والے ہر ایک کو خواہ مرد ہو یا عورت نجات پانے والا کہا گیا ہے۔ جبکہ ایک اور مقام پر ارشاد ہے

﴿ قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ وَيَحۡفَظُواْ فُرُوجَهُمۡۚ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا يَصۡنَعُونَ ٣٠ وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَاۖ وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّۖ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوۡ ءَابَآئِهِنَّ أَوۡ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآئِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ إِخۡوَٰنِهِنَّ أَوۡ بَنِيٓ إِخۡوَٰنِهِنَّ أَوۡ بَنِيٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوۡ نِسَآئِهِنَّ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيۡرِ أُوْلِي ٱلۡإِرۡبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفۡلِ ٱلَّذِينَ لَمۡ يَظۡهَرُواْ عَلَىٰ عَوۡرَٰتِ ٱلنِّسَآءِۖ وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّۚ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴾[314]

---

[313] سورۃ البقرۃ2:3-5

[314] سورۃ النور24:30-31

ترجمہ: "مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں، اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔ اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔"

ان دونوں آیات میں مرد و خواتین کے لیے اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی عصمتوں کی حرام کردہ راستوں سے حفاظت کا حکم ہے لیکن عورت کے لیے آیت ۳۱ میں پردہ کے احکامات بھی نازل ہوئے ہیں۔ یہ واضح فرق ہے مرد اور عورت کے درمیان جو اللہ نے رکھا ہے۔ عورت کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ پسلی کی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ."[315]

"عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے، اور اگر تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو باوجود یہ کہ وہ تم کو ٹیڑھی نظر آ رہی ہے پھر بھی تم اس سے فائدہ اٹھا سکو گے"

مولانا تقی عثمانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس حدیث کے ذریعہ یہ بتانا مقصود ہے کہ چونکہ تمہاری طبیعت عورت کی طبیعت سے مختلف ہے، لہذا تمہارے لحاظ سے وہ ٹیڑھی ہے، لیکن حقیقت میں وہ ٹیڑھا پن اس کی فطرت کا حصہ ہے۔ جس طرح پسلی کی فطرت کا حصہ یہ ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو، اگر پسلی سیدھی ہو جائے تو اس کو 'عیب' کہا جائے گا اور ڈاکٹر اس کو دوبارہ ٹیڑھی کرنے کی کوشش کرے گا، اس لیے کہ اس کی فطرت کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے۔ لہذا اس حدیث کے ذریعہ عورت کی برائی بیان نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ چونکہ عورت کی طبیعت تمہاری طبیعت کے لحاظ سے مختلف ہے، اس لیے تمہیں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے حضور اقدس صلی

---

315 صحیح بخاری، باب قولہ: وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 729/4، حدیث: 4786

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو سیدھا کرنے کی فکر مت کرنا، کیونکہ اس کو سیدھا کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے پسلی کو سیدھا کرنا، اور اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اس کو توڑ ڈالو گے، اور اگر تم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دوگے تو اس کے ٹیڑھا ہونے کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔"[316]

ڈاکٹر John Gray لکھتے ہیں:

"اس بات کو سمجھے بغیر کہ مردوں اور عورتوں کو مختلف سمجھنا چاہیے، یہ اشتعال ہے کہ یہ سوچا جائے کہ مرد کو ایسا ہونا چاہیے اور عورت کہ ایسا۔ ایسا کہنا بڑا صحیح لگتا ہے کہ مرد اور عورت کو ایک جیسا ہونا چاہیے لیکن یہ ایک غیر حقیقی بات ہے اور یہ بات چیزوں میں مزید بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ جب ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا شریک حیات ہماری طرح ہوتے چلے جانا چاہیے تو یہ بات ان کو خود بخود یہ پیغام دے رہی ہوتی ہے کہ وہ جس مزاج کے ہیں وہ کوئی اتنا اچھا نہیں ہے۔ 'آپ اتنے اچھے نہیں ہیں' کا پیغام یقیناً محبت کا پیغام نہیں ہے، حالانکہ جب آپ یہ سوچتے ہو تو آپ کو بہت پیار محسوس ہوتا ہے۔"[317]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف مزاج کے ساتھ پیدا کیا ہے اور مرد و عورت میں مختلف انداز میں فرق رکھے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی کے مزاج سے اگر اختلاف ہو تو اس کے مزاج کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کو اپنے جیسا بنانے کی کوشش میں مخالف کو اپنا آپ کمتر لگنے لگتا ہے۔ جبکہ دوسرا شخص اس سے مخلص ہو کر اس کے مزاج کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

3) ڈیپریشن/ذھنی دباؤ/پریشانی (دین سے قربت، زندگی کو بہتر کرنے کے لیے کوشش)

عصرِ حاضر میں ڈپریشن، ذھنی دباؤ اور ذھنی پریشانی کے مسائل بہت تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ اس کے مریضوں میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ بڑے، چھوٹے، سب اس کا شکار ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں میں قناعت کا تصور کم و بیش ختم ہو گیا ہے۔ وہ اپنی شخصیت، استعداد اور حالات کو نظر انداز کر کے جلد از جلد ترقی کی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترقی کے حصول کی خواہش انسانی فطرت میں سے ہے، ہر آدمی اس کا طلب گار ہے، لیکن ترقی کو اپنے حالات، اپنی صلاحیت اور اپنی جدوجہد سے ہم آہنگ ہو کر چاہنا اور بات ہے اور ان سے غیر متعلق ہو کر محض ترقی کے خواب

---

[316] اسلام اور ہماری زندگی، دارالاشاعت کراچی، 2010ء، 293/5

[317] John Gray, Men are from mars, women are from Venus, Quill, New York 2002 Page 8

دیکھنا بالکل اور چیز ہے۔اس طرح کے خواب جب پورے نہیں ہوتے تو آدمی پر مایوسی طاری ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے بیماری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

ازدواجی زندگی میں بھی ان مسائل کی وجوہات میں سے ایک وجہ قناعت کا نہ ہونا ہے۔ ہماری خواہشات ہماری امدنی اور وسائل سے آگے جانے لگ گئی ہیں۔ دنیا ہی کے حصول کی دوڑ نے ذہنی پریشانیوں میں بھی اضافہ کر دیا ہے اور جسمانی طور پر بھی کئی قسم کے مسائل کا سامنا ہے جیسے وقت پر کھانا نہ کھا سکنا، نیند کا نہ پورا ہونا، روح کو اس کی اصل خوراک نہ ملنا، عبادات میں غفلت، گھریلو زندگی کو توجہ نہ ملنے کی بنا پر آئے دن اختلافات اور جھگڑوں کا سامنا ہونا وغیرہ۔ ان مسائل کا حل ہمیں اللہ کے احکامات میں ہین ملے گا۔ ذیل میں مختصراً ڈپریشن، ذہنی دباؤ اور پریشانیوں کا علاج ذکر کیا جا رہا ہے۔

a) عام حالات میں نماز کا اہتمام‘ صبح شام کی دعائیں اور دیگر روز مرہ کے ذکر و اذکار میں مصروف رہیں۔ اپنے فارغ اوقات کو میں زیادہ سے زیادہ اذکار و دعائیں‘ نوافل‘ اہل علم کے دروس سننے‘ تلاوت قرآن کرنے اور اللہ تعالی کی نشانیوں اور آیات و نعمتوں میں غور و فکر کرنے سے بوریت‘ ڈپریشن یا ٹینشن سے دور رہا جا سکتا ہے۔
b) ڈپریشن، ذہنی پریشانیوں اور دباؤ سے کے علاج کے لیے اللہ کا ذکر کیا جائے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

"يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ"[318]

"اے زندہ! اے قیوم! میں تیری رحمت کے ساتھ مدد کا طلبگار ہوں۔"

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی

"أَللَّهُ أَللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"[319]

"اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا"

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ، وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ"

---

[318] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب: دکھ تکلیف کے وقت دعا پڑھنے کا باب، مکتبہ بیت السلام ریاض، فروری 2016ء، 461/4، حدیث: 3524

[319] ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی استغفار، دارالسلام ریاض، سن اشاعت 1427ھ، 201/2، حدیث: 1525

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عظمت والا اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور عرشِ عظیم کا رب ہے۔"[320]

علاج کے ضمن میں ماہرین و معالجین مرض/مسئلے کی شدت و نوعیت کے حساب سے مختلف طریقوں، مہارتوں، تھراپیز اور کونسلنگ وغیرہ سے مدد لیتے ہیں لیکن اس سب کے ساتھ اگر دو بنیادی نوعیت کی حامل باتوں پر عمل نہ کیا جائے تو کوئی بھی طریقہ یا علاج کارگر ثابت نہیں ہوتا۔

i. والدین کا تعاون

ii. متاثر شخص کی ذاتی دلچسپی۔[321]

آپس میں گفتگو سے مسائل کو حل کیا جائے۔ بیشتر مسائل کا حل آپس میں گفتگو کرنے، کسی سے اپنے دل کی بات کرنے اور سننے سے بھی ذہنی پریشانیوں میں کمی آتی ہے۔ زندگی کو بہتر کرنے کے بہت سے طریقے ملتے ہیں۔ سروے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرد اگر اداس ہو، مایوس ہو یا پریشان ہو تو شادی شدہ مرد سب سے معاونت کے لیے بیوی کی طرف رخ کرتے ہیں اور غیر شادی شدہ مرد اپنے دوستوں کی طرف۔[322] ماہرین سے Self-Management سے متعلق رہنمائی حاصل کرتے رہا جائے۔ بہت دفعہ ہمارے نظریات کی غلطی ہمارے لیے ساری زندگی پریشانیوں کا سبب بنتی ہے۔

4) تنہائی/بوریت (مصروفیت)

بہت سے لوگ روزگار کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کرتے ہیں اور کئی سال وہاں رہنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ان کا اپنے خاندان سے رابطہ صرف فون کی حد تک رہتا ہے۔ اس کے نتائج پر بھی بات ہو چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس مسئلے پر توجہ دی تھی۔

ان عمر دخل علی حفصة ام المؤمنين رضی الله عنہا فقال : يابنتی كم تحتاج المراة الی زوجها؟ فقلت: فی خمسة ام ستة اشهر، فكان لا يغزی جيشا له اكثر من ستة اشہر فكتب الی عماله بالغزو ان لا يجمراحد اكثر من اربعة اشهر۔[323]

---

320 صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب، دار لسلام ریاض، سن اشاعت 1434ھ، 749/5، حدیث:6345

321 https://www.jasarat.com/2018/07/12/180712-10-4/ Accessed: 3/12/2019

322 Men perception on violence against women in Pakistan, Ministry of human Rights, Page 50

323 سیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، مطبع فخر المطابع، لکھنو، 1321ھ، ص:98

ایک دن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: "بیٹی ! شوہر کے بغیر عورت کتنے دنوں تک صبر کر سکتی ہے ؟ انہوں نے کہا پانچ، چھ ماہ۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمال کو لکھ بھیجا کہ غزوات میں کسی شخص کو چار ماہ سے زائد مسلسل نہ رکھا جائے۔"

روزگار چونکہ ایک اہم ضرورت ہے اور کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں تنخواہیں دوسرے ترقی یافتہ ممالک کی نسبت کم ہیں لیکن بہر حال خاندانی زندگی کے لیے اہم یہ ہے کہ ان کو توجہ دی جائے۔ اول تو اپنے ہی ملک میں ہی روزگار اختیار کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ممکن نہ ہو تو ایسی ترتیب بنائی جائے کہ سال میں دو تین چکر یا کچھ وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ گزرے۔ اس میں اگرچہ بچت کم ہو گی لیکن خاندانی مسائل کم ہوں گے۔ زوجین کے آپس کے تعلقات بہتر ہوں گے۔ اولاد کو اپنے والدین کی مجبوریوں کا احساس مزید بڑھے گا اور اگر والد دوسرے ملک جا کر بھی کما کر لائے گا تو اولاد جوان ہو کر یہ نہیں کہے گی کہ والد نے انہیں وقت نہیں دیا۔ بلکہ ان کے دل میں والد کی محبت مزید پیدا ہو گی۔

5) عمر کا فرق

اس بات کا کوئی ثبوت تو نہیں ملتا کہ عورت اور مرد کی عمر شادی کے وقت کم از کم کتنی ہو۔ اسلام میں بھی اس معاملے میں واضح کوئی بات نہیں ملتی کہ کس عمر میں شادی ہونی چاہیے اور کس عمر میں نہیں۔ یہ جو آج کم سے کم عمر ۱۶ یا ۱۸ کے قوانین ملتے بھی ہیں یہ دنیا کی پچھلی ثقافت کے برعکس نظر آتی ہے۔ خود امریکہ کی تاریخ میں ہیں اس بات کے دلائل ملتے ہیں کہ عموماً ان کے ہاں شادیوں کی عمر ۱۰ سال اور کہیں ۱۲ سال تھی جبکہ ایک روایت ۷ سال کی بھی ملتی ہے اور یہ بات زیادہ پرانی نہیں بلکہ ۱۸۷۱ سے ۱۸۸۰ سے ادوار کے دلائل ہیں۔[324] اب جہاں تک بات یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان عمر کا فرق کتنا ہونا چاہیے تو اس میں کوئی حتمی بات کرنا ممکن نہیں۔ ہاں یہ کیا جا سکتا ہے کہ شادی کے وقت لڑکے اور لڑکی کی عمر پر غور کر لیا جائے کہ آیا ان دونوں کے درمیان کا فرق اتنا تو نہیں کہ کسی ایک پر ذمہ داریوں کا بوجھ ہو یا دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کر سکیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک بڑی عمر کا مرد ایک نوجوان لڑکی سے شادی کر سکتا ہے اور اس کے برعکس ایک بڑی عمر کی خاتون ایک نوجوان لڑکے سے شادی کر سکتی ہے لیکن شادی کے مقاصد اور ان کا ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

6) گفتگو کے مسائل

---

324 Stephen Robertson، Children and Youth in History. Center for History and New Media and the University of Missouri-Kansas City. Retrieved February 21, 2017

مرد اور عورت کے درمیان اختلافات ہونا ان کے مزاج اور فطرت کا حصہ ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی باتوں سے سو فیصد اتفاق کرتے ہوں۔ Gottman کے مطابق میاں بیوی کے درمیان کے اختلافات میں سے 69 فیصد اختلافات کا کوئی حل نہیں نکل پاتا۔[325] ان کو وجوہات تو مختلف ہوں گی جن میں سے عورت اور مرد کے درمیان کے فرق ہوں گے۔ ان کے حل یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔ بہت سے مسائل کا حل صرف گفتگو ہے۔ وہ آپس کی گفتگو بھی ہے اور کسی ماہر اور اہل علم کے ساتھ بھی ہے۔ American Psychological Association نے ایک تحقیق شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ 57 فیصد جوڑوں نے اپنے مسائل پر گفتگو کر کے اپنے مسائل حل کیے۔ اس میں افہام و تفہیم کی کمی اور ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے سے معاملات پر بات نہ ہونے کی وجہ سے اختلافات نے جنم لیا ہوتا ہے۔[326]

ڈاکٹر جان گرے میاں بیوی کے تعلق کو بہتر بنانے کے لیے چار باتیں تجویز کرتے ہیں:

i. آپس کی گفتگو بامقصد ہو۔ گفتگو اس خیال کو مد نظر رکھ کر کی جائے کہ دوسرے کو سمجھا جائے اور اپنی بات دوسرے کو سمجھائی جائے۔
ii. ایک دوسرے کو صحیح طور پر سمجھا جائے – یعنی ایک دوسرے کی بات کو سمجھنا، ایک دوسرے کو سراہنا اور ایک دوسرے کے درمیان فرق کا احترام کرنا
iii. ایک دوسرے کے متعلق خود سے کوئی گمان کر کے فیصلہ دینے سے بچنا- یعنی دوسرے کے متعلق منفی گمان سے بچنا
iv. اپنی ذمہ داریاں قبول کرنا- یعنی اس میاں بیوی کے تعلق کی بنیاد پر آنے والی ذمہ داری برابری کے ساتھ قبول کرنا اور ایک دوسرے کو معاف کرتے رہنا۔[327]
v. گمان کے متعلق جو بات ڈاکٹر صاحب نے کہی ہے وہ اصول اللہ تعالیٰ بھی ہم کو دے چکے ہیں۔[328]

قرآن و سنت کے مطابق اگر ماہرینِ نفسیات کی رہنمائی مل رہی ہو تو اس کو لینے کی اجازت ہے۔ ہر ایک شعبہ زندگی کے ماہرین ہیں اور ان سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔

---

325 Gottman, J.M., What Predicts Divorce? The Relationship Between Marital Processes and Marital Outcomes, Hillsdale, NJ; Lawrence Erlbaum Associates, 1994

326 Doss, Simpson, and Christensen (2004) Doss, B. D., Simpson, L. E., & Christensen, A. (2004). Why do couples seek marital therapy?, American Psychological Association, 35, 608–614.

327 Men, Women and Relationships, Page: 31

328 سورۃ الحجرات 12:49

7) پرانے گہرے مسائل کا حل

پہلے مرحلے میں نئے شادی شدہ جوڑے آپس کے اختلافات کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر چھوڑتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس پر گفتگو بھی نہیں کرتے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا جائے اور آپس میں گفتگو کرکے اپنے مزاج، ذوق اور نظریات سے دوسرے کو آگاہ کیا جائے جس سے آئندہ آنے والے وقت میں بیشتر اختلافات سے بچا جا سکتا ہے۔

دوسرے مرحلے میں شوہر اور بیوی چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز کر کر کے تھک چکے ہوتے ہیں اور پھر باہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات طلب کرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مظلوم تصور کرنے لگتے ہیں جبکہ پہلے مرحلے میں اگر گفتگو کھل کر کی جائے اور ازدواجی زندگی کے مسائل کو سمجھا بھی جائے، پڑھا بھی جائے اور سیکھا بھی جائے تو میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق سے واقف ہوں۔ اس میں دین کی تعلیمات کو اچھی طرح پڑھنا ضروری ہے تاکہ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی سے بچا جائے۔

جہاں تک تیسرے اور چوتھے مرحلے کا تعلق ہے تو بنیاد اسلامی اور اصول پر مبنی ہو تو ان مراحل میں ازدواجی زندگی معاشرے کے مقابلے میں ایک مثالی تصور کی جاتی ہے۔ خارجی مسائل چاہے کتنے ہی بڑے اور پر اثر ہوں اصول پر مبنی ازدواجی زندگی کے لیے وہ معمولی مسائل بنتے جاتے ہیں۔

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

> "ازدواجی زندگی کے بارے میں ایک بات ذہن میں رکھئے کہ جہاں محبت پتلی ہوا کرتی ہے وہاں عیب موٹے نظر آتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے بتنگڑ بن جایا کرتے ہیں۔ تو اس لیے شریعت نے حکم دیا کہ تم آپس میں محبت و پیار کی زندگی گزارو۔ انسان کو بڑا حوصلہ رکھنا چاہیے۔ انگلش کا مقولہ ہے
>
> To run a big show, one should have a big heart.
>
> (ایک بڑا نظام چلانے کے لیے انسان کو دل بھی بڑا رکھنا چاہیے۔)"[329]

مسائل کو ساتھ ساتھ ہی گفتگو کے ذریعے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو معاف کر دیا جائے اور درگزر سے کام لیا جائے۔ رشتوں میں معاف کر دینا اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لینا درحقیقت اصل کامیابی ہے۔

8) وقت ساتھ نہ گزرنا (Spending Quality time)

---

[329] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، صفحہ: 66

میاں بیوی کے تعلق میں وقت ساتھ گزرنے کی بڑی اہمیت ہے۔ جو جوڑے ایک دوسرے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے ان کے درمیان کی دوریاں بعد کے آنے والے وقتوں تک رہتی ہے۔ ساتھ بیٹھ کر ایک دوسرے کا حال پوچھ کر کئی قسم کے مسائل پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی ہر بیوی کے ہاں تشریف لے جاتے"[330]

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دن کے اوقات میں جہاں اور امور سرانجام دیتے وہاں ہر زوجہ کے لیے بھی وقت نکالتے اور ان کے ساتھ وقت گزارتے۔ یہی بیوی کو اپنے شوہر سے مطلوب ہے اور شوہر کی بھی ضروریاتِ زندگی کا حصہ ہے۔

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

"اٹینشن (توجہ) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گھر آکر وقت تو گزار لیا مگر سارا وقت لڑتے جھگڑتے گزار دیا، اسے توجہ نہیں کہتے۔ یہ تو الٹا دوسرے کو بے سکون کر دینا ہوتا ہے۔ اٹینشن سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو توجہ ملے۔ اس کو Satisfaction(اطمینان) ملے۔ ہر طرح کی Satisfaction(اطمینان) Moral Satisfaction(اخلاقی اطمینان) بھی اور Sexual Satisfaction(جنسی اطمینان) بھی۔ تو یہ چیز اس کو توجہ دینے سے حاصل ہو گی۔ تسلی مل جائے کہ خاوند میرے پاس آیا ہے۔ زندگی کی کتنی باتیں ہوتی ہیں جو اس نے اپنے خاوند سے کرنی ہوتی ہیں۔ خاوند تو کبھی دفتر میں مصروف، کبھی اپنے بزنس میں مصروف اور وہاں سے جب واپس آتا ہے تو بیوی بے چاری نے اتنی باتیں ہوتی ہیں جو خاوند سے شیئر کرنی ہوتی ہیں۔ اب یہ میاں اگر کھانا کھا کر سو جائے گا اور بیوی سے بات بھی نہیں کرے گا تو پھر اس کو وہ اخلاقی مدد کہاں سے ملے گی۔"[331]

ساتھ گزرا وقت ایسا ہو کہ اگلے کئی سالوں بعد بھی میاں بیوی کے ارمان میں ہو کہ اور اس کو سوچ کر ایک دوسرے کی یاد تازہ ہو جائے۔ یہ جو بات ذوالفقار احمد نقشبندی نے کہی ہے کہ اٹنشن یعنی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس میں بہت سی باتیں ہیں جن پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ آپس کی گفتگو صرف روز مرہ کے معاملات کی حد تک نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کے مسائل ہوں۔ ایک دوسرے سے اس کے شوق کے متعلق ہوں۔ اس کے احساسات کو سنا جائے۔ اس سے پرانے وقتوں کی باتیں

---

[330] سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، دار السلام، ریاض، 1427ھ، 631/2، حدیث: 2135

[331] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، صفحہ: 85

کی جائیں۔اس کے دوستوں کے ساتھ اس کا بیتا وقت یاد کیا جائے۔ایک دوسرے کے مزاج کے مطابق اس سے گفتگو کی جائے۔ اپنے کاموں میں اس کو شامل کیا جائے۔ مل کر کھانا پکایا جائے۔ مراد یہ کہ ایک دوستانہ ماحول ہو۔

اسود بن یزید رحمۃاللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر کیا مشاغل تھے ؟انھوں نے بیان کیا:

"كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ"[332]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے کام کاج میں مصروف رہتے پھر جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے چلے جاتے"

عبادات کی اہمیت بھی اپنی جگہ ہے۔ جہاں فرائض کا وقت ہو تو وہاں اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے اور ساتھ ساتھ گھر والوں کے ساتھ وقت بھی گزارنا ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے یہی بات ملتی ہے کہ آپ نے عبادات اور دیگر معاملات کی طرح گھریلو زندگی میں بھی مکمل طور پر وقت دیا۔

9) غصہ کو قابو کیا جائے

غصہ انسان کی فطرت کا حصہ ہے۔ مختلف لوگوں کو مختلف انداز میں غصہ آتا ہے۔اس میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر ایک کے غصے کے اسباب مختلف ہیں۔ کسی کے لیے بے ترتیبی غصے کا سبب زیادہ ہے بنسبت اسے کے منہ پر اس کی غلطی بیان کر دی جائے۔ جبکہ دوسرا اس کے بالکل برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے بے ترتیبی کوئی معنی ہی نہ رکھتی ہو۔

امام غزالی رحمت اللہ علیہ غصے کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"غصے کو بھڑکانے والے اسباب میں غرور، خودستائی، خودپسندی، مذاق، غیر سنجیدگی، ٹھٹھول، حجت بازی، مخالفت، دغا بازی، عیب جوئی اور مال وجاہ کی طلب کی شدید آرزو داخل ہے۔ یہ تمام عادتیں شرعی طور گھٹیا اور مذموم ہیں۔ جب تک یہ اسباب باقی رہیں، اس وقت تک غصے سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں، اس لیے ان عادتوں کی متضاد عادتیں پیدا کر کے ان اسباب کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔"[333]

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں

[332] صحیح بخاری، کتاب الآذان، باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ فخر، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 446/1 حدیث: 676

[333] احیاء علوم الدین، محمد الغزالی، مترجم: مولانا ندیم الواجدی، دار الاشاعت، سن اشاعت: س ن، 271/3

”اس بات کو دلوں پر لکھ لیجئے کہ ’جو خاوند پیار کے ذریعہ اپنی بیوی کا دل نہ جیت سکا وہ تلوار کے ذریعہ بھی نہیں جیت سکتا۔‘ اس لئے جب محبت و پیار کی بنیاد ہو تو پھر انسان کی ازدواجی زندگی کامیاب ہوتی ہے۔“[334]

ابو عبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور لکھتے ہیں:

"زبان غصے کی حالت میں زہر سے بجھے ہوئے تیر کی طرح چلتی ہے اور چھلنی کرتی ہے، فحش بکتی ہے اور تہمتوں کے نیزے برساتی ہے، جو رشتے داریوں کو تار تار کرتے ہیں، دلوں کو خون آلود کرتے ہیں، جگروں کو زخمی کرتے ہیں م دوستوں کے درمیاں لڑائی اور جدائی ڈالتے ہیں، پاکدامنوں کے دامن کو آلودہ کرتے ہیں۔ یہ وہ تمام کام ہیں جن کی وجہ سے انسان دنیا اور آخرت میں لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔"[335]

ڈاکٹر Gottman کے مطابق شوہر اور بیوی کے درمیان کے اختلافات میں سے 69 فیصد اختلافات ایسے ہیں کہ جو حل ہو ہی نہیں سکتے اور مستقل رہتے ہیں۔ ان میں سے 16 فیصد ایسے مسائل ہیں جن میں جوڑے مسلسل ایک دوسرے سے اختلاف ہی کرتے نظر آتے ہیں۔[336] سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ غصہ انسانی فطرت ہے لیکن لوگوں کی بڑی تعداد اس پر قابو رکھنے کی امکان حد تک کوشش کرتی ہے۔

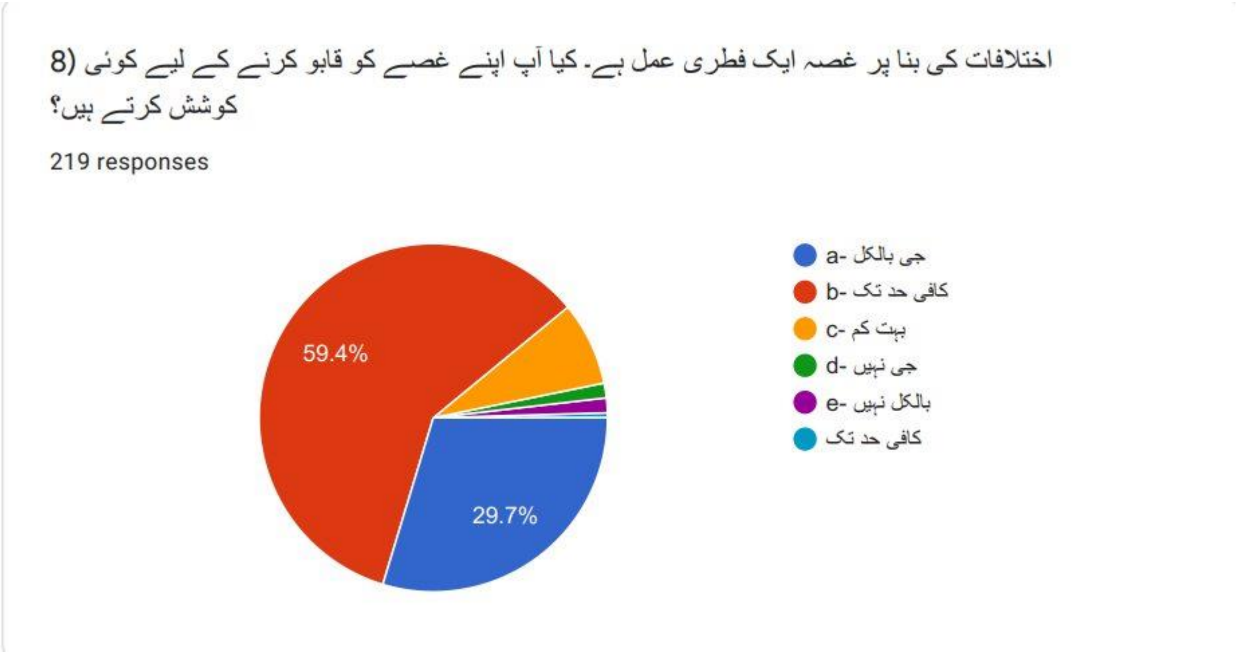

[334] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء، صفحہ: 73

[335] غصہ مت کریں، صفحہ: 69

[336] Gottman, J.M., What Predicts Divorce? The Relationship Between Marital Processes and Marital Outcomes. Hillsdale, NJ: Lawrence Erlbaum Associates, 1994

10) الزام تراشی(ذمہ داری قبول کی جائے)

میاں بیوی کے رشتے میں عموماً ایک دوسرے پر الزام تراشی کے مسائل تبھی رونما ہوتے ہیں جب ذمہ داریوں میں کوتاہیاں کی جارہی ہوں۔ شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا نظر آئے یا بیوی شوہر کے حقوق صحیح طور پر ادا نہ کرتی ہو تو اپنے حقوق کے لیے ایک دوسرے سے حقوق کی جنگ لڑتے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ حقوقِ زوجین کے ضمن میں تفصیلی بات باب اول میں ذکر کی جاچکی ہے۔ یہاں اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ مزید حل پیش کیے جارہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے جہاں میاں بیوی کے حقوق کا تذکرہ فرمایا وہاں فرمایا:

﴿وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُۗ وَبَشِّرِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾

ترجمہ: " اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجیئے۔"

ازدواجی زندگی میں خوشی کے متعلق "Marriage & Family Review" میں ایک مقالہ شائع ہوا جس سے میں بتایا گیا ہے کہ معاشی حالات اگرچہ کسی حد تک خوشی کا باعث ہوتے ہیں لیکن زوجین کے درمیان آپس کی گفتگو اور گھر کے کاموں کی ذمہ داریاں ادا کرنا اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا دراصل زوجین کے خوشی کے لیول کو زیادہ بڑھاتا ہے۔[337]

[337]Britt-Lutter, S., Haselwood, C., & Koochel, E. (2018). Love and Money: Reducing Stress and Improving Couple Happiness. Marriage & Family Review, 1–16.

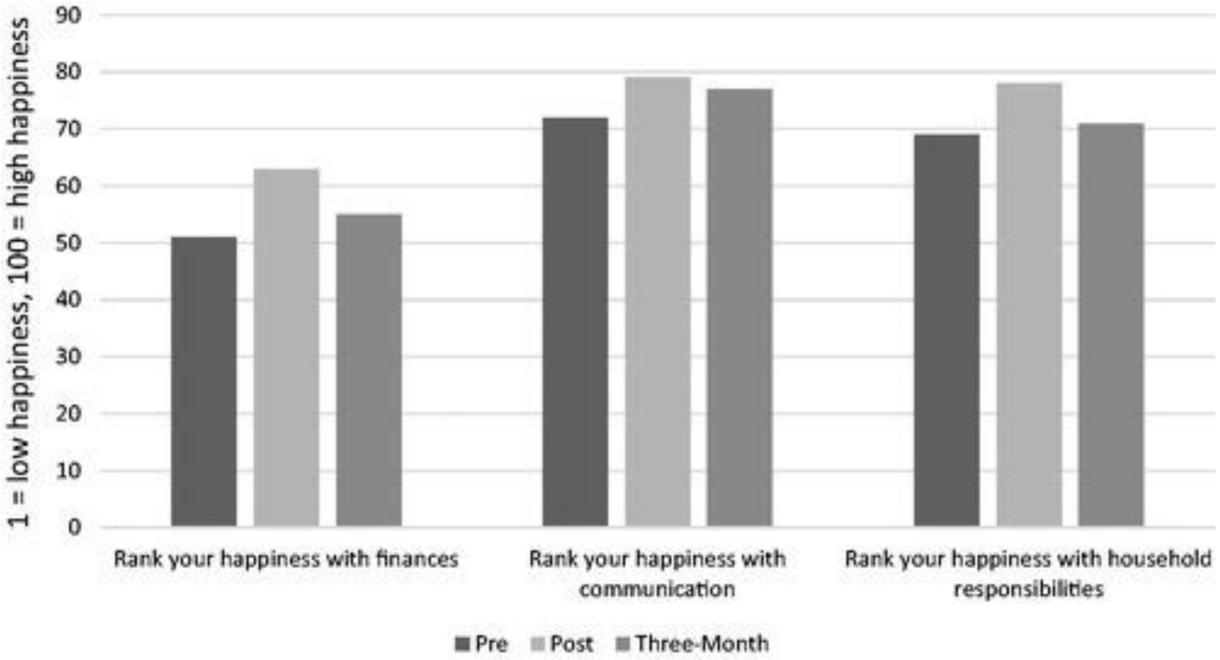

11) حقوق کے متعلق اللہ سے ڈرا جائے

زوجین کے حقوق سے متعلق تفصیلات باب اول میں فصل چہارم میں آچکی ہے۔ یہاں مختصراً اس پر بات کی جارہی ہے۔ شوہر اور بیوی کے حقوق کو تین اقسام میں سمجھا جا سکتا ہے

4) زوجین کے مشترکہ حقوق
5) شوہر کے حقوق
6) بیوی کے حقوق

زوجین کے کچھ حقوق تو وہ ہیں جو دونوں کے لیے ہیں اس میں ازدواجی تعلقات، حسن معاشرت، سسرالی رشتوں کی حرمت، حق وراثت، مباشرت کے راز فاش نہ کرنا شامل ہے۔

بیوی پر خاوند کے حقوق میں خاوند کی اطاعت کرنا، گھر میں رہنا اور بلا اجازت باہر نہ نکلے، ناپسند افراد کو گھر میں داخل نہ ہونے دینا، اپنی عصمت، خاوند کے مال اور اولاد کی محافظ ہو، خاوند کی خدمت کرنا، احسانات کا شکر ادا کرنا، خاوند کی اجازت سے نفلی روزہ رکھنا، بلا اجازت خرچ نہ کرنا، خاوند کو ناراض نہ کرنا، بناؤ سنگھار کرنا، خاوند کی وفات پر سوگ شامل ہیں۔ جبکہ خاوند پر بیوی کے حقوق میں حق مہر دینا، رہائش دینا، خوراک اور لباس مہیا کرنا، دینی امور کی تعلیم دینا، لغزشیں معاف کرنا، حق زوجگی ادا کرنا، خوبصورتی اختیار کرنا، حسن ظن رکھنا، نہ برا بھلا کہے نہ گھر سے نکالنا، تادیبا سزا دینا شامل ہیں۔ عورت کو تادیباً سزا دینے میں بھی وجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

i. چوٹ نہ لگے

ii. چہرے پر نہ مارا جائے

iii. جانوروں اور غلاموں کی طرح تشدد نہ کیا جائے

12) گھریلو تشدد (اللہ کی حدود کی پاسداری)

میاں بیوی کا رشتہ چند دن کا نہیں بلکہ زندگی بھر کا ساتھ ہے۔اس میں اگر اختلافات بڑھتے چلے جائیں اور تشدد تک کی نوبت آجائے تو یہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جاتا ہے۔

مولانا تقی عثمانی بیوی کی اصلاح کے تین درجات بیان کرتے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ شوہر کو بیوی کی کوئی بات پسند نہ ہو تو قرآن کی رو سے اگر ایک بات پسند نہ ہو تو کسی دوسری بات پر غور کیا جائے جو شوہر کو پسند ہو گی۔ پھر بھی اگر شوہر یہ سمجھتا ہے کہ بیوی کی بعض باتیں قابل اصلاح ہیں تو نرمی، خوش اخلاقی اور حکمت سے اس کی اصلاح کر دے۔ یہ پہلا درجہ ہے۔ جبکہ دوسرا درجہ تب شروع ہوتا ہے کہ جب نصیحت اور وعظ کا مثبت نتیجہ نہ نکلے۔اس مرحلے میں قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ بیوی کے ساتھ سونا چھوڑ دیا جائے اور اپنا بستر الگ کر دیا جائے۔ اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو تیسرے مرحلے پر تادیباً مارنے کی اجازت ہے لیکن اس مارنے کے متعلق بھی احادیث میں تفصیل سے بات آئی ہے جس میں مقصود تادیب ہے نہ کہ اس مار کا نشان جسم پر پڑے یا کوئی زخم آئے یا تکلیف ہو۔[338]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ"[339]

"کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے۔ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو دوسری پسند ہو گی۔"

ڈاکٹر اسرار احمد رحمت اللہ علیہ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں

"اس ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جانبین ایک دوسرے کی خوبیوں اور بھلائیوں پر نگاہ رکھیں تاکہ حتی الامکان کوشش ہو سکے کہ ان کے درمیان موافقت پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر کوشش کے باوجود کسی وجہ سے موافقت پیدا نہیں ہو رہی تو پھر اسلام ان دونوں کو زبردستی باندھ کر رکھنا

---

[338] اسلام اور ہماری زندگی، دار الاشاعت کراچی، 2010ء، 5/98-99

[339] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنسآء، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1434ھ، 3/131 حدیث: 3645

نہیں چاہتا۔ اس زبردستی کے بندھن سے معاشرے میں خیر پیدا نہیں ہوتا، شر پیدا ہوتا ہے، لہذا طلاق کا راستہ کھول دیا گیا ہے۔ البتہ اس کے جو قواعد و ضوابط اور آداب و شرائط ہیں انہیں بھی قرآن میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ان آداب و شرائط کو ہمارے معاشرے میں عام طور پر ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور کوئی شوہر غصہ میں آکر ایک ہی وقت میں آخری قدم اٹھا بیٹھتا ہے اور ایک دفعہ ہی تین طلاقیں دے دیتا ہے اور بعد میں پچھتاتا ہے"[340]

6) کیا آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کی تعلیمات عورت پر ہاتھ اٹھانے کی ترغیب نہیں دیتا اور تدریجا مار کی صرف خاص صورت میں اجازت دیتا ہے کہ جس کا مقصد تشدد نہیں بلکہ اصلاح ہے اور وہ بھی ایک خاص حد تک؟

219 responses

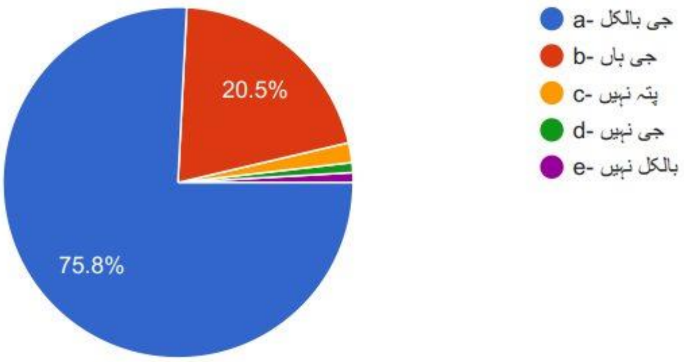

گھریلو تشدد کے متعلق جب سوال کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اکثریت کو اس بات کا علم ہے کہ اسلام عورت پر ایک خاص صورت کے علاوہ تشدد کے ترغیب نہیں دیتا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر تو اسلام کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے تو ہمارے معاشرے میں موجود گھریلو تشدد کے ان واقعات کی روک تھام ممکن ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

13) حلال و حرام کی تمیز برقرار رکھی جائے

شریکِ حیات کی خوشنودی اور دل جوئی کی خاطر حلال و حرام میں تبدیلی کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ سورۃ التحریم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے اور ٹوکا گیا ہے کہ جب انہوں نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے غرض سے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا:

---

[340] عائلی زندگی کے بنیادی اصول سورۃ التحریم کی روشنی میں، ڈاکٹر اسرار احمد، مرکزی انجمن خدام القرآن، 2009ء، صفحہ: 7

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[341]

ترجمہ: "اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

مولانا محمد شفیع رحمت اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں قرآن کریم کے عام اسلوب کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لیکر خطاب نہیں کیا بلکہ يَآيُّهَا النَّبِيُّ کے لقب سے خطاب فرمایا جو آپ کا خصوصی اعزاز و کرام ہے اور پھر فرمایا کہ اپنی ازواج کی رضاجوئی کے لیے آپ اپنے اوپر ایک حلال چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں۔ یہ کلام اگرچہ از روئے شفقت ہوا مگر صورت جواب طلبی کی تھی جس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید آپ سے کوئی بڑی غلطی ہو گئی اس لیے ساتھ ہی فرمایا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[342]

ڈاکٹر اسرار احمد رحمت اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اس مقام پر ٹھہر کر ذرا اس بات پر غور فرمایئے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کی خوشنودی کی خاطر ایک حلال چیز کو اپنے لیے حرام قرار دینے پر اس شد و مد کے ساتھ ٹوک دیا گیا ہے تو ان لوگوں کا آخرت میں کتنا سخت اور شدید مؤاخذہ ہو گا جو اپنی بیویوں کو خوش رکھنے کے لیے حرام کو حلال کر لیتے ہیں اور پھر اس کا مسلسل اور مستقل ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔"[343]

حلال و حرام کے معاملے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ شریکِ حیات کی محبت اللہ، اس کے رسول اور احکاماتِ اسلامی کے مقابل میں نہ آئے۔ بیویاں، مال و دولت، اولاد اور ساز و سامان در حقیقت امتحان ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات کے تابع ہیں تو رحمت ہیں ورنہ زحمت ہیں۔

14) تربیت/قوامیت

---

[341] سورۃ التحریم 1:66

[342] معارف القرآن، محمد شفیق، مکتبہ معارف القرآن کراچی، اشاعت: 2008، 499/6

[343] عائلی زندگی کے بنیادی اصول سورۃ التحریم کی روشنی میں، مرکزی انجمن خدام القرآن، 2009ء، صفحہ: 10

بعض امور میں تو عورت سے پوچھ گوچھ کر لینی چاہیے اور بعض کے معاملے میں در گزر سے کام لینا چاہیے کیونکہ عورت میں نزاکت کا پہلو بھی ہے اور ٹیڑھ پن بھی تو پوری طرح تو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی لیکن بالکل چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں تاکہ اس کی اصلاح ہوتی رہے۔

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَٰجِهِۦ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِۦ وَأَظْهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُۥ وَأَعْرَضَ عَنۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِۦ قَالَتْ مَنْ أَنۢبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِىَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴾[344]

ترجمہ: "اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی، پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتادی اور تھوڑی سی ٹال گئے، پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی۔ کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے۔"

اسی آیت میں ایک بات یہ بھی ملتی ہے کہ بیویوں کو اپنے شوہر کے رازوں کی پاسداری کرنا ہے۔ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے کے راز فاش کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔ "Journal of Financial Therapy" میں مقالہ شائع ہوا ہے جس کے مطابق زوجین کے درمیان احترام کا رشتہ اگر ہو تو ان کے درمیان مالی معاملات بھی، جو کہ سب سے سنگین ہوتے ہیں، حل ہوتے جاتے ہیں۔[345] اصل ضرورت قوامیت کے مفہوم کو سمجھنے کی ہے کہ اس سے مراد عورت کا مالک بن جانا نہ ہو بلکہ سربراہ کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری اٹھانا ہو۔

15) شوہر اور اہل خانہ / اپنا محاسبہ

ہر مسلمان کو چلتے پھرتے اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری موت کب آ جائے اور کب ہمارا حساب کتاب شروع ہو جائے، کوئی نہیں جانتا۔ فکر آخرت جتنی زیادہ ہو گی، انسان اتنا گناہوں سے بچے گا اور خیر کے کاموں کی طرف توجہ دے گا۔ خصوصاً اپنے محاسبے کے لیے وہ دن رات محنت کرے گا۔ یہی رویہ ایک مسلمان گھرانے کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ خاندان کے سربراہ سے لے کر بچوں تک میں اس کا شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں اللہ نے کسی مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔

---

[344] سورۃ التحریم 3:66

[345] Dew, J. P., & Stewart, R. (2012). A financial issue, a relationship issue, or both? Examining the predictors of marital financial conflict. Journal of Financial Therapy, *3*, 43–61

اگر وہ پورا نہ ہوا تو ہم ابدی خسارے سے دوچار ہو جائیں گے۔ خاندانی نظام میں ہر فرد اپنا محاسبہ کرے کہ کیا وہ اپنے فرائض ادا کر رہا ہے کہ نہیں؟۔ کیا گھر کے دوسرے افراد اس سے تنگ تو نہیں ہوتے؟۔ کیا ان کے حقوق ادا ہو رہے ہیں؟۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

> "غیر مذہبی انسان گھر کی پہچان کو جاننے کے لیے قرآن کی سورۃ نمبر 84 کی اس آیت کا مطالعہ کیجئے: انہ کان فی اھلہ مسرورا[346] یعنی وہ اپنے اہل کے درمیان خوش رہتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مذہبی انسان ن کی زندگی خاندان رخی زندگی ہوتی ہے۔ وہ اپنے گھر میں آکر محسوس کرتا ہے کہ وہیں اپنے لوگوں کے درمیان آگیا۔ وہ اپنا سارا وقت اور اپنا پیسہ اپنے اہلِ خاندان میں خرچ کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے کہ میں نے اپنے وقت اور اپنے پیسے کا صحیح استعمال کیا۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس کی دلچسپیوں اور اس کی سرگرمیوں کا مرکز اس کے اہلِ خاندان ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح زندگی گزاریں، وہ کبھی خدا کے مطلوب بندے نہیں بن سکتے۔ مذہبی انسان کے گھر کی پہچان کتابِ الٰہی کی سورہ نمبر 52 کی اس آیت میں ملتی ہے: انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین[347] یعنی اہلِ جنت کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے اہل کے درمیان ڈرتے رہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچا مذہبی انسان وہ ہے جو ہر وقت خدا کی پکڑ سے ڈرتا ہو، خواہ وہ اپنے گھر کے باہر ہو یا اپنے گھر کے اندر وہ مواخذہ کی نفسیات کے تحت زندگی گزارتا ہے، نہ کہ بے خوفی کی نفسیات کے تحت۔"[348]

نکاح ایک سنت ہے اور اس پ عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ ازدواجی زندگی کے مسائل اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف حل ہو سکتے ہیں بلکہ ایک مثالی زندگی کا خاکہ عملی طور پر دکھائی دیتا ہے۔ ذاتی زندگی کے مسائل کے حل کے ضروری ہے کہ اس مقدس رشتے کو اخلاص سے نبھایا جائے۔ ایک دوسرے کے مزاج و نفسیات کو سمجھا جائے۔ ذہنی و نسیاتی مسائل کے حل اللہ کے ذکر میں موجود ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اسلام اہل علم سے رہنمائی کی تلقین کرتا ہے۔ خود کو فارغ رکھنے کی بجائے تخلیقی اور دینی معاملات سے جوڑا جائے اور اس میں ایک دوسرے کے معاون بنا جائے۔ ایسے مصروفیات کے باوجود وقت بھی ساتھ گزرے گا اور ایک دوسرے کے قریب رہ کر ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملے گا۔ زوجین اپنا محاسبہ قرآن و سنت کی روشنی میں کریں۔ اس سے اختلافات میں بھی کمی واقع ہو گی اور تزکیہ ءنفس کے نتیجے میں اخلاقی برائیوں میں بھی کمی واقع ہو گی، حلال و حرام

---

[346] سورۃ الانشقاق 13:84

[347] سورۃ الطور 26:52

[348] مولانا وحید الدین خان، خاندانی زندگی، گڈورڈ پبلیکیشنز، س ن، ص 2-3

کی تمیز پیدا ہو گی اور اپنی ذمہ داریوں کا علم اور ادائیگی کا احساس پیدا ہو گا۔ سب سے بڑھ کر اللہ کا تقویٰ دلوں میں سرایت کرے گا۔

فصل دوم:

زوجین کے خاندانی زندگی کے مسائل کا حل

فصل دوم: زوجین کے خاندانی مسائل کا حل

موجودہ دور میں خاندانی مسائل ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر کام کم ملتا ہے۔اسی بناپر اس کے مسائل بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام پر اگر بات کرنا شروع کی جائے تو فوراً سے رد عمل پیدا ہونے لگتا ہے۔ معاشرے کا ایک بڑا طبقہ اس نظام کے خلاف گفتگو کو یوں سمجھتا ہے کہ گویا خاندانی نظام کو توڑنے کی بات کی جارہی ہے یا والدین کو اولاد سے جدا کرنے کی بات کی جارہی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔اس نظام سے بہتر نظام کی طرف لانا مقصود ہے۔

1) مشترکہ خاندانی نظام کی صورت میں مسائل کا حل (اسلامی حدود کے دائرے میں)

مشترکہ خاندانی نظام یا اس کے قریب کی اصطلاح ہمیں فقہ کی کتب میں عموماً نہیں ملتی۔اس سے متعلق کوئی خاص فصل یا باب سامنے نہیں آیا کہ جس میں مشترکہ خاندانی نظام کے خاص احکامات ملتے ہوں۔ازدواجی زندگی سے متعلق جتنی کتب سامنے آئی ہیں ان میں خاندان سے متعلق جو موضوعات موجود ہیں ان میں خاندان کا تصور شوہر، بیوی اور بچوں تک محدود ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام پر جن مصنفین نے روشنی ڈالی ہے ان کو پڑھ کر یہ بات سامنے آتی نظر آئی ہے کہ یہ ایک خاص خطہ میں رائج نظام ہے ۔ خصوصاً اس میں برصغیر کا خطہ نمایاں ہے کہ جن کے باشندے اگر کسی دوسرے ملک میں بھی رہائش پذیر ہوں تو وہاں بھی مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے نظر آتے ہیں۔ دیگر خطوں میں بھی ہمیں اس طرزِ زندگی کے آثار ملتے ہیں جن میں مشرقِ وسطہ، افریقہ، مشرقی یورپ ، شمالی یورپ ، لاطینی امریکہ اور کچھ Pacific[349] کے جزائر ہیں جہاں لوگ اس نظام کو اپنائے نظر آتے ہیں۔[350] برصغیر میں سب سے زیادہ فقہ حنفی مانی جاتی ہے اور مشترکہ خاندانی نظام بھی اسی علاقے کا زیادہ مسئلہ ہے، فقہ حنفی میں مشترکہ خاندانی کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔امام کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> "اگر خاوند اپنی بیوی کو اس کی سوکن یا پھر اپنے کسی رشتہ دار مثلا والدین یا بہن یا دوسری بیوی کی بیٹی وغیرہ دوسرے رشتہ دار کے ساتھ رکھنا چاہے اور بیوی ان کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے؛ تو خاوند کو اسے علیحدہ گھر میں رکھنا ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ دوسرے افراد اسے ضرر دیں اور رہائش میں اس کے رہنے سے انہیں خود بھی تکلیف ہو، اور پھر بیوی کا ان کے ساتھ ایک ہی رہائش میں رہنے سے انکار کرنا ہی دلیل ہے کہ اسے

---

349 بحر الکاہل، دنیا کا سب سے بڑا سمندر

350 Gilles Duranton, Andrés Rodríguez-Pose and Richard Sandall, Family Types and the Persistence of Regional Disparities in Europe, SERC Discussion Paper 9, November 2008

اذیت وضرر رہے،اور اس لیے بھی خاوند کو بیوی سے کسی بھی وقت مجامعت وہم بستری کرنا ہوتی ہے اور اگر کوئی تیسرا گھر میں ہو تو ایسا ممکن نہیں ہو سکتا۔"[351]

لیکن ہمیں دوسری جانب ایک قول امام ابن تیمیہ کا ملتا ہے جس میں شوہر کی حالت تنگدستی کو مد نظر رکھتے ہوئے شوہر کے ساتھ نرمی برتی گئی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ

"اگر خاوند تنگ دست وفقیر ہو اور وہ بیوی کے لیے علیحدہ رہائش نہ لے سکتا ہو، تو پھر بیوی کو کوئی ایسا مطالبہ کرنے کا حق نہیں جس کے پورا کرنے سے خاوند عاجز ہو۔[352]

ان دونوں اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علیحدہ رہائش عورت کے حقوق میں شامل ہے۔اگر وہ مرد کے رشتہ داروں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو شریعت کی رو سے اس کو علیحدہ رہائش دینا مرد پر لازم ہے اور ایسا کرنا والدین کی نافرمانی میں شمار نہیں ہوگا۔[353] لیکن اگر ایسا کرنا مرد کے لیے ممکن نہیں اس کی معاشی حالت کی بنا پر تو عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ صبر کرے کیونکہ اس کا یہ مطالبہ پورا کرنا مرد کے لیے ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک مشترکہ خاندانی نظام کی بات ہے تو اس میں رہتے ہوئے کچھ اقدام ایسے کیے جا سکتے ہیں کہ اس کے منفی اثرات کو امکان حد تک کم کیا جا سکے۔ ذیل میں وہ اقدام پیش کیے جا رہے ہیں:

a) گھر کو اس انداز میں تقسیم کیا جائے کہ ہر عورت کا کچن الگ ہو جس کی وجہ گھریلو معاملات میں دخل اندازی کو روکنا ہے۔
b) ہر آباد خاندان کے لیے ایسا دروازہ ہو کہ جس سے اس کے رہنے کی جگہ کا داخلہ ہو، تاکہ حجاب کے احکامات پر بھرپور طور پر عمل ہو سکے۔
c) مشترکہ کچن ہونے کی صورت میں کھانا الگ الگ کمروں میں کھایا جا سکتا ہے کہ جس سے امکان حد تک نامحرم کے آمنے سامنے سے اجتناب کیا جا سکتا ہے۔

---

[351] علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی الحنفي، دائع الصنائع، دار الکتب العلمیة، الثانیة، 1406ھ--1986م ج:4ص:24

[352] الرحیبانی، مصطفی بن سعد بن عبده السیوطي شهرة، مطالب أولي النهی في شرح غایة المنتهی المؤلف: الناشر: المکتب الإسلامي الطبعة: الثانیة، 1415ھ-1994م عدد الأجزاء ج:5ص:122

[353] اشرف علی تھانوی، تحفہ زوجین، مکتبہ عمر فاروق، س ن، صفحہ:16

d) سربراہ کم سے کم سختی کرے اور مالی معاملات، ذاتی معاملات اور دیگر معاملات میں زیادہ سے زیادہ فیصلوں کو خاندانوں کے سربراہوں کے سپرد کردے جس سے ان کے اپنے مسائل ان کا حل انہی کے اختیار میں ہو اور کم سے کم امور میں معاملات کے لیے مشورے کرنے پڑیں۔

e) مشترکہ معاملات میں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کیا جائے اور بحث و مباحثہ سے اجتناب کیا جائے۔

f) امکان حد تک کوشش کی جائے کہ ایک دوسرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے ان کی علیحدہ رہائش کے لیے انکی مدد کی جائے۔

g) ساس اور بہو کے مسائل میں دونوں کو اپنا اپنا کردار ادا کر کے اختلافات کو امکان حد تک کم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

> "بہو کو بھی چاہیے کہ ساس کو ماں کی طرح جانے۔ گھر میں دیکھا کہ ماں اگر گھر امیں تھپڑ بھی لگا دیتی ہے تو بچی چپ کر جاتی ہے اور ساس اگر اصلاح کی بات بھی کر دیتی ہے تو اس کے اوپر تڑک کے بولتی ہے۔ یہ ناانصافی بیوی کیوں کر رہی ہے۔ جب ماں کا تھپڑ برداشت کر سکتی ہے تو کم از کم ساس کی تنقید تو برداشت کر لیا کرے۔"[354]

سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر مشترکہ خاندانی نظام کی اصلاح کی جائے تو لوگوں کی اکثریت اس نظام میں رہنے کو بھی تیار ہے۔

---

[354] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء صفحہ: 179

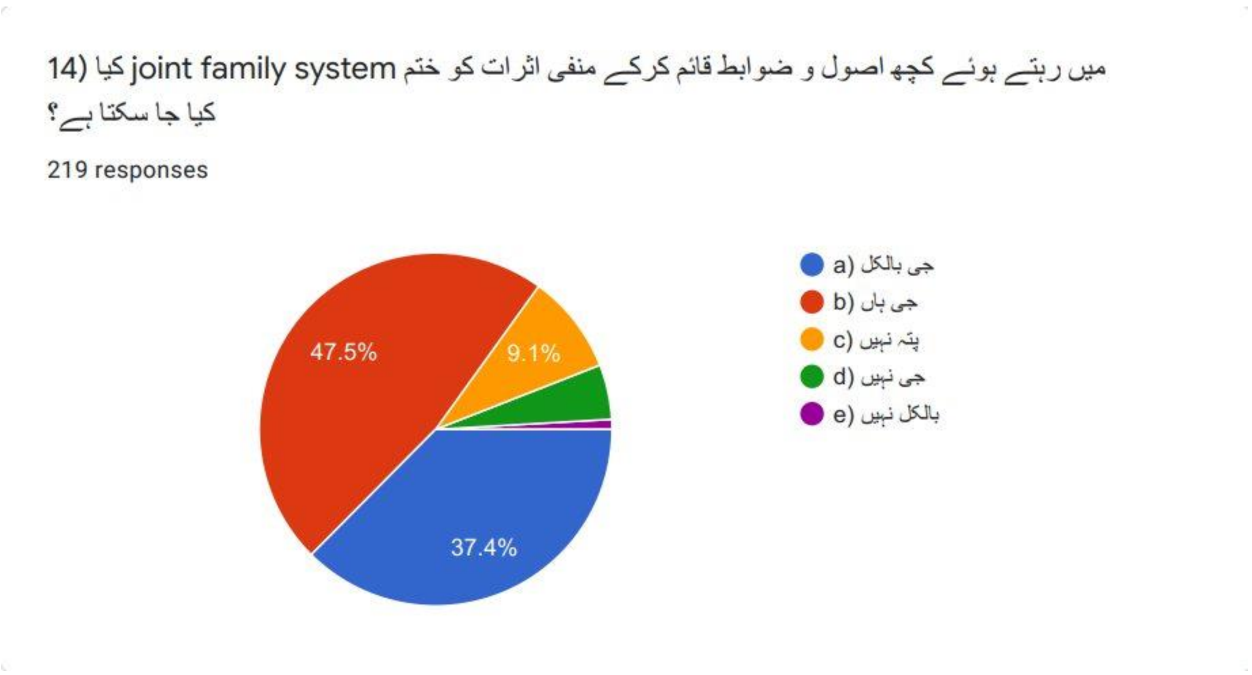

[355]

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کے نزدیک مشترکہ گھر کی صورت میں جیٹھ اور دیور اور ان کی بیویاں اور بچے بھی ہوں تو یہاں بھی عورت چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ادب واحترام والے اس سبق کو یاد رکھے۔ علاوہ ازیں خوش اخلاقی اور خوش زبانی کا التزام کرے اور ان کے تقاضوں سے کسی بھی مرحلے پر انحراف نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ مشترکہ خاندان میں دونوں باتوں کی مختلف مقامات پر بار بار ضرورت پڑتی ہے کیونکہ اکٹھے رہنے میں جہاں بہت سے فائدے یا مجبوریاں ہیں وہاں لڑائی جھگڑے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہیں، بعض دفعہ عورتوں میں باہم کسی بات پر تکرار ہو سکتی ہے۔ بھائیوں کے درمیان اختلافات ہو سکتے ہیں، بچوں کا آپس میں مل کر کھیلنا کودنا اور نادانی اور ناسمجھی میں ایک دوسرے کو زک پہنچانا، بچوں میں معمول کی بات ہوتی ہے۔ چھوٹوں پر شفقت کا تقاضا ہے کہ بچوں کی لڑائی کو ایسا ہی سمجھا جائے جیسے بچپنے میں حقیقی بہن بھائی ایک دوسرے کو مار پیٹ لیتے ہیں یا زیادہ تیز طرار بچہ دوسرے بھولے بھالے بھائی کی چیزیں چھین لیتا یا زیادتی کرتا ہے تو ان کو ناسمجھ سمجھ کر برداشت کیا جاتا ہے یہی رویہ سارے بھائیوں کے چھوٹے بچوں کے ساتھ اپنانا ضروری ہے، سب کو اپنے ہی بچوں کی طرح سمجھیں اور دیکھیں اور ان کی آپس کی باہمی معصومانہ لڑائیوں کو نظر انداز کریں اور ان کی لڑائی کو بڑوں کی لڑائی میں تبدیل نہ کریں اور نہ ہونے دیں۔"[356] یہی طریقہ ہے مشترکہ خاندانی نظام میں رہ کر اس کے منفی اثرات سے بچنے کا اور اس کو کم کرنے کا۔

---

355 اس سروے کا سوال یہ ہے کہ کیا جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہوئے کچھ اصول وضوابط قائم کر کے منفی اثرات کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

356 شادی بیاہ، حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر: خلیل احمد ملک، سن اشاعت: س ن، صفحہ: 28-29

ذوالفقار احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

"بیٹے کی شادی کے بعد زندگی کے دو حصے ہیں۔ایک بیوی کے ساتھ حصہ یہ اس کا پرائیویٹ حصہ ہے۔ماں کو چاہیے کہ بیٹے کو اتنا موقع دے یہ نہ ہو کہ اس کا دم گھٹے اور اس کو گھر اپنی بیوی کے لیے کوئی کھانے کی چیز لانی بھی مصیبت ہو جائے۔ایسا بھی دیکھا گیا کہ خاوند اپنی بیوی کے لیے گھر میں کوئی چیز لا ہی نہیں سکتا اس لیے کہ امی برا کہے گی۔تو جب ساس بنتی ہے تو ذرا دل کو بڑا کرلے اور کہے کہ اب جو شریعت نے حقوق طے کیے ہیں وہ اسی طرح پورے ہونے ہیں تو اس لیے عورت جب ساس بنتی ہے پھر اس کو اپنا اختیار دکھانے کی جو ہے ہو چاہت ہوتی ہے کہ بات میری چلے گی، حکم میرا چلے گا، اجازت میری چلے گی، ذرا تم نے میری اجازت کے بغیر کچھ ایسا ویسا کیا دیکھنا میں تمہیں ابھی میکے بھجوادوں گی حالانکہ جب یہ خود بیوی تھی تو انہی باتوں پہ یہ روتی تھی۔اب جب ساس بن گئی تو یہی ساری باتیں کرتی ہے۔"[357]

مشترکہ خاندانی نظام کو پوری طرح سے ختم ناممکنات میں سے ہے۔لیکن اس کے منفی اثرات کو درجہ بدرجہ کم کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

2) سسرال کے مسائل (سسرال کے متعلق اسلام کی تعلیمات)

اسلام میں سسرال کو اہم حیثیت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾[358]

ترجمہ: "وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔"

a) مرد پر سسرال کے حقوق

مرد کا اپنی بیوی رشتہ در حقیقت اس کے گھر والوں سے رشتہ ہے۔ایک میاں بیوی کا ازدواجی رشتہ در حقیقت دو خاندانوں کا رشتہ ہے۔جب تک خاندانوں سے تعلق مضبوط اور مستحکم رہتا ہے ازدواجی زندگی بھی خوشحالی کی جانب بڑھتی جاتی ہے۔لیکن اگر ان سے کسی قسم کی ناراضگی پیدا ہونے لگے تو بالآخر میاں بیوی کے درمیان بھی اختلافات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

---

[357] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء صفحہ: 182-181

[358] سورۃ الفرقان 54:25

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[359]

''آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المؤمنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔"

مرد کے اہل وعیال میں اس کے بیوی بچوں کے علاوہ اس کے زیر کفالت افراد بھی شامل ہیں۔ مرد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے اقرباء کے حقوق ادا کرے جو اس کے سسرال ہیں۔ اس ذمہ داری کی تین بنیادی وجوہات ہیں۔

i. اللہ تعالیٰ نے اہلِ قرابت کے حقوق ادا کرنے کا قرآن میں کئی جگہ حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَءَاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ ﴾[360]

ترجمہ: ''اور قرابت داروں کا حق دیتے رہنا۔''

قرابت کے حقوق میں بیمار کی عیادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، وفات پر تعزیت کرنا، خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا، ہدیہ لینا اور دینا، ضرورت مند اہلِ قرابت کی مدد کرنا، خاص طور پر جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا شامل ہے۔ چونکہ سسرال مرد کے اہلِ قرابت ہیں لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی مرد پر فرض ہے۔

---

359 صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 552/1 حدیث: 893

360 بنی اسرائیل 26:17

ii. مرد کے سسرال مرد کی بیوی کے اہلِ قرابت ہیں۔ چونکہ عورت مرد کے ماتحت ہے۔ عورت کے تمام معاملات کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے شوہر کا یہ فرض ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اپنے والدین اور اقرباء کے حقوق ادا کرنے کی اجازت دے۔

iii. سسرال مرد کے بچوں کے ننھیال میں چونکہ بچوں کے معاملات کا اختیار بھی باپ کے ہاتھ میں ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ان سے مربوط رکھنے کے لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ بچوں کا تعلق ننھیال سے رحم کا تعلق ہے۔ ذی الارحام وہ رشتے ہیں جن سے قطع تعلق پر سخت وعید ہے۔ دراصل یہ بچے کا بھی حق ہے اور سسرال کا بھی۔ گویا مرد یہ حق ادا کرکے دو ور رشتوں کے حقوق کی ادائیگی سے سرخرو ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے اس حق کا خیال رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حکم دیا تھا کہ

"إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا،"[361]

"تم لوگ عنقریب ایک ملک (مصر) فتح کروگے جہاں قیراط کا رواج ہوگا۔ وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیوں کہ ان کا تم پر حق ہے۔ ان کا تم سے دامادی کا رشتہ بھی ہے اور رحم کا بھی"

b) عورت پر سسرال کے حقوق۔

بیوی پر خاوند کے رشتہ داروں کی اطاعت کرنا واجب نہیں چاہے وہ ساس ہو یا سسر، یا پھر نند ہو یا دیور ان کی کسی بھی چیز میں اطاعت کرنی واجب نہیں لیکن اگر وہ کسی واجب اور شرعی چیز کا حکم دیں یا کسی غیر شرعی اور حرام چیز سے روکیں تو پھر اس میں اطاعت واجب ہے چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہو یا دور کا یا کوئی اور بھی کیوں نہ ہو۔

اور خاوند کی اطاعت تو بیوی پر واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٍ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ"[362]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔"

---

361 صحیح مسلم، کتاب الفضائل الصحابہ، باب وصیۃ النبی ﷺ باھل مصر، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1434ھ، 698/4، حدیث: 6493

362 سورۃ النساء 34:4

اس ضمن میں شیخ محمد بن صالح المنجد کے فتوٰی میں درج ذیل نقاط ملتے ہیں:

i. خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنے والدین کی ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرے، اور آپ کو بھی اس میں اس کا مدگار معاون بننا چاہیے، اور بیوی اپنے خاوند اور اس کے والدین کے درمیان قطع تعلقی کا سبب بننے کی کوشش نہ کرے، بلکہ صلہ رحمی میں اس کا تعاون کرے۔

ii. خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی ضرورت کے مطابق زیارت کرتا رہے اور انہیں ملتا رہے، ہو سکتا ہے کہ والدین کو اپنے بیٹے کی زیادہ ضرورت ہو مثلاً وہ بیمار ہوں تو خاوند کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

iii. ساس اور سسر کی خدمت کرنا بیوی پر واجب تو نہیں لیکن اگر آپ ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرتے ہوئے اور اپنے خاوند کو خوش کرنے کے لیے کرتی ہیں تو یہ آپ کے لیے بہتر اور اچھا ہے،، اس طرح وہ اپنے خاوند اور اس کے گھر والوں کے سامنے دنیا میں بھی ایک مقام حاصل کرے گی، اور ان شاءاللہ آخرت میں بھی اس کے درجات بلند ہوں گے۔

iv. اور اگر خاوند یہ دیکھے کہ شرعی مصلحت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کے گھر والوں اور بیوی کے گھر میں دوری ہونی چاہیے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج اور نقصان نہیں بلکہ اسے ایسا کرنا چاہیے۔

v. اور ہمارے اخلاق اور سینے کھلے اور وسیع ہونا ضروری ہیں، اور ہمارے اندر ایک دوسرے کے لیے برداشت کا مادہ بھی ہونا چاہیے، اور آپس میں ایک دوسرے کے فضل کو نہیں بھولنا چاہیے، اور ہمیں نیکی کا حکم کرنا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اور برائی اور برے سلوک کو نیکی اور اچھے سلوک سے ختم کرنا چاہیے، اور اللہ تعالی کے بندوں کو ہم وہ بات کہیں جو اچھی ہو تاکہ ہم اللہ تعالی سے بھی اچھی ملاقات کر سکیں۔[363]

اس میں مزید یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت پر ساس اور سسر کی خدمت شرعاً واجب نہیں لیکن دوسری جانب قرآن میں اللہ تعالٰی یہ بھی فرماتے ہیں:

---

[363] عمرو عبد المنعم سلیم، 300 سوال جواب برائے میاں بیوی، ترجمہ: حافظ عبد اللہ سلیم، مکتبہ بیت السلام ریاض، 2014، صفحہ 52

﴿وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ
وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ
ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ﴾[364]

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام کنیز)۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی بندگی کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ احسان کا حکم دے رہا ہے جس سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ اولاد کو سب سے پہلے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔ اور اس کی رو سے شوہر کو اپنے والدین کے ساتھ سب سے پہلے نیک سلوک کرنا ہے۔ والدین کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ حتیٰ کہ برابر میں بیٹھنے والے، مسافر اور غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرنے کی تلقین کی ہے۔ اب جب ہم بہو کا ساس اور سسر سے رشتہ دیکھیں تو وہ بہو کے لیے اس کے شوہر کے رشتے سے سب سے قریب کے رشتہ دار ہیں۔ بہو کو وہ اپنے گھر دلہن بنا کر لانے میں خود جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے احسانات وقتاً فوقتاً بہو پر ساس سسر کی جانب سے ہوتے نظر آتے۔ اس سارے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے عورت کا شوہر سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ماں باپ کو اپنے ماں باپ کے جیسا مرتبہ دے۔ اس سے درحقیقت اس بہو مرتبہ دنیا میں بھی اونچا ہوگا، گھر کے ماحول میں بھی بہتری آئے گی اور قیامت کے دن بھی وہ اللہ کے آگے کامیاب لوگوں میں شمار کی جائے گی۔ جبکہ اس کے برعکس اگر اس بات پر بضد رہا جائے کہ ساس سسر کی خدمت بہو کی ذمہ داری نہیں بلکہ شوہر کی ذمہ داری ہے تو اس کے اثرات بہو کے اپنے گھر پر پڑیں گے۔ یا تو شوہر پر کاموں کا بوجھ ہوتا جائے گا یا پھر بیوی اور شوہر میں دوریاں پیدا ہوتی جائیں گی۔ شوہر کے دل سے بیوی اور اس کے رشتہ داروں کے لیے بھی خیر خواہی کے جذبات کم ہوتے جائیں گے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہمارے معاشرے میں اب بھی اکثریت اس بات کو مانتی ہے کہ عورت کو شوہر کے والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس سروے میں 45 فیصد کے قریب تعداد خواتین کی ہے۔

---

[364] سورۃ النساء 36:4

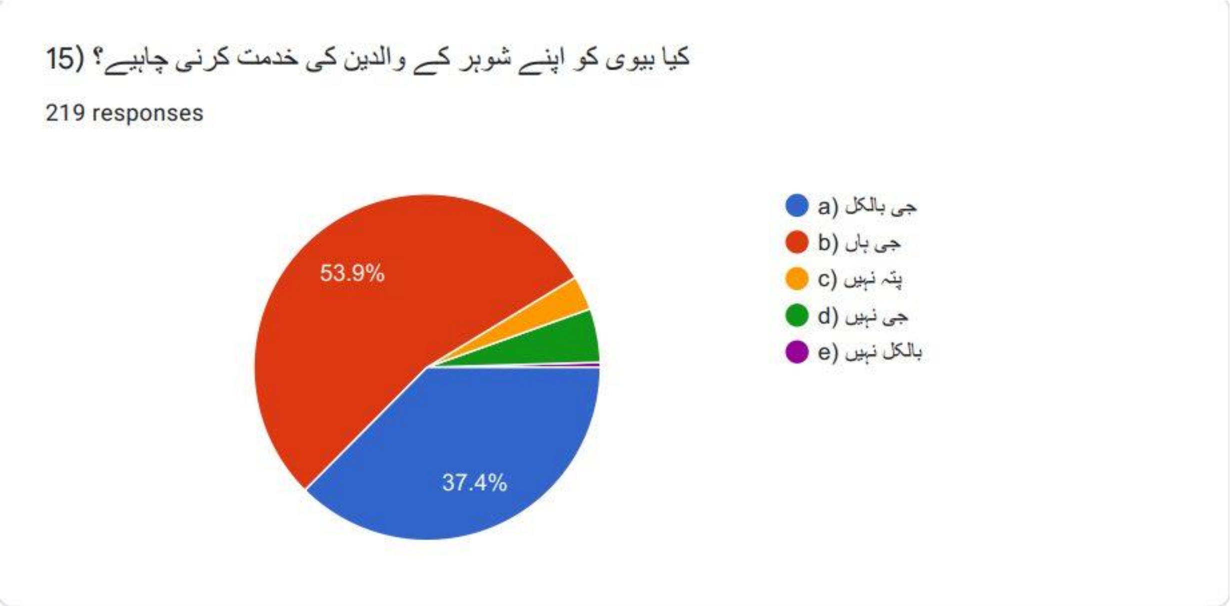

3) علیحدہ خاندانی نظام

علیحدہ خاندانی نظام بہت سے ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل ہے اور شریعت کی تعلیمات بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اولاد کی شادی ہوتے ساتھ ہی ان کے گھر کے نظام کے علیحدہ کیا جائے جہاں ان کی بنیادی ضروریات شریعت کے دائرے میں پوری ہوتی ممکن نظر آئیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾[365]

اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو

اس آیت، میں "بیوتکن" کے الفاظ آتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے اسلام بیویوں کے لیے الگ گھر کا ہی نظریہ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مشترکہ خاندان میں نہیں رکھا اور نہ ہی اس کی تعلیم دی ہے۔ مدینہ میں ہمیں مسجد نبوی کے ارد گرد ازواج مطہرات کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ یہ کچی اینٹ، گارے اور پتھروں سے تیار کیے گئے تھے۔ ان کی چھتیں کھجور کے تنے اور ٹہنیوں کی تھیں۔ چھوٹی عمارت اور مختصر صحن پر مشتمل یہ حجرے اتنے اونچے تھے کہ لمبا لڑکا باآسانی چھتوں کو چھو سکتا تھا۔[366]

---

[365] سورۃ الاحزاب 33:33

[366] سیرت النبی، ڈاکٹر علی محمد صلابی، دارالسلام ریاض، 1433ھ، 126/2

"قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا، وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا، فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ حَتَّى يَبْلُغَ إِلَى الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيتَ عِنْدَهَا، وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ حِينَ أَسَنَّتْ وَفَرِقَتْ أَنْ يُفَارِقَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَوْمِي لِعَائِشَةَ، فَقَبِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، قَالَتْ: نَقُولُ فِي ذَلِكَ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى، وَفِي أَشْبَاهِهَا أُرَاهُ، قَالَ: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا"[367]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ازواج مطہرات کے پاس رہنے کی باری میں بعض کو بعض پر فضیلت نہیں دیتے تھے اور ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے پاس نہ آتے ہوں، اور بغیر محبت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے قریب ہوتے، اس طرح آپ اپنی اس بیوی کے پاس پہنچ جاتے جس کی باری ہوتی اور اس کے ساتھ رات گزارتے، اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں اور انہیں اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الگ کر دیں گے تو کہنے لگیں: اللہ کے رسول! میری باری عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے رہے گی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات قبول فرمالی، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ ہم کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں یا اور اسی جیسی چیزوں کے سلسلے میں آیت کریمہ: ﴿وَإِنِ ٱمۡرَأَةٌ خَافَتۡ مِنۢ بَعۡلِهَا نُشُوزًا﴾[368] نازل کی: اگر عورت کو اپنے خاوند کی بدمزاجی کا خوف ہو۔

یہ دونوں دلائل اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے گھروں کو بھی الگ رکھا اور ہر ایک کے لیے الگ وقت اور دن مقرر کر رکھا تھا

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"اگر خاوند کے وسائل اس امر کی اجازت دیں کہ وہ الگ مکان لے سکتا ہے (کرائے پر یا خرید کر) اور وہاں وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزارا کر سکتا ہے اور علیحدہ رہ کر والدین کی بھی حسب ضرورت اور حسب استطاعت خدمت کر سکتا ہے، تو شادی کے بعد علیحدگی میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس

[367] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی قسم بین النساء، دار لسلام ریاض، سن اشاعت 1427ھ، 631/2، حدیث: 2135

[368] سورۃ النساء 4:128

صورت میں علیحدگی بہتر ہے ایسی صورت حال میں والدین کو بھی بیٹے کو بہ رضا ورغبت علیحدہ رہنے کی اجازت دے دینی چاہیے۔"[369]

علیحدہ مناسب گھر یا پورشن کو اہل علم مشترکہ خاندانی نظام کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں اور ترغیب اسی کی دی جاتی ہے کہ اس کی کوشش کی جائے۔ اس کے نتائج زیادہ بہتر ہیں مشترکہ خاندانی نظام کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرنے کے مقابلے میں۔

4) ساس اور بہو کے اختلافات

حافظ صلاح الدین یوسف ساس کا بیٹے اور بہو کی ازدواجی زندگی کو بہتر کرنے کے لیے جو کردار ادا کرنے کی تجاویز دیتے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے۔ ساس حسب ذیل تجاویز یا تدابیر کو اختیار کرے تو یقیناً حسن کردار کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔

i. برائی کو بھلائی سے ٹالے، نفرت کے بجائے محبت واپنائیت کا مظاہرہ کرے، شفقت ونرمی کو معمول بنائے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَسۡتَوِي ٱلۡحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُۚ ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ ﴾[370]

ترجمہ: "نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دور کرو (ایسا کروگے تو) پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو جائے گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا"[371]

"اس کا ہم (مسلمانوں) سے تعلق نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت (رحم) نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا ادب واحترام ملحوظ نہیں رکھتا۔"

ii. جیسے اپنے بیٹے کا گھر آباد کرنے کی نیت سے خوب دیکھ بھال کر دلہن کو گھر میں لا کر رکھا ہے اب گھر کو آباد رکھنے کی نیت کرلے اور اس کے جو تقاضے ہیں ان کو بروئے کار لائے۔

---

[369] حافظ صلاح الدین یوسف، شادی بیاہ، ناشر: خلیل احمد ملک، صفحہ: 29-28

[370] سورۃ فصلت 34:41

[371] سنن الترمذي: ابواب البر والصلة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، مکتبہ بیت السلام لاہور، فروری 2016، 94/3، حدیث: 1919

iii. بہو کی خوبیوں کو سراہے، کوتاہیوں سے در گزر کرے جو کوتاہیاں سمجھانے سے دور ہو سکتی ہیں، اسے سمجھا کر دور کرنے کی مخلصانہ اور ہمدردانہ کوششیں کی جائیں، بار بار سمجھانے میں بھی گرانی محسوس نہ کرے، اس کی ناسمجھی پر غصے اور ناراضی کا اظہار کرنے کے بجائے چھوٹوں پر شفقت کرنے کے جذبے کو توانا اور برقرار رکھے۔ بہو کو بیٹیوں کی طرح عزیز رکھے، اسے بیٹیوں والا پیار اور شفقت دے، بیٹیوں کی غلطیوں کو جس طرح بار بار کرنے کے باوجود نظر انداز کر دیا جاتا ہے بہو کی غلطیوں کی بھی یہی حیثیت دی جائے۔

iv. اس میں کھانے پکانے کی صحیح مہارت نہ ہو تو اس کی اس کوتاہی کو بتدریج دور کیا جائے۔ طعن و تشنیع کے بجائے اس کو نو آموز سمجھ کر خوش ذائقہ کھانوں کے طریقے اور ترکیبیں سمجھائی جائیں۔

v. بیٹا اگر بیوی سے محبت کرتا ہے اور یہ محبت کرنا فطری بات بھی ہے اور اس کا حق بھی ہے۔ اس کی اس فطری محبت اور اس کے مظاہر کو برداشت کیا جائے، اس کو اپنا رقیب یا حریف سمجھنے کی غلطی نہ کی جائے آخر شادی کا مقصد بھی اس کے سوا اور کیا ہوتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ محبت کریں، شادی کے بعد اس محبت پر اعتراض کا کیا جواز ہے؟[372]

vi. زیادہ گمان سے بچے کیونکہ گمان انسان کی مثبت سوچ اور منفی سوچ کو جنم دیتا ہے۔ عموماً بہت سے مسائل میں انسان پہلے سے کوئی گمان کر بیٹھتا ہے اور حقیقت جانے بغیر بہت سے فیصلے کر بیٹھتا ہے اور پھر بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ غیبت اور تجسس سے بچا جائے کیونکہ یہ اخلاقی مسئلہ اچھے بھلے گھروں میں توڑ پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغۡتَب بَّعۡضُكُم بَعۡضًاۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمۡ أَن يَأۡكُلَ لَحۡمَ أَخِيهِ مَيۡتٗا فَكَرِهۡتُمُوهُۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٞ رَّحِيمٞ ﴾[373]

ترجمہ: " اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

ایک حدیث میں ہمیں بدگمانی کے متعلق ملتا ہے:

---

[372] شادی بیاہ، ناشر: خلیل احمد ملک، صفحہ: 24-23

[373] سورۃ الحجرات 49:12

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا"[374]

"تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ اس کی ٹوہ میں لگے رہو۔"

اپنے سسرال سے سمجھوتہ کرنے میں پہل کی جائے کیونکہ سسرال سے تعلقات خراب کرنے کا اثر شریکِ حیات پر پڑے گا۔ اس کے لیے کسی ایک کی طرفداری کرنا مشکل ہو جائے گا۔ عورت کے گھر والوں سے اگر معاملات خراب ہوئے تو عورت کو طرح طرح کی باتیں اپنے گھر سے سننے کو ملیں گی اور اگر مرد کے گھر والوں سے معاملات خراب ہوئے تو شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ سکون سے رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہ بات آپس کے تعلقات کی خرابی کا باعث بنے گی۔

خاندانی نظام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اس پر بات کرنا ضروری ہے۔ اس سے متعلق آگاہی کے لیے ورک شاپس اور ارتربیت گاہوں کا اہتمام کیا جائے۔ خطباتِ جمعہ اور دیگر ذرائع سے مدد لی جائے جس میں مشترکہ خاندانی نظام کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کا طریقہ بتایا جائے۔ علیحدہ خاندانی نظام کی صورت میں رہتے ہوئے والدین کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی جائے۔ زوجین کو اپنے سسرال کے حقوق سے آگاہ کیا جائے۔ ساس اور بہو کے اختلافات کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

---

[374] صحیح بخاری، باب یاأیھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 612/5، حدیث:6066

فصل سوم:

اولاد کے مسائل کا حل

فصل سوم: اولاد سے متعلقہ مسائل کا حل

والدین کے لیے اولاد حقیقتاً اصل سرمایہ ہیں۔ جو محنت و مشقت والدین اپنی زندگی جھیلتے نظر آتے ہیں اس کے پیچھے کسی نہ کسی صورت میں اولاد کی اچھی تربیت کرنا، ان کو بہتر سے بہتر وسائل مہیا کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ان کے مستقبل کو محفوظ بنانا مقصد ہوتا ہے۔ اولاد کی تربیت صالح ہو تو ایک نعمت ہے و گرنہ یہ ایک فتنہ اور وبال بن جاتی ہے۔ دین و شریعت میں اولاد کی تربیت ایک فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے اولاد کی تربیت صالح ہو تو ایک نعمت ہے و گرنہ یہ ایک فتنہ اور وبال بن جاتی ہے ۔ اسلام نے تربیت اولاد کے سلسلے میں جو زرّیں اصول وضوابط پیش کئے ہیں اور والدین کو کتاب وسنت میں اسلامی تربیت کے سلسلے میں جو رہنمائی پیش کی گئی ہے وہ کسی بھی مذہب میں موجود نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم ان اسلامی اصول وضوابط، اور ارشادات کو تربیتِ اولاد کے سلسلے میں اپنانے میں کہاں تک کامیاب ہیں اور کہاں تک ناکام ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ﴾[375]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔''

1) تعلیم وتربیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس انداز میں کی ہے کہ اس میں بنیادی قوتیں اور صلاحیتیں رکھی ہیں اور وہ سب ایک محدود انداز میں بچہ پیدا ہو کر اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اب اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کچھ مراحل ہیں جیسے ایک گٹھلی سے تناور درخت بننے میں وقت بھی لگتا ہے اور کئی مراحل کے بعد ہمیں وہ گٹھلی ایک تناور درخت نظر آتی ہے۔ انسانی بچے کی بھی مختلف مراحل کا لحاظ رکھتے ہوئے جب دیکھ بھال کی جائے تو یہ اس کی تربیت کہلائے گی۔ اس تربیت کا نتیجہ ہم ایک بااعتماد صالح فرد کے صورت میں معاشرے کو دیتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب حجازی لکھتے ہیں:

"بچے کو معاشرے کا بااعتماد صالح فرد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی ہم آہنگ تربیت دی جائے۔ جسمانی، ایمانی، اخلاقی، نفسیاتی، عقلی، اجتماعی اور جنسی ہر پہلو سے متعلق اسلام کے

---

[375] سورۃ التحریم 6:66

فطری اصول موجود ہیں۔ مربی کا کام ہے کہ بچے کے مختلف مراحل کے تقاضوں اور خصوصیات کو سمجھے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے ان اصولوں کو عمل میں لائے۔"[376]

ایک انسان کی زندگی میں تربیت کے جو مراحل آتے ہیں ان کو ہم مندرجہ ذیل انداز میں سمجھ سکتے ہیں:

a) مدرسے/اسکول سے پہلے کا دور یا ولادت سے پانچ سال تک کا دور

b) مدرسے/اسکول کا دور یا چھ سال سے چودہ سال تک

c) دور شباب: پندرہ سے پچیس سال تک

عموماً ہر بچہ انہی ادوار سے گزر کر جوان ہوتا ہے۔ ان میں علاقوں اور ماحول کے حساب سے عمر کی حدود میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔

a) مدرسے/اسکول سے پہلے کا دور یا ولادت سے پانچ سال تک کا دور

اس دور میں بچے کی ولادت سے قبل ہی اس کی تربیت کا سامان شروع ہو جاتا ہے۔ ماں کی شخصیت اور والد کا کردار بچے کو شروع دن سے اثر انداز کرتا ہے۔ اس میں بچے کے کان میں آذان دینا، سر منڈوانا، گھٹی دینا، نام تجویز کرنا، ختنہ کرنا شامل ہیں۔ پھر اس میں گھر کا ماحول اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَهْلِيكُمُ الْخَيْرَ وَأَدِّبُوهُمْ "[377]

"اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھلائیاں سکھاؤ اور انہیں اچھا ادب دو۔"

b) مدرسے/اسکول کا دور یا چھ سال سے چودہ سال تک

عمر کے اس حصے کو لڑکپن کہا جاتا ہے۔ یہ مرحلہ بچے کی تربیت کے لیے بہت اہم ہے۔ زندگی مختلف امتحانات کا سامنا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ عمر کا یہ حصہ رکھا ہے کہ جس میں زندگی سے متعلق بنیادی سوالات کے جوابات بچے کو ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ."[378]

---

376 اسلامی تعلیم وتربیت، عبد الوہاب حجازی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2014 صفحہ: 22

377 صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعہ فی القری والمدن، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 552/1، حدیث: 893

378 سنن ابی داؤد، باب متی یومر غلام بالصلاۃ، دار السلام ریاض، سن اشاعت 1427ھ، 401/1، حدیث: 495

اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز نہ پڑھنے پر)اسے مارو، اور (دس سال کی عمر میں) انہیں الگ الگ سلایا کرو۔

c) دورِ شباب: پندرہ سے پچیس سال تک

یہ وہ دور ہے کہ جس دور کے لوگوں کو قوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں نوجوانوں کے اندر خیر کے جذبات بھی اپنے عروج پر ہوتے ہیں اور ماحول میں موجود شر کے دروازے بھی اپنی طرف شدت سے بلا رہے ہوتے ہیں۔ یہ دور شخصیت کے میں نکھار لانے کا ہوتا ہے اور نفسانی خواہشات کو دبا کر ایک با مقصد اور با کردار انسان بنانے کا ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ."[379]

”سات خوش نصیب ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اُس (قیامت کے) دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا:

i. انصاف کرنے والا حکمران
ii. وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری
iii. وہ آدمی جس کا دل مسجد میں ہی لگا رہتا ہے
iv. وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کریں، اسی کی خاطر ملیں اور اسی کی خاطر جدا ہوں
v. جسے عہدے والی عورت گناہ کے لیے بلائے اور وہ اللہ کا خوف کرتے ہوئے انکار کر دے۔
vi. وہ آدمی جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کے صدقے کے علم نہیں ہوتا۔
vii. وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں۔“

---

379 صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 158/2، حدیث: 1423

اس حدیث میں جن سات خوش نصیب لوگوں کا ذکر ہے ان میں خصوصاً اس نوجوان کا ذکر کیا گیا ہے جس نے جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو۔ درحقیقت جوانی کی عبادت اللہ کے نزدیک بہت اہمیت کی حامل ہے جب ہی اللہ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ ان تینوں مراحل کے مطابق بچوں کی تربیت بھی ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی اگر کمی رہ جائے تو بچے کے کردار پر اس کے گہرے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

ذوالفقار احمد نقشبندی بچوں پر ماں کے اثر سے متعلق لکھتے ہیں:

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے نیک سیرت ہوں، دیندار ہوں تو بیوی کا دیندار ہونا بہت ضروری ہے۔ خاوند خود جتنا بھی نیک ہو لیکن بچوں نے ماں کا ہی اثر لینا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بچوں نے رہنا ہر وقت ماں کے پاس ہوتا ہے۔ خاوند بچوں کو نصیحت کرے گا، نیکی کی تلقین کرے گا، لیکن جیسے ہی نصیحت کر کے اٹھے گا۔ اس کے پیچھے ماں بچوں کو ایک بات کرے گی کہ تمہارے باپ کا تو دماغ خراب ہے۔ اس کی یہ ایک بات شوہر کی ساری محنت پر پانی پھیر دے گی۔ بچے کہیں گے کہ امی بالکل ٹھیک کہتی ہیں، باپ کا دماغ خراب ہے۔ بچوں پر ہمیشہ باپ کی نسبت ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔"[380]

ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین کی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ ان کا بچوں کی تربیت کے معاملے میں ایک سوچ رکھنا ضروری ہے۔ بنیاد دراصل والدین کی زندگی، نظریات، معاملات اور رویوں سے بچوں میں منتقل ہو گی

2) بہت زیادہ سکرین کے سامنے بیٹھنا

اگرچہ بچے سکرین کے سامنے بیٹھ کر والدین کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں لیکن ان کا زیادہ ٹی وی سکرین کے سامنے بیٹھنا بھی درست نہیں ہے۔ عصرِ حاضر میں پہلے کی طرح ٹی وی کے سامنے بیٹھنے کا وقت مقرر کرنا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ اب پوری دنیا ہی سکرین سے بھر چکی ہے۔ ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی کسی نہ کسی کام سے الیکٹرانکس کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔ بچوں کو الیکٹرانکس کے نقصانات سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ والدین خود ان الیکٹرانکس کو سیکھیں اور ہر نئی آنے والی ایپ جو معاشرے میں عام ہوتی جائے اس کے متعلق آگاہی حاصل کریں اور ساتھ ساتھ بچوں سے بھی ان کی استعمال کی جانے والی ایپس کے بارے میں پوچھیں۔ اس سے بچے اور والدین کے درمیان تعلق بھی مضبوط ہو گا اور ان کی آپس کی گفتگو میں والدین بھی

---

[380] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، مکتبہ الفقیر فیصل آباد، 2009ء صفحہ: 48

الیکٹرانکس کے مثبت اور منفی پہلو اپنے بچوں کے سامنے رکھیں گے۔ یہ تربیت کا بھی انداز ہے اور والدین اور بچوں کے تعلق کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بھی۔[381]

مندرجہ ذیل کچھ اصول اگر بنا لیے جائیں تو اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے

a) گھر میں الیکٹرانکس کے استعمال کو صرف ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے اور جب سب گھر کے افراد مل بیٹھے ہوں تو موبائلز اور دیگر آلات کو ایک طرف کر کے رکھ دیا جائے

b) والدین بچوں کو ان کی عمر کے مطابق مواد دیکھنے کو دیں اور ٹی وی پر یا انٹرنیٹ پر خاص توجہ رکھیں کہ کوئی شے ان کی عمر سے زیادہ کے لوگوں کی بھی وہ نہ دیکھیں اور اللہ کی نافرمانی بھی اس میں نہ ہوتی ہو۔

c) والدین ہر قسم کے پاس ورڈز اپنے پاس رکھیں اور وقتاً فوقتاً بچوں کی الیکٹرانکس کو تنقیدی نظر سے دیکھتے رہیں۔

d) الیکٹرانکس کے علاوہ دیگر تفریحی سرگرمیوں کی طرف بچوں کو توجہ بھی دلائیں اور ان پر ان کی حوصلہ افضائی بھی کریں۔

"إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ".[382]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم بچوں سے بھی دل لگی کرتے، یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر نامی سے (مزاحاً) فرماتے «يا أبا عمير ما فعل النغير.» ”اے ابو عمیر! تیری نغیر نامی چڑیا تو بخیر ہے؟“

e) ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائلز کو بچوں کے کمروں میں نہ رکھیں بلکہ گھر کی اس جگہ رکھیں جہاں آتے جاتے ان پر نظر رکھی جا سکے۔

Generation Gap (3

Generation Gap کو مختلف انداز میں بیان کیا جاتا ہے

Merrium – Webster میں اس کو ایسے کہا گیا ہے:

> "The differences in opinions, values, etc., between younger people and older people"[383]

---

[381] Twenge JM, Campbell WK. Associations between screen time and lower psychological well-being among children and adolescents: Evidence from a population-based study. Prev Med Rep. 2018;12:271-283.

[382] صحيح البخاري: کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، دار السلام ریاض، 1434ھ، جلد 5/639، حدیث: 6129

[383] https://www.merriam-webster.com/dictionary/generation%20gap, Accessed: 14/2/2020

"نوجوانوں اور بوڑھے لوگوں کے مابین رائے، اقدار وغیرہ میں فرق۔"

یہ مختصر انداز میں بات سمجھادی گئی ہے۔ در حقیقت مختلف نسلوں میں نظریات، سوچ، رہن سہن، خیالات اور پسند و ناپسند میں تبدیلی رونماہوتی محسوس کی جاتی ہے۔ آج کے دور کے نوجوانوں کو جس قدر الیکٹرانکس کا استعمال کرتے دیکھتے ہیں وہ ہمیں اپنے والدین کے دور کے نوجوانوں میں نہیں ملتا۔ پہلے کے دور کے لوگوں کا جس قدر مطالعہ زیادہ تھا آج کے دور میں ہمیں اس کو جگہ مشاہدہ ملتا ہے۔ اس سے رونما ہونے والے مختلف مسائل اور اثرات پر پچھلے ابواب میں بات ہو چکی ہے۔ والدین اور بچوں کے تناظر میں ہونے والے ان مسائل کے حل پر بات یہاں کرنا مقصود ہے۔

Generation Gap سے متعلق ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں جنریشن گیپ کے مسائل کا حل دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکالا گیا ہے کہ

> "مختلف حالات، ثقافتوں اور تجربے کی وجہ سے، اس کی مختلف اقسام کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ ہر نسل مختلف قسم کی صلاحیتوں، اقدار، طاقتوں اور کمزوریوں کو حاصل کرتی ہے۔ دوسری نسل کی شخصیت کے لوگوں کا احترام کریں، دوسری نسل کے لوگوں سے طاقت اور مہارت سیکھتے رہیں۔ ایسی چیزوں پر رعایت والا معاملہ کرنا ضروری ہے کہ جس میں کوئی بھی نسل دوسری نسل کی نسبت کمزور ہو۔ پرانی نسل اور نوجوان نسل کے مابین نسل کے فرق کو کم کرنے کا یہ سب سے مؤثر طریقہ ہے۔"[384]

Generation Gap کو بالکل ختم کرنا ممکن نہیں۔ البتہ دو نسلوں کے درمیان کے فرق کو کم کرنے کی کسی حد تک کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

a) بچوں اور والدین کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین بچوں کی غلطیوں پر درگزر کریں۔ ایک حدیث میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ

"عَنْ عَائِشَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَضَعَ صَبِيًّا فِي حَجْرِهِ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ۔"[385]

> "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو گود میں لے کر اس کی تحنیک فرمائی (اس سے لاڈ پیار کیا) تو اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ پس آپ نے پانی منگوا کر اس پر بہادیا۔"

---

[384] Choong Yong Heng 1, Rashad Yazdanifard ,Generation Gap; Is There any Solid Solution? From Human Relation Point of View, International Journal of Economy, Management and Social Sciences, 2(10) October 2013, Pages: 837-840

[385] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: وضع الصبی فی الحجر، ناشر: دارالسلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 586/5، حدیث نمبر: 6002

b) ہر وقت وعظ کے بجائے کبھی کتابیں پڑھیے اور پڑھائیے، کہانیاں اور واقعات سنائیں اور سنیے، مختلف موضوعات پر ان سے رائے لیجیے، مکالمہ کیجیے، جو چیزیں نئی ہیں، ان سے کہیے مجھے بھی سکھاؤ۔ انہیں اعتماد ملے گا کہ آپ ان کو بے کار ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کی صلاحیتوں کی قدر کرتے ہیں

c) ضروری نہیں کہ ہر ملاقات کا موضوع مذہب یا اخلاق ہی ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو۔ سائنس، کھیل، سماجیات، سیاست، ادب، انسانی جذبات اور انسانی زندگی کے مختلف حالات پر گفتگو کیجے اور انہیں بھی مدعو کیجیے۔

d) بٹھا کر کیے گئے وعظ کے مقابلے میں نوجوانوں کو عملی کام میں مزہ آتا ہے۔ انہیں باہر لے جائیے۔ سوکر یا کرکٹ کھیلیں، متواتر فلاحی و سماجی سرگرمیاں رکھیں اور اس دوران سیکھنے سکھانے کے مواقع کو استعمال کریں۔ سفر کرنے، باہر گھومنے پھرنے، کام کرنے سے اجنبیت کی دیواریں گرتی ہیں، تعلق استوار ہوتا ہے، اس دوران انسان بہت کچھ سیکھتا ہے۔ آپ خیمہ لگانے اور آگ جلانے پر کتنی ہی کلاسیں کروالیں، جب تک انہیں ایک بار کیمپنگ کے لیے نہیں لے جائیں گے، وہ کبھی نہیں جان پائیں گے کہ یہ کرتے کیسے ہیں؟

e) الفاظ سے زیادہ عمل، محبت اور شفقت تربیت کرتی ہے۔ نوجوانوں کے لیے ناصح کے بجائے ایک محبت کرنے والا دوست اور ساتھی بنیے۔

الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ، يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ".

براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کاندھے مبارک پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے "اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔"[386]

f) ان کے پسندیدہ کرداروں یا مشغلوں پر گفتگو

مبشر نذیر Generation Gap کا حل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شروع ہی سے بچوں سے دوستی کا تعلق قائم کیا جائے۔ ان کے جذبات شیئر کئے جائیں، ان کی باتوں میں دلچسپی لی جائے، ان کے ساتھ کھیلا جائے، ان کی تعلیم میں ان کی مدد کی جائے۔ والدین کو چاہیئے کہ وہ بچوں کو اتنا اعتماد دیں کہ وہ اپنے دل کی بات بلا جھجک ان سے شیئر کر سکیں۔ بچوں کے دل میں والدین کا خوف ڈنڈے کے ڈر کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ ایک اچھے دوست کے چھوٹ جانے کا خوف کی طرح ہونا چاہیئے۔ جن گھرانوں میں

---

[386] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ص، باب مناقب الحسن والحسین رض، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 760/3، حدیث: 3749

والدین اور بچوں میں اعتماد اور دوستی کا رشتہ قائم ہے، وہ گھر جنت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو والدین اپنے بچوں سے بے توجہی کا رویہ اختیار کرتے ہیں، ان کے بچے Generation Gap کا شکار ہو کر ان سے دور ہو جاتے ہیں۔"[387]

بچوں کو اپنے قریب کرنے کے لیے ان سے قریب ہونا ہوتا ہے۔ ان سے باتیں کی جائیں۔ ان کی باتیں سنی جائیں۔ ان کے احساسات کو سمجھا جائے۔ ایسے ایک تعلق قائم ہو گا۔ اس طرح وہ خود بڑھ کر اپنی باتیں کریں گے اور جنریشن گیپ کم ہوتا جائے گا۔

4) انٹرنیٹ اور بچے

بنیادی طور پر بچوں کو والدین کی توجہ کی ضرورت ہے۔ انٹرنیٹ، میڈیا، گیمز ایسے مسائل نہیں کہ جن کا حل نکالنا والدین کے بس میں نہ ہوں۔ عموماً اولاد اور والدین کا تعلق کمزور ہونے اور تربیت میں کسی کمی رہ جانے کی بنا پر بچے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ عصر حاضر میں والدین اور بچوں کے درمیان گزرا وقت کم ہو گیا ہے۔ نتیجۃً بچوں کی رسائی الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیٹ اور سیل فون سے زیادہ ہو گئی ہے۔ ان کے لیے گھر میں بھی تفریح کے ذرائع اب یہی بنتے جا رہے ہیں اور گھر سے باہر دوست احباب میں بھی ایسی گفتگو ہو کرنے کو ملتی ہے۔ اس دوری کو کم کرنے کی ضرورت ہے جس میں سب سے پہلے والدین اور بچوں کے تعلق کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں ملتا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ ان کے انداز میں بھی کھیلا کرتے تھے۔

عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: "عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي، وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ".[388]

محمود بن الربیع سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کلی فرمائی، اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

درحقیقت بچوں کو بڑوں کی بات تب زیادہ اچھی سمجھ آتی ہے جب ان سے ان کی دلچسپیوں کے بارے میں بات بھی کی جائے۔ ان کے ساتھ ان کے انداز میں کھیلا بھی جائے اور ان سے اپنے تعلق کو مضبوط کیا جائے۔ اس حدیث کی تشریح میں ڈاکٹر عبد الکبیر محسن لکھتے ہیں:

---

[387] https://www.mubashirnazir.org/ER/S0016-Generation%20Gap.htm

[388] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 129/1، حدیث: 77

"آنحضور علیہ السلام بچوں کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ فرماتے، ان کے ساتھ لاڈو پیار فرماتے، اس طرح سے ان کے لیے برکت کے حصول کا باعث بنتے تھے۔ محمود ربیع کی عمر اس وقت پانچ برس تھی۔ اس سے استدلال کیا کہ اگر بچہ سمجھنے اور شعور کی صلاحیت کرتا ہے تو تحمّلِ علم کے لیے بلوغت کی شرط نہیں۔"[389]

بچوں کو در حقیقت توجہ چاہیے۔ وہ اگر ان کو والدین سے اچھے دوستوں سے، بزرگوں سے ملے گی تو ان کی شخصیت میں بہتری واقع ہونے لگے گی۔ زندگی میں اچھے برے کی تمیز کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے گا۔ انٹرنیٹ پر صحیح غلط کی پہچان ان کو ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر ان سے توجہ ہٹالی گئی تو پھر ہر قسم کی برائی کا وہ شکار ہوتے جائیں گے۔

Single Parent (5

یہ مسئلہ اپنے نام میں ہی اپنا حل پیش کر رہا ہے Single Parent کا وجود ہی شادیوں کی ناکامی اور طلاق و خلع میں اضافے سے ہو رہا ہے۔ بنیادی طور پر تو مسئلے کو پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ ان اسباب پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جس کی وجہ سے اچھی بھلی ازدواجی زندگیاں ناکام ہو رہی ہیں۔ Single Parenting کے مسائل کا حل دینے سے پہلے سنگل پیرینٹنگ کا مسئلہ حل ہونا ضروری ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ طلاق کو پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جو ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنی بیویوں سے ایلا کر لیتے ہیں۔[390]

ان کے رجوع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ "اور اگر طلاق کا ہی قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔" اور ان کے عزم طلاق پر یہ ارشاد فرمانا :فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے طلاق کا عزم کرنا پسند نہیں فرماتا۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اور جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ طلاق میں کیا قباحتیں ہیں یعنی اس سے عورت کا دل ٹوٹتا ہے اور اگر بچے ہوں تو خاندان بکھر جاتا ہے (اور جو چیز طلاق کی طرف لے جاتی ہے) اس سے نکاح (پر مرتب ہونے والی) مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں لہٰذا اس بنا پر طلاق اصلاً مکروہ ہو گی۔"[391]

طلاق ایک جائز راستہ ضرور ہے لیکن پسندیدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کے تعلقات کو بہتر کرنے اور مسائل کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔ اول سے آخر تک اسلامی تعلیمات کے مطابق رشتوں کو قائم کرنے پر زور دیا جائے اور زندگی کے ہر ایک لمحہ میں کتاب و سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس کے علاوہ معاشرے میں ازدواجی زندگی کے نفسیاتی

---

[389] توفیق الباری شرح صحیح بخاری، پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن،: کتاب العلم مکتبہ قدوسیہ لاہور، سن اشاعت: 2007، 160/2

[390] سورۃ البقرۃ: 226-227

[391] عورتوں کے لیے صرف ،ناشر: مکتبہ بیت السلام الریاض، ترجمہ: حافظ عبداللہ سلیم، صفحہ نمبر: 469

مسائل، سماجی مسائل اور دیگر مسائل کو حل کرنے کی رہنمائی سے متعلق تربیتی نشستوں کو منعقد کرنے کی ضرورت ہے جس میں شادی شدہ زندگی کے متعلق ہر پہلو پر عوام الناس کو تربیت دی جائے۔اس کے ساتھ ساتھ ایسے مراکز قائم کیے جائیں جہاں شادی شدہ جوڑوں کی کانسلنگ کا انتظام ہو۔

6) ازدواجی زندگی میں پہلے بچے کی آمد کے بعد شوہر اور بیوی کے درمیان آنے والے فرق

میاں بیوی کو جس طرح دیگر امور میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہے ویسے ہی اپنے تعلق میں پیدا ہونے والے مسائل کو بھی مل کر حل کرنا ہے۔پہلے بچے کی آمد سے پہلے ان کے درمیان اختلافات بھی نسبتاً کم ہوتے ہیں اور دونوں کے پاس ایک دوسرے کے لیے وقت بھی ہوتا ہے جبکہ پہلے بچے کی آمد کے بعد چھوٹے چھوٹے امور میں اختلافات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اور مل بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے کا وقت بھی کم ہو جاتا ہے۔خصوصاً میاں بیوی کے درمیان پہلے جیسا مخصوص تعلق برقرار نہیں رہتا جس کے اثرات نفسیاتی طور بھی پڑتے ہیں۔ڈاکٹر گوٹمین نے اس سلسلے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں چھ مرحلوں میں اس مسئلے کا حل تجویز کیا ہے وہ چھ مرحلے یہ ہیں:

a) میاں بیوی یوں سمجھیں کہ وہ سب ایک ہی مسئلے میں ہیں۔
b) اپنے بچے کو وقت دینے میں خوشی محسوس کریں۔
c) اپنے تنازعات کو ٹھنڈا کریں۔
d) ایک مضبوط دوستی اور غیرت کے نام پر جنسی زندگی استوار کر کے ایک دوسرے کو پسند کریں۔اپنے آپس کے تعلق کو ایک دوستی کا سا انداز دیں اور ایک مضبوط جنسی زندگی گزاریں۔
e) شوہر اپنے آپ کی والد کے درجے پر رکھ کر بچے کے ساتھ کھیلے اور بیوی اور بچے کے درمیان گھل مل کر رہے
f) اپنی اس وراثت پر خوب توجہ دیں اور اس کی آرائش میں وقت گزاریں۔[392]

بچے کی آمد اللہ کی طرف سے نعمت ورحمت ہے۔اس کی آمد سے زوجین کے درمیان کے رشتے میں بہتری آسکتی ہے۔محبت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔گھر کے ماحول میں ایک خوشی کا سما پیدا ہوتا ہے۔صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی آمد سے روزمرہ کی زندگی جو تبدیلی واقع ہو اس کو تسلیم کیا جائے اور اس کی آمد کو نعمت سمجھ کر قبول کیا جائے۔

---

[392] Gottman, John M, and baby makes three: the six-step plan for preserving marital intimacy and rekindling romance after baby arrives, Crown Publishers, New York, 2007, Page 10

الغرض اولاد کے مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ ان مسائل کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھا جائے۔اس کے ساتھ اہل علم سے اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے رہنمائی کی بھی اجازت ہے۔ خصوصاًاولاد کر تربیت ان کی عمر کے ادوار کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے۔جدید ٹیکنالوجی کا استعمال بھی کیا جائے لیکن اس منفی اثرات کو سمجھا جائے اور اس سے بچا جائے۔ عصر حاضر میں جنریشن گیپ کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین اور بچوں کا وقت ساتھ گزرے اور والدین جدید دور کی ضروریات ومشکلات کو سمجھیں۔

فصل چہارم:

زوجین کے معاشی مسائل کا حل

فصل چہارم: زوجین کے معاشی مسائل کا حل

ایک رشتے میں اگر مالی معاملات پر اختلافات جنم لینے لگیں تو وہ رشتہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اعتماد میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ اختلافات کو نوعیت اس حد تک ہو جاتی ہے کہ وہ رشتہ چند لمحوں میں رشتہ نہیں رہتا۔ یہ معاملہ اگر زوجین کے درمیان دیکھنے کو ملے تو ان کا ساتھ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر معاشی تنگی کسی صورت میں بھی آئے تو یہ اختلافات اور پریشانیوں کا باعث ہیں۔ ان کے حل کے لیے اقدامات کی ضرورت ہے۔

1) حق مہر

مہر ایک ایسا حق ہے جو شریعت اسلامیہ نے عورت کے لیے فرض کیا ہے، تاکہ وہ اس عورت میں مرد کی رغبت کی تعبیر ثابت ہو، اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحۡلَةٗ﴾[393]

"اور عوتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔"

اس کا یہ معنی نہیں کہ عورت کو ایک سامان تجارت شمار کر لیا جائے کہ وہ فروخت ہونے لگے، بلکہ یہ مہر تو عزت اعزاز کا نشان ہے، اور شادی کے عزم اور حقوق کی ادائیگی اور مشقت برداشت کرنے کی دلیل ہے۔ شریعت مطہرہ نے کوئی ایسی مقدار متعین نہیں کی جس سے مہر تجاوز نہ کر سکتا ہو، لیکن اس کے باوجود شریعت مطہرہ نے مہر کم رکھنے اور اس میں آسانی پیدا کرنے کی رغبت دلائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ"[394]

"سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو آسان ہو۔"

---

[393] سورۃ النساء 4:4

[394] سنن ابی داود، باب: ایک شخص نے نکاح کیا مہر مقرر نہیں کی اور مر گیا۔ اس کے حکم کا بیان، جلد 2 حدیث نمبر 2117

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس مہر میں دینے کو کچھ نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَلَمْ يَجِدْ، فَقَالَ: أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: "نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا"[395]

"کچھ تو تلاش کرو، ایک لوہے کی انگوٹھی ہی سہی! اسے وہ بھی نہیں ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا تمہارے پاس کچھ قرآن مجید ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فلاں فلاں سورتیں ہیں، ان سورتوں کا انہوں نے نام لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے ان سورتوں کے کے بدلے کیا جو تم کو یاد ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے مہر کے معاملے میں ایک اعلی مثال قائم کی حتی کہ معاشرے میں امور کے حقائق کا رسوخ پیدا ہو جائے، اور لوگوں میں معاملات میں آسانی و سہولت عام ہو جائے.

سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا:

"تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنِ بِي، قَالَ: أَعْطِهَا شَيْئًا، قُلْتُ: مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ، قَالَ: فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ ؟ قُلْتُ: هِيَ عِنْدِي، قَالَ: فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ"[396]

"میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے رخصتی دے دیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ دو، میں نے عرض کیا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے. چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ تیری حطمی درع کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: " وہ میرے پاس ہی ہے، آپ نے فرمایا: اسے وہی درع ہی دے دو"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اہل جنت کی عورتوں کی سردار کا مہر تو یہ تھا.

جو اس بات کی دلیل اور تاکید کرتا ہے کہ دین اسلام میں فی ذاتہ مہر مقصود نہیں.

---

[395] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب السلطۃ ولی، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 139/5، حدیث: 5135

[396] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامراتہ قبل ان ینقدھا شیئا، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1427ھ، 626/2، حدیث: 2125

اور ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں مہر کم ہونے کے دلائل پر کچھ احادیث بیان کی ہیں اور اس کی کم از کم حد متعین نہیں اس کے بعد کہتے ہیں:

"یہ احادیث اس کو متضمن ہیں کہ کم از کم مہر کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔۔۔اور مہر میں زیادتی اور مبالغہ کرنا مکروہ ہے اور یہ قلت برکت اور قلت عمر کا باعث ہے"[397]

اس سے یہ واضح ہوا کہ اب لوگ جو کر رہے ہیں اور مہر زیادہ کرتے اور مبالغہ کرتے ہیں یہ شریعیت کے مخالف ہے اور مہر کم رکھنے اور اس میں مبالغہ نہ کرنے کی حکمت واضح ہے وہ یہ کہ لوگوں کے لیے شادی کرنا آسان ہو تاکہ وہ شادی کرنا ترک نہ کر دیں، اور اخلاقی اور معاشرتی برائیوں میں نہ پڑ جائیں۔

دوسری جانب مہر کو معاف کروانا بھی صحیح نہیں۔ یہ عورت کا حق ہے جو اس کی مرضی سے معاف ہو سکتا ہے لیکن کوئی اسے معاف کرنے کا کہہ نہیں سکتا۔ تیسری کوتاہی یہ کی جارہی ہے کہ موخر کر دیا جاتا ہے لیکن دیا نہیں جاتا۔ موخر صرف تب تک کیا جاسکتا ہے کہ جب تک کی مدت کا اقرار کیا ہو یا ادا کرنا ممکن نہ ہوا۔[398] بہتر اس کو فوراً ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔

2) اولاد کی پرورش

بچوں کی تعلیم عصرِ حاضر میں ہر ایک کے لیے مہیا کرنا ممکن نہیں رہا۔ ایک معیاری اسکول کا انتخاب ہر والدین کی کوشش ہے لیکن بڑھتی مہنگائی کے دور میں جہاں اور اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں اسکولوں کی فیس اور دیگر اخراجات میں بھی ویسے ہی اضافہ ہو گیا ہے۔ ایسے حالات میں کئی والدین نے تو اپنے بچوں کو اسکولوں سے اٹھا کر کسی نہ کسی روزگار پر لگا دیا ہے یا پھر انتہائی نچلے درجے کے اسکولوں سے مجبوراً تعلیم دینے پر مجبور ہیں۔

معاشی مسائل کی بنا پر اسکولوں سے ہٹ کر اب ایک طریقہ تعلیم عام ہوتا جارہا ہے کہ گھر میں ہی بنیادی تعلیم دی جائے۔ مغرب میں اس کو homeschooling[399] کہا جاتا ہے اور وہاں وزارتِ تعلیم homeschooling کے لیے نصاب بھی مختص کر چکی ہے تاکہ جو بچے اسکول کسی بنا پر نہیں آسکتے ان کو گھر میں والدین کی نگرانی میں تعلیم مل سکے۔[400]

---

[397] حافظ ابن قیم، زاد المعاد، مترجم: رئیس احمد جعفری، ناشر: نفیس اکیڈمی لاہور، 1990ء، 745/2

[398] حافظ عبد الستار حماد، فتاوٰی اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2009، 431/2

[399] مروجہ اسکول کے تعلیمی نظام سے ہٹ کر گھر میں اسکول کا نصاب پڑھانا

[400] https://hslda.org/content/about/

اگرچہ اس نظامِ تعلیم میں بہت سی کمی ہے لیکن ایسے لوگوں کے لیے راستہ نکالا گیا ہے جو بچوں کو علم دینا چاہتے ہیں اور وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اسکول نہیں بھیجتے۔

اس کے علاوہ وہاں تعلیمی اخراجات پر مزید توجہ دی جارہی ہے کہ ان کی قوم تعلیمی میدان میں آگے بڑے۔امریکہ اپنے کل بجٹ کا 25 فیصد تعلیم پر خرچ کرتا ہے جبکہ ہمارے ملک کا تعلیمی بجٹ سال 2018-2019 میں صرف 2اشاریہ 4 فیصد تھا۔[401] اس معاملے میں حکومت اگر تعلیم کے بجٹ میں مناسب رقم خرچ نہیں کرے گی تو اگلی نسلیں ہماری تعلیم کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

3) عورت کا نوکری کرنا

اصولی طور پر تو یہ ہے کہ عورت اپنے گھر میں ہی رہے اور گھر سے باہر ضرورت کے وقت ہی جائے، فرمانِ باری تعالی ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾[402]

ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔"

یہ حکم اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلیے ہے لیکن تمام مومنوں کی بیویاں بھی اس حکم میں ان کے ماتحت ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب اس لیے کیا ہے کہ ان کی شان اور قدر و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بہت بلند ہے اور تمام امہات المؤمنین دیگر مومنوں کی بیویوں کیلیے نمونہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"المرأةُ عورةٌ فإذا خرَجتْ استشرَفها الشَّيطانُ وأقرَبُ ما تكونُ مِن ربِّها إذا هي في قعرِ بيتِها"[403]

"خاتون چھپانے کی چیز ہے، جب خاتون گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاڑتا ہے، اور عورت اللہ تعالی کے قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندرونی حصے میں ہو۔"

---

401 Tahir Amin, Allocation for education, services reduced by 20.5pc, Business Recorder, June 12, 2019,Budget Page:14

402 سورۃ الاحزاب 33:33

403 صحیح ابن حبان، محمد بن حبان، باب ذکر الامر للمراۃ بلزوم قعر بیتھا لان ذلک خیر لھا عند اللہ حل وعلا، شبیر برادرز لاہور، جون 2014، 542/6، حدیث:5599

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے متعلق فرمایا:

"لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ"[404]

"تم اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو، البتہ ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔"

جہاں تک عورت کیلیے ملازمت کی خاطر گھر سے نکلنا ہے تو وہ جائز ہے، لیکن اس کے کچھ اصول وضوابط ہیں اگر یہ موجود ہوں تو عورت کیلیے کام کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہوگا۔ شیخ محمد صالح المنجد کی نگرانی میں اس سے متعلق ایک فتویٰ میں کچھ بنیادی اصول بیان کے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

-عورت کو کام کرنے کی ضرورت ہو، اور اپنی ضروریات پوری کرنے کیلیے ملازمت کو آمدن کا ذریعہ بنائے۔

-کام ایسا ہو جو جسم، تخلیق، اور مزاج ہر اعتبار سے صنف نازک کے ساتھ میل رکھتا ہو، مثلاً: طب، نرسنگ، تدریس، سلائی کڑھائی وغیرہ۔

a. ملازمت کی جگہ صرف خواتین کام کرتی ہوں، وہاں پر اجنبی لوگوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

b. کام کے دوران عورت شرعی حجاب کا مکمل اہتمام کرے۔

c. کام کی وجہ سے بغیر محرم کے سفر کرنا نہ پڑے۔

d. کام کیلیے جاتے ہوئے کسی حرام کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، مثلاً: ڈرائیور کے ساتھ تنہا سفر کرنا، اجنبی مردوں تک پہنچنے والی خوشبو لگانا وغیرہ۔

-ملازمت کی وجہ سے ضروری امور میں خلل پیدا نہ ہو، مثلاً: گھر کی دیکھ بھال، شوہر اور اولاد کی ضروریات وقت پر پوری کرنا۔[405]

گھریلو زندگی اور عصر حاضر میں خصوصاً دیکھنے کو ملا ہے کہ عورت اپنے کیریئر کے حصول کی خاطر نوکری کرنے کی خواہش مند ہوتی ہے جبکہ بلا ضرورت عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ایسے میں مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی خواتین کو اسلامی جماعتوں اور اداروں کے حلقہء خواتین سے متعارف کروائے۔ خاتون اپنی صلاحیتیں اور کیریئر کی خواہش وہاں پوری کر سکے۔ وہ دوسری خواتین سے ملتی رہے گی تو مختلف روزمرہ کی گفتگو سے اپنے مسائل بھی حل کرنے کے طریقے سیکھے گی اور ان

---

404 سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، دار السلام ریاض، 1427ھ، 454/1، حدیث: 567

405 فتاویٰ اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2015، 467/4

کے ساتھ مل کر ایک اسلامی ادارے کی رہنمائی میں کچھ تخلیقی کام کر سکے گی۔ اس کے علاوہ بہت سے ادارے اس وقت ایسی محفلیں منعقد کر رہے ہیں کہ جن میں خواتین اور بچوں کے لیے علیحدہ انتظام موجود ہوتا ہے اور اس میں علمی ماحول بھی مہیا کرتے ہیں اور جائز تفریح کا سامان بھی پیش کرتے ہیں۔ایسی محفلوں میں بھی لے جایا جائے اور ایسے اداروں کے ساتھ کام کرنے کے لیے بھی عورت کو ایک خاص حد تک اجازت دے جائے تو امید ہے کہ عورت کو اپنی صلاحیتوں کو مثبت انداز میں استعمال کرنے کا موقع ملے گا۔

4) مشترکہ خاندانی نظام اور مالی معاملات کا حل

مالی اعتبار سے جتنے بھی مسائل مشترکہ خاندانی نظام میں آتے ہیں اس کے لیے حل صرف علیحدہ خاندانی نظام ہے یا کم از کم ایک عمارت میں اپنے ذاتی مالی نظام کو الگ کرنا اور ایک دوسرے کے معاملات میں بلا وجہ دخل اندازی سے گریز کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی جب شادی ہوئی تو مالی حالات کمزور ہونے کے باعث آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ذاتی مکان نہیں تھا تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان خالی کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو بطور اعانت سپرد کر دیا۔[406]

اس روایت سے دو باتیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشترکہ خاندانی نظام کا طریقہ ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کو الگ مکان میں ہی جگہ دی گئی۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی نوجوان شادی کرنا چاہے اور اس کے وسائل محدود ہوں تو معاشرے میں رہنے والے مخیر حضرات کی اس کی اعانت کے لیے بڑھنا چاہیے۔

5) قرض، ملکی حالات اور انفلیشن[407] [Inflation]

اسلام نے ہمیں کسی معاملے میں بھی حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے۔مالی معاملات ہیں بھی یہی تعلیمات ملتی ہیں کہ اعتدال کی راہ اختیار کی جائے اور ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے بچا جائے۔قرآن پاک میں مومنین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :

"وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا"[408]

---

[406] ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر بیروت، س ن، 22/8

[407] کسی معیشت میں موجود اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کو زری معاشیات میں انفلیشن کہا جاتا ہے

[408] سورۃ الفرقان 67:25

ترجمہ: "اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اخراجات اور ضروریات کو اپنے وسائل کے اندر پورا کرنے کی امکان حد تک کوشش کی جائے اور اول تو قرض کا سہارا لینے سے پہلے ہی اچھے حالات میں کچھ رقم بچانا شروع کی جائے۔ لیکن بالفرض قرض لینے کو نوعیت آ بھی جائے تو حالات بہتر ہوتے ہی اس کو پہلے ادا کیا جائے۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں درج ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ "

اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں گناہ سے اور قرض سے "

تو ایک کہنے والے نے عرض کیا:

آپ قرض سے اتنی کثرت کے ساتھ پناہ کیوں مانگتے ہیں؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ"[409]

"بلاشبہ جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے (یعنی جب قرض لیتا ہے) تو بات چیت میں جھوٹ بولتا ہے، اور وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔"

قرض میں دھکیلنے والی ایک چیز عصرِ حاضر میں بنک کے کریڈٹ کارڈز ہیں جن کے ذریعے پرکشش پیکجز دکھائے جاتے ہیں اور اکاونٹ میں موجود رقم سے زائد خرچ کرنے کی سہولت دی جاتی ہے جسے واپس نہ کر سکنے کی صورت میں سود در سود چڑھتا جاتا ہے۔ کریڈٹ کارڈ سے بہتر ڈیبٹ کارڈ کو سمجھا جاتا ہے اور انسانی نفسیات کے لیے سب سے بہتر کیش کے ذریعے خریداری کو سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کے ہاتھ سے پیسا نکلتا اس کو محسوس ہوتا ہے۔ کریڈٹ کارڈ اور کیش کے استعمال پر Journal

---

[409] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعا قبل الاسلام، دار السلام ریاض، 1433ھ، 526/1، حدیث: 832

of Consumer Researchایک مقالہ شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ غیر صحت مند خوراک کیش کی نسبت کریڈٹ کارڈ کے ذریعے زیادہ خریدی گئی جبکہ صحت بخش خوراک کی خریداری میں دونوں طریقوں کے استعمال سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔[410]

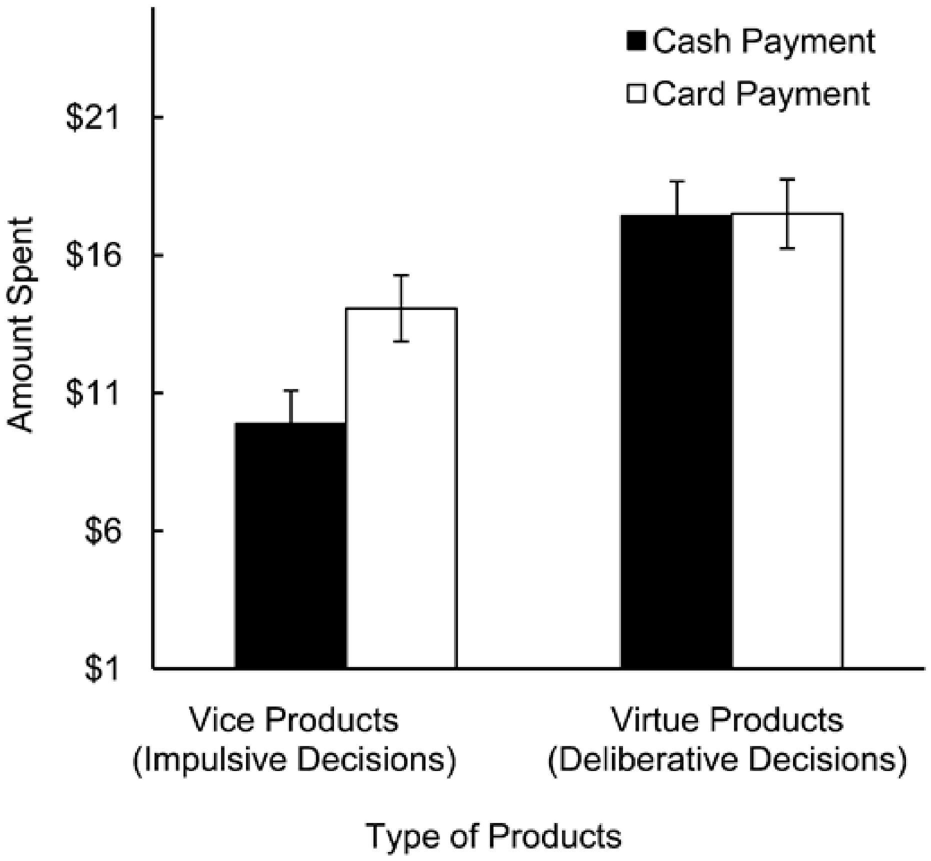

اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے والے لوگ خواہشات کو پورا کرتے وقت کیش کی نصبت کریڈٹ کارڈ سے جلد پیسے خرچ کر بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ماہانہ بجٹ بھی متاثر ہونگے اور وہ قرضوں میں بھی ڈوبتے چلے جائیں گے۔

معاشرہ اس کے سلسلے میں یہ کر سکتا ہے کہ اپنی زکوۃ اور صدقات کی رقم سے ایسے لوگوں جو قرضوں میں پھنسے ہیں ان کو قرض سے نجات دے۔ اس کے ساتھ بے روزگار اور کم امدنی والوں کی مدد کر کے کسی مناسب روزگار کا انتظام کر دے۔ چند افراد مل کر بیواوں، غریبوں، مسکینوں، طلباء کو مہانہ بنیاد پر اتنا عرصہ وضائف فراہم کریں کہ انکوں زندگی میں اپنے پاوں پر کھڑا ہونے کا موقع مل سکے۔

---

410 Manoj Thomas, Kalpesh Kaushik Desai, Satheeshkumar Seenivasan, How Credit Card Payments Increase Unhealthy Food Purchases: Visceral Regulation of Vices, Journal of Consumer Research, Volume 38, Issue 1, 1 June 2011, Pages:126–139

حکومت کا کام سب سے اہم ہے کہ ہر لمحہ عوام کو ریلیف دینے کے لیے سوچے۔ حکومت کو چاہیے کہ

a) ٹیکس کے نظام کی بجائے زکوۃ کے نظام کو متعارف کروائے۔ ٹیکس کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ملک کے ہر شہری کو دینا لازم ہے جبکہ زکوۃ صرف صاحب استطاعت سے لیا جاتا ہے۔اس طرح غریب عوام پر بوجھ کم سے کم ڈلتا ہے اور پیسہ امیر سے غریب تک پہنچتا ہے۔
b) عوام کو صدقہ اور خیرات کرنے کی ترغیب دے۔اس سلسلے میں ہر قسم کے میڈیا کا استعمال کرے اور صدقہ و خیرات سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث شہروں میں جگہ جگہ آویزاں کرے۔
c) سودی نظام سے جلد از جلد نجات کی راہ نکالے تاکہ نہ تو ملکی قرضوں کے ضمن میں سود ادا کرنے پڑیں اور نہ ہی عوام اس کے مسائل میں پھنسے۔
d) آسان قرضوں پر گاڑیاں، دکانیں، زمینیں فراہم کی جائیں
e) انٹرمیڈیٹ تک کی تعلیم مفت اور معیاری اور اعلیٰ تعلیم میں وضائف فراہم کیے جائیں اور اعلیٰ تعلیم کے لیے فیسوں کو کم سے کم رکھا جائے۔

6) معاشی منصوبہ بندی:

خرچ سے متعلق اسلامی تعلیمات کی منصوبہ بندی کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف حلال اور پاک اشیاء استعمال میں لائی جائیں۔ اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں پر خرچ کرے۔نہ حد سے زیادہ خرچ کرکے اسراف کا مرتکب ہو اور نہ بخل و کنجوسی سے کام لے کر تبذیر کی قباحت میں پڑے، بلکہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَٱبۡتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنۡيَاۖ وَأَحۡسِن كَمَآ أَحۡسَنَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ وَلَا تَبۡغِ ٱلۡفَسَادَ فِي ٱلۡأَرۡضِۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُفۡسِدِينَ ﴾[411]

ترجمہ: " اور جو کچھ اللہ تعالی نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

[411] سورۃ القصص77:28

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبیع نخل بنی النضیر و یحبس لاھلہ قوت سنتھم"[412]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر والی کھجوریں فروخت کر کے اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا غلہ رکھ لیتے"۔

دولت کو ناجائز اور فضول کاموں میں خرچ کرنے سے بچے اور دولت کو بے کار پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ اُسے کسی مفید کام میں لگائے تاکہ دولت چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں سمٹنے کے بجائے گردش کرے اور دوسرے لوگ بھی مستفید ہو۔[413] مالی معاملات کو ترتیب دینے کے لیے اس کے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ معاشی دباؤ یا روزمرہ کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کی سمجھ بوجھ کے متعلق علم نہ ہونا، خاص طور پر کم عمر اور کم تعلیم یافتہ جوڑے کے درمیان مالی تنازعہ بڑھنے کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔[414] گھریلو بجٹ کو ترتیب دینے کے لیے کچھ تجاویز درجہ ذیل ہیں۔

a) میاں بیوی مل کر مہینے کا بجٹ بنائیں تاکہ دونوں کو ماہانہ آمدنی اور اخراجات کا علم ہو۔
b) ہر مہینے میں ہونے والے غیر ضروری اخراجات کو کنٹرول کریں۔
c) بچوں کے لیے مخصوص رقم مقرر کریں اور اس مقرر کردہ رقم میں ہی ان کی ضروریات اور تفریح کو ترتیب دیں۔
d) کبھی کبھار بچوں کے ساتھ بیٹھ کر گھریلو اخراجات پر اس طرح تبصرہ کریں کہ ان کو گھر کے اخراجات کا علم ہو اور وہ اپنی خواہشات بیان کرنے سے پہلے والدین کی مشاکل کو بھی سمجھنا شروع کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچپن سے ہی ان کے اندر کم پیسوں میں گزارا کرنے کی تربیت ہو جائے۔
e) غیر ضروری تہواروں سے بچیں۔ خصوصاً غیر اسلامی تہوار سے توجہ ہٹا کر اسلامی تہواروں تک اپنے آپ کو محدود کر لیں۔
f) عبادات میں فرض کو ترجیح دیں۔ جیسے حج فرض ہے اور عمرہ نفل تو پہلے حج کرنے کی کوشش کر جائے۔
g) غیر ضروری آنے جانے اور دعوتوں سے حتی الامکان بچا جائے۔
h) ہر مہینہ کچھ مقدار میں زکوۃ نکالتے رہا جائے تاکہ سال پورا ہونے پر اکٹھی زکوۃ دینا مشکل نہ ہو[415] اور کوشش کی جائے کہ صدقہ بھی نکالا جائے۔

---

412 صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر۔ باب حکم الفیء، ناشر خالد احسان پبلشر، لاہور۔ س۔ن، 29/5، حدیث:4575

413 سورۃ الحشر 7:59

414 Dew, J. P., & Stewart, R. (2012). A financial issue, a relationship issue, or both? Examining the predictors of marital financial conflict. Journal of Financial Therapy,3,43–61.

415 فتاوی اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2015، 190/3

i) باہر کے ریسٹورنٹ سے کھانے لینے کی بجائے گھر میں اچھے کھانے بنائے جائیں۔

j) اپنے مشترکہ مالی معاملات کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کی بجائے مل بیٹھ کر دیکھا جائے اور بات چیت سے حل کیے جائیں۔

7) جہیز کی رسم کا حل

جہیز دراصل عربی زبان کا لفظ ہے جو ج-ہ-ز سے مشتق ہے اور اسکا معنی ہے "تیار کرنا، انتظام کرنا، یعنی سامان سفر تیار کرنا یا کفن کا سامان تیار کرنا یا جہیز کا سامان تیار کرنا۔"[416]

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ﴾[417]

ترجمہ: " جب انہیں ان کا اسباب مہیا کر دیا۔"

اسی طرح حدیث میں ہے کہ

"مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا،۔"[418]

"جس نے کسی مجاہد کا ساز و سامان تیار کر کے دی، اس نے گویا خود جہاد میں حصہ لیا۔"

عرف عام میں جہیز سے مراد وہ سامان اور اثاثہ منزل ہے جو دلہن کی طرف سے دولہا کے ہاں پہنچایا جاتا ہے۔[419] ہمارے ہاں جہیز کے متعلق مشہور حضرت فاطمہ کا جہیز ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیٹیوں کی بھی شادیاں ہوئیں لیکن ان کے متعلق جہیز کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملنے والے سامان کا معاملہ ہے جس کو جہیز کا نام دے کر پیش کیا جاتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے وہ سامان حضرت علی کی ایک زرہ بیچ کر خرید اگیا تھا اور وہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ نے درحقیقت حق مہر کے طور پر دی تھی۔[420]

---

416 لسان العرب، محمد بن مکرم، مادہ جہز، ناشر: دار صادر، بیروت، 1414ھ، 330/5

417 سورۃ یوسف 59:12

418 صحیح بخاری، کتاب الجہاد: باب فضل مین جھز غازیا، ناشر: دار السلام، سن اشاعت ۱۴۳۳ھ، 243/3، حدیث: 2843

419 مبشر حسین لاہوری، ہدیۃ العروس، مبشر اکیڈمی لاہور، جون 2003، ص: 249

420 البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، باب: ماجاء فی تزویج فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جلد ۳، دار لکتب العلمیۃ، بیروت، 1985، صفحہ: 160-161

جہیز کے معاملے میں ایک بات سمجھنے کی ہے کہ جہیز دینے کی رسم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ملتا۔ جہیز کے متعلق یہ ضرور ہے کہ اگر عورت اس کے رشتہ داروں میں سے شادی کے موقع پر کسی قسم کا سامان بطورِ جہیز دینا چاہتا ہے تو اس کے لیے جہیز دینا جائز ہے اور وہ لڑکی کا ذاتی مال ہے وہ مال لڑکے کے گھر والے بلا اجازت استعمال نہیں کر سکتے۔ جہیز کے طور پر اشیاء لانے کی مثال ہمیں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے واقعے میں ملتی ہے۔ کہ نجاشی بادشاہ نے ام المومنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر کے چار ہزار درہم بھی خود دیے اور اس کے علاوہ جہیز کے طور پر بھی اشیاء یا مال دیا۔[421] اس لیے جہیز اگر لڑکی کے گھر والے خوشی سے دینا چاہتے ہیں تو انکو کوئی روک نہیں سکتا۔ دوسری جانب اگر دونوں طرف کے والدین اپنی اولاد کو مشترکہ طور پر بھی سامان باہم رضامندی سے دینا چاہیں تو اس سے بھی اسلام نہیں روکتا ۔ لیکن اگر لڑکے کے والے لڑکی والوں سے جہیز مانگیں اور اس کے لیے دلیل یہ دیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بیٹی کو جہیز دیا تھا اور اس کو رسم بنانا شروع کر دیا جائے اور اس سے بھی بڑھ کر نمود نمائش کی جانے لگے تو اس کے نتائج معاشرے پر پڑتے ہیں۔ غریب کے لیے اس رسم کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے کنواری رہ جاتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ غلط نظریات کو روکا جائے۔ صاحب استطاعت حکمت کے تحت سادگی سے شادیاں کریں تاکہ معاشرے کے لیے مثال قائم ہو کہ جہیز کے بغیر بھی شادیاں ہو سکتی ہیں۔ اس میں حکومت نمود و نمائش اور جہیز کے لین دین پر پابندی لگا کر معاشرے سے اس کے منفی اثرات کو ختم کر سکتی ہے۔

8) اسلامی تعلیمات کی آگاہی

غیر ضروری رسم و رواج کا مسئلہ کسی ایک فرد یا چند افراد کا نہیں پوری قوم کا مسئلہ ہے اور یہ سب کو مل کر حل کرنا ہوگا۔ شادی بیاہ پر ہونے والے اخراجات میں اکثر اسراف اور فضول خرچی دیکھنے کو ملتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر دیکھنا ہو کہ کونسے رسم و رواج منانا جائز ہیں اور کونسے ناجائز، ان کو درج ذیل اصول پر پرکھا جائے گا۔

a) کوئی بھی ایسا تہوار جو دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہو وہ مسلمان کے لیے منانا جائز نہیں
b) کوئی بھی ایسا تہوار جو کفار کے ساتھ خاص ہو یا جس میں کسی قسم کا حرام عمل ہو اس کا منانا جائز نہیں۔
c) ایسا کوئی تہوار منانا جائز نہیں جس کے پیچھے گمراہ کن نظریات اور خیالات ہو۔

---

[421] سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب الصداق، دارالسلام ریاض، 1427ھ، 613/2، حدیث: 2107

d) ایسے تہوار جس میں کوئی عمل جس سے وقت، مال اور دیگر وسائل کا ضیاع ہو جائز نہیں۔[422]

ان اصولوں کے تحت اب اپنے روز مرہ کے تہواروں کو پرکھا جائے۔ جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں ان کو اپنی زندگی سے نکالا جائے۔ پھر جو اسلامی اور جائز تہوار رہ جائیں ان میں بھی اسراف سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

﴿وَلَا تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ﴾[423]

ترجمہ: "اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

الغرض مالی معاملات کا درست ہونا ایک مسلمان کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اگر اس میں خرابی واقع ہونے لگ جائے تو زوجین کے تعلقات پر اس کے اثرات پڑنے لگتے ہیں۔ مالی معاملات کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی آگاہی دی جائے۔ لوگوں میں حق مہر، مالی معاملات کے لین دین اور نان نفقہ سے متعلق مسائل کی آگاہی دی جائے۔ اس کے ساتھ بجٹ بنا کر گھر چلانے کی تربیت کی جائے اور اصراف اور تبذیر سے بچایا جائے۔ صاحب استطاعت اپنے قریبی رشتہ داروں اور احباب کو مالی طور پر تعاون کریں جس میں کوشش ہو کہ زکوۃ کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی کی جائے۔ اس کے ساتھ ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو مالی لحاظ سے کمزور لوگوں کی شادیاں کرانے میں مدد دیں، بلا سود قرض اور قرض حسنہ دیں تاکہ ان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں اور وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔

---

[422] فتاویٰ اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2015، 394/4

[423] سورۃ الاعراف 7:31

نتائج(Conclusion)

اس مقالے کے اہم نتائج درج ذیل ہیں۔

1. ازدواجی زندگی میں ذاتی مسائل زوجین کے درمیان فطری اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔
2. خاندانی مسائل کی ایک اہم وجہ مشترکہ خاندانی نظام کا اسلامی اصول کے تحت نہ ہونا ہے۔
3. عصرِ حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کے منفی اثرات ازدواجی زندگی پر خطرناک حد تک اثرانداز ہو رہے ہیں۔
4. بچوں کا بیشتر وقت الیکٹرانکس کے ساتھ گزرتا نظر آرہا ہے۔
5. والدین اور بچوں میں دوریاں جنریشن گیپ کی بنیاد پر بھی ہیں۔
6. والدین کا سوشل میڈیا کا بے حد استعمال بچوں کی عدم تربیت کا سبب ہے۔
7. غیر ضروری رسم و رواج ازدواجی زندگی پر بالواسطہ اور بلاواسطہ اثرانداز ہو رہے ہیں۔
8. ازدواجی زندگی کے مسائل کے حل کے لیے لوگوں کی اکثریت، دوست احباب اور انٹرنیٹ سے رجوع کرتی ہے جبکہ کم لوگ ماہر نفسیات یا اہل علم سے رجوع کرتے ہیں۔
9. لوگوں کی اکثریت معاشرے میں موجود عقائد، نظریات اور تجربات کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرتی ہے جس سے معاشرے میں موجود غلطیوں کی اصلاح نہیں ہو رہی۔
10. زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی بے جا کوشش ازدواجی زندگی میں بے سکونی پیدا کرتی ہے۔

سفارشات(Recommendations &Suggestions)

تحقیقی مقالے کے ضمن میں پیش کیے گئے نتائج کو عملی شکل دینے کے لیے کچھ سفارشات درج ذیل ہیں۔امید ہے ان پر عمل کر کے ازدواجی زندگی کے مسائل میں کمی واقع ہو گی۔

1. ازدواجی زندگی میں ذاتی زندگی کے مسائل کو سمجھنے لیے ضروری ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھیں۔اور ایسی تربیتی نشستیں اور ورکشاپس ترتیب دی جائیں جو ان کے فطری اعتبار سے مختلف ہونے کو واضح کریں۔
2. عزیز واقارب کو شروع دن سے ہی ان کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی کی اجازت نہ دی جائے۔

3. زوجین ایک دوسرے کو پورا وقت دیں جو Quality Time کہا جائے۔

4. دفاتر میں کام کرنے والے لوگوں کو گھروں کے لیے کام نہ دیا جائے۔ اس کے لیے ملازمین کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

5. ایک ملازم سے اس کے مقرر کردہ کام اور وقت کے علاوہ کام لینے پر پابندی عائد کی جائے تاکہ ہر شخص اپنے دن کا کچھ وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارے۔

6. ہر ایک سو پچاس سے دو سو گھروں کے لیے ایک پارک اور مسجد مع لائبریری ہر علاقے میں بنائی جائے اور وہاں روحانی و جسمانی تربیت کا انتظام کیا جائے۔

7. ٹیکنالوجی کا استعمال مثبت انداز میں ہی کیا جائے اور سوشل میڈیا پر اور دیگر ذرائع کے استعمال کے ذریعے پیش آنے والے ناجائز تعلقات کو قانونی طور پر سختی سے روکا جائے۔

8. گھریلو تشدد کے معاملے میں معاشرے میں اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کیا جائے اور قانون کا اسلام کی تعلیمات کے مطابق استوار کیا جائے۔

9. ازدواجی زندگی کے ایسے ماہرینِ نفسیات تک عوام الناس کی رسائی فراہم کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کی روشنی میں لوگوں کے مسائل سنیں اور انکی رہنمائی کریں۔

10. ملکی سطح پر شادی کو آسان بنانے کے لیے قانون سازی کی جائے اور شادی سے متعلق غیر ضروری رسم و رواج کی دینی اور ملکی سطح سے حوصلہ شکنی کی جائے۔

سروے برائے ریسرچ تھیسس

219 responses

Publish analytics

جنس

192 responses

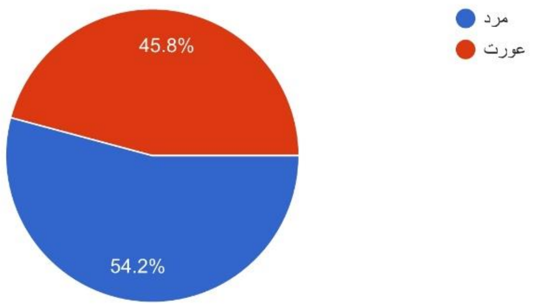

ذاتی زندگی سے متعلق سوالات

1- آپ کے خیال میں کیا عورت اور مرد میں نفسیاتی طور پر اختلاف(فرق) پایا جاتا ہے؟

219 responses

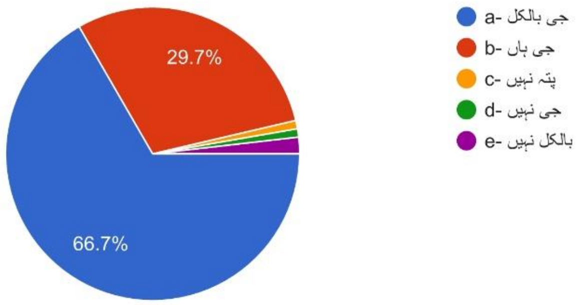

کیا مرد کو زیادہ پیسوں کے لیے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسرے ملک جانا چاہیے جبکہ اپنے (2
ملک میں اس کا گزارہ تھوڑی تنخواہ میں ہوتا ہو؟

219 responses

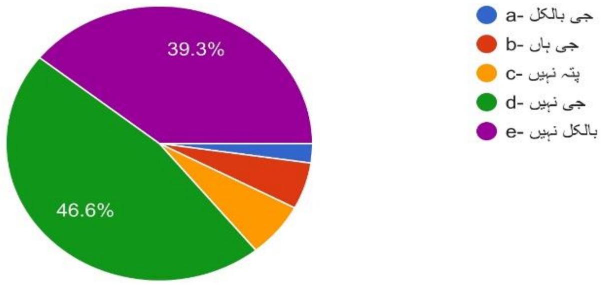

آپ عموماً اپنے آپس کے اختلافات کو کیسے حل کرتے ہیں؟ (3

219 responses

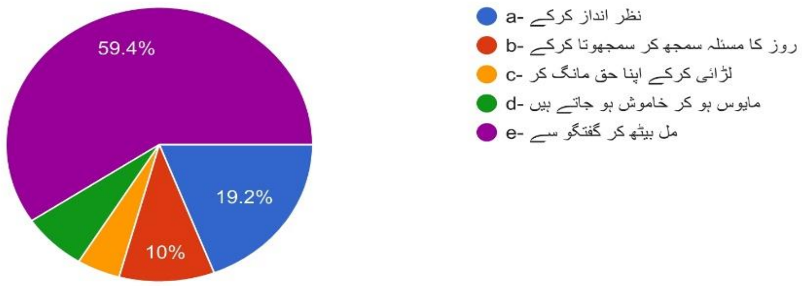

4) آپ اپنے شریک حیات کے ساتھ دن میں ضروری کاموں کے علاوہ کتنا وقت گزارتے ہیں جس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوں، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں، ایک دوسرے کو وقت دیتے ہوں؟[یہ سوال موجودہ حالات کے علاوہ دونوں کے لحاظ سے ہے]

219 responses

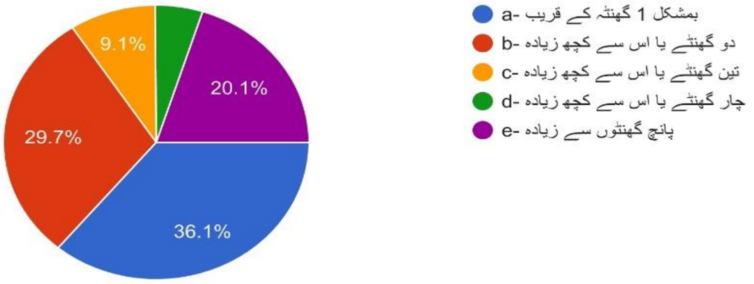

5) کیا آپ کے موبائل اور شوشل میڈیا پر آپ کی ہر بات آپ کے شریک حیات کے علم میں ہے؟

219 responses

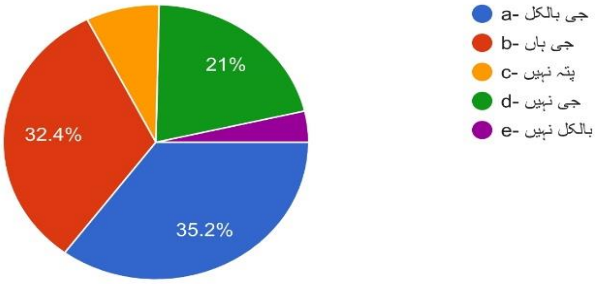

6) کیا آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کی تعلیمات عورت پر ہاتھ اٹھانے کی ترغیب نہیں دیتا اور تدریبا مار کی صرف خاص صورت میں اجازت دیتا ہے کہ جس کا مقصد تشدد نہیں بلکہ اصلاح ہے اور وہ بھی ایک خاص حد تک؟

219 responses

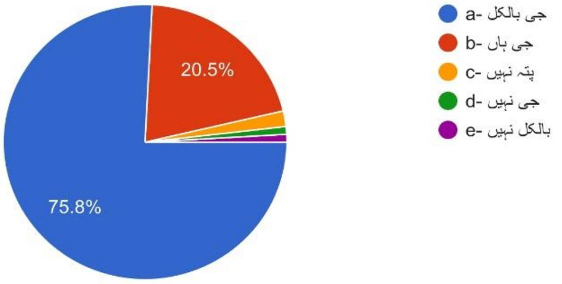

7) آپ کی رائے کے مطابق میاں بیوی کے درمیان عمر کا فرق کتنا ہونا چاہیے؟

219 responses

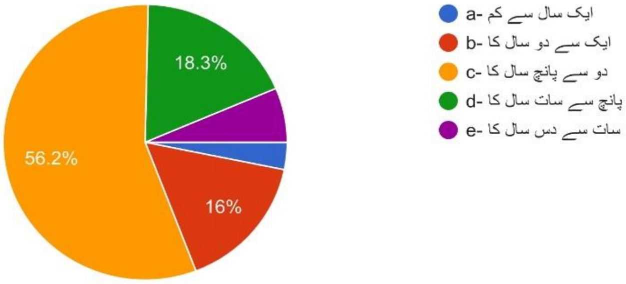

اختلافات کی بنا پر غصہ ایک فطری عمل ہے۔ کیا آپ اپنے غصے کو قابو کرنے کے لیے کوئی (8
کوشش کرتے ہیں؟

219 responses

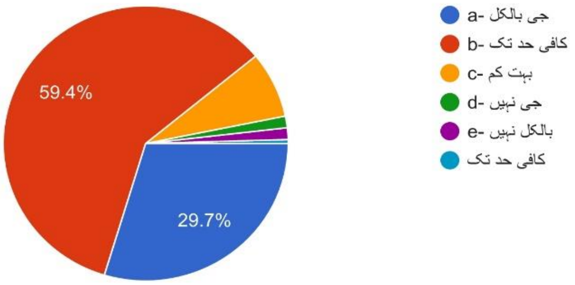

ہم پچھلے زمانوں کی نسبت آج طلاق اور خلع کے مسائل معاشرے میں زیادہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا ایسا (9
ہے؟

219 responses

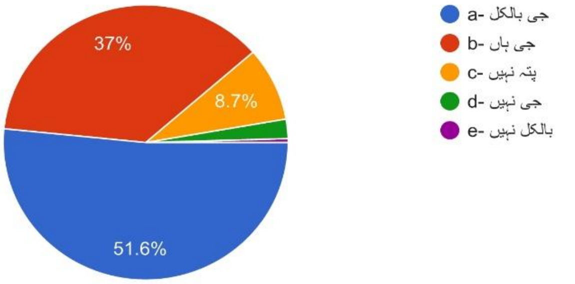

10) کیا ہمارے معاشرے میں نئے شادی شدہ جوڑوں کو شادی سے متعلق امور کی تربیت دی جاتی ہے؟

219 responses

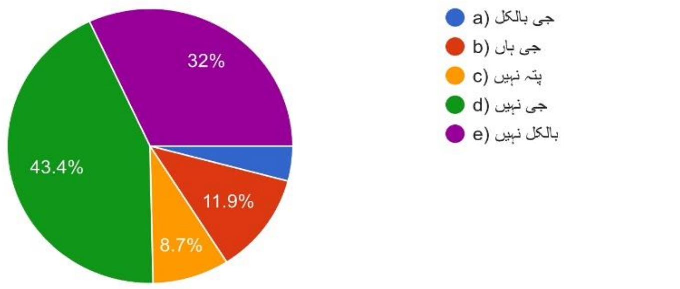

11) آپ ازدواجی زندگی کے مسائل اور اختلافات کے حل کے لیے عموماً کس سے رہنمائی لیتے ہیں؟

219 responses

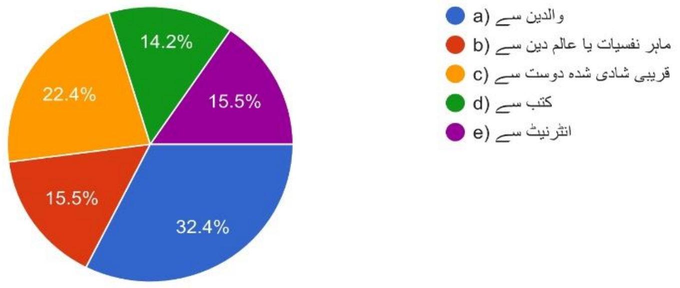

خاندانی مسائل

12) آپ کس نظامِ زندگی میں رہنا پسند کرتے ہیں؟

219 responses

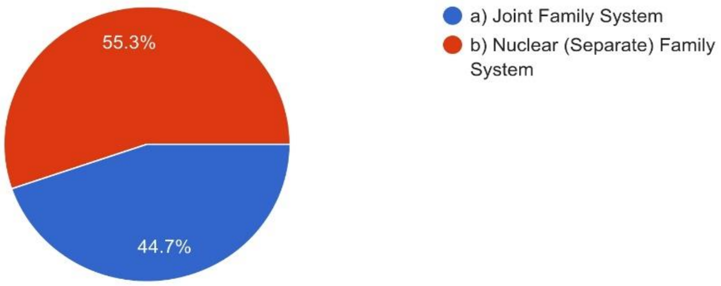

13) کیا آپ سمجھتے ہیں کہ joint family system بھی ازدواجی زندگی میں مسائل پیدا کرتا ہے؟

219 responses

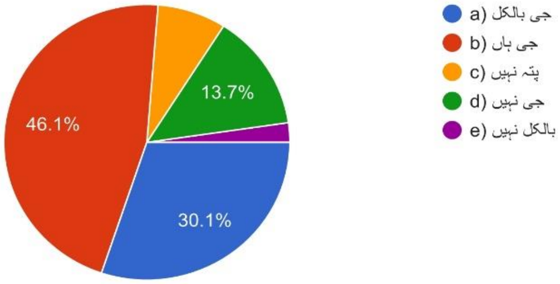

14) کیا joint family system میں رہتے ہوئے کچھ اصول و ضوابط قائم کرکے منفی اثرات کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

219 responses

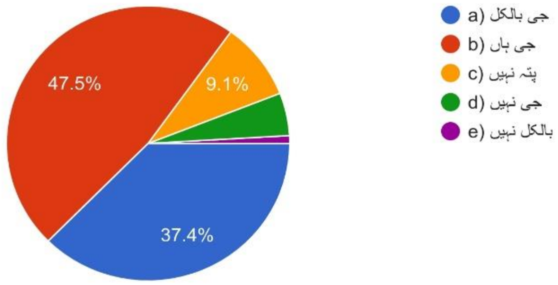

15) کیا بیوی کو اپنے شوہر کے والدین کی خدمت کرنی چاہیے؟

219 responses

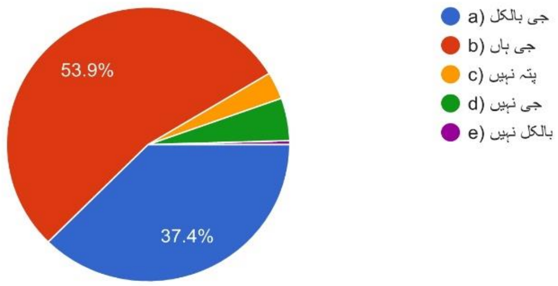

16) کیا اسلام Joint family system کا نظام دیتاہے؟

219 responses

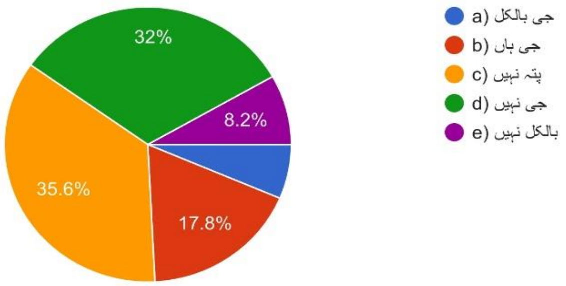

17) کیا ہمارامعاشرہ joint family system کو چھوڑنے والے جوڑے کو پسند کرتا ہے؟

219 responses

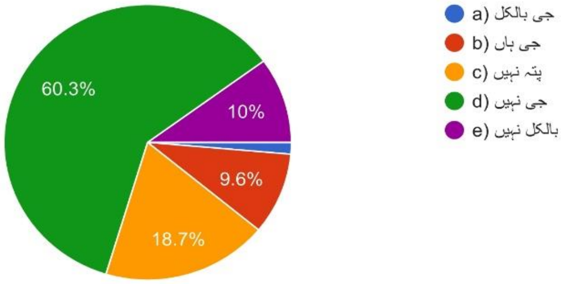

اگر والدہ اور بیوی میں اختلاف ہو جائے تو آپ کیا کریں گے؟ (یہ سوال شوہر سے ہے. خواتین اس (18
(کا جواب اپنے شوہروں کے انداز کو سامنے رکھ کر دے سکتی ہیں

219 responses

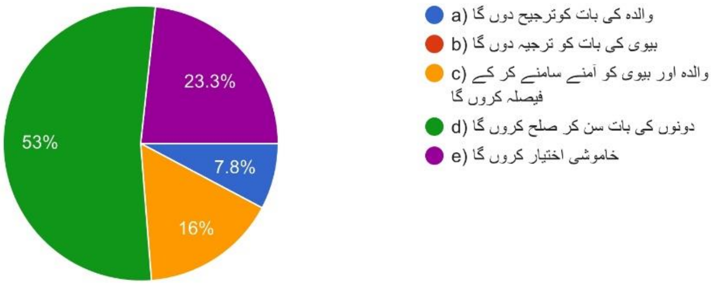

بچوں کے مسائل

کیا مشترکہ خاندانی نظام بچوں کی تربیت میں رکاوٹ بنتا ہے؟ (19

219 responses

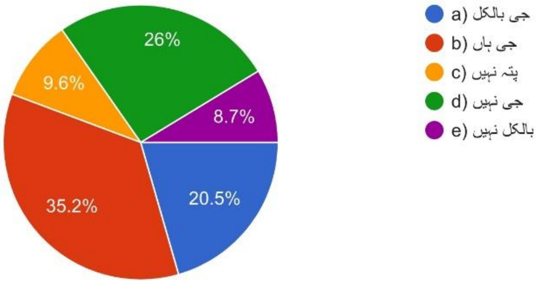

آپ کے گھر میں بچوں کا سکرین ٹائم کتنا ہے؟[یہ سوال موجودہ حالات کے علاوہ دونوں کے لحاظ (20
سے ہے]

219 responses

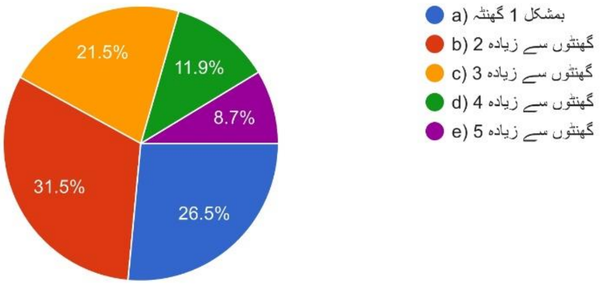

کیا پہلے بچے کی پیدائش کے بعد شوہر اور بیوی کے ازدواجی زندگی میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟ (21

219 responses

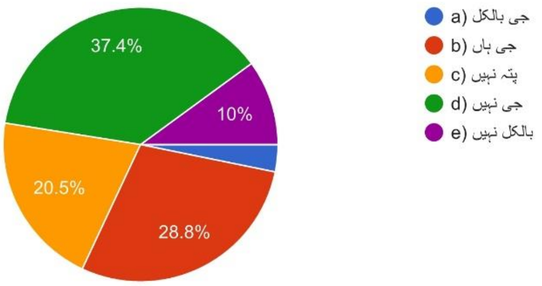

22) آپ کے خیال میں کیا آج کے دور میں بچوں کے لیے والدین کے پاس وقت کم ہے؟[یہ سوال موجودہ حالات کے علاوہ دونوں کے لحاظ سے ہے]

219 responses

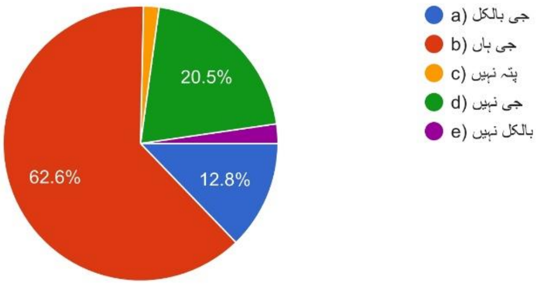

23) آج کے دور میں والدین اور بچوں کے درمیان خیالات کا بہت اختلافات پایا جاتاہے۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

219 responses

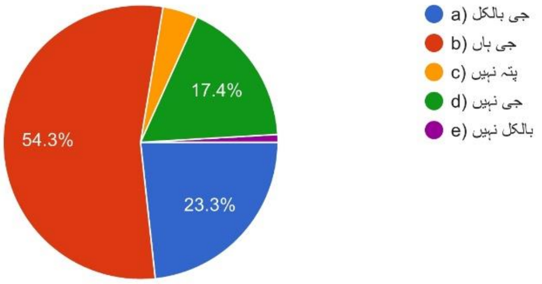

جدید ٹیکنالوجی کے آنے سے والدین اور بچوں کے درمیان دوری پیدا ہو رہی ہے۔ کیا آپ اس سے (24
اتفاق کرتے ہیں؟

219 responses

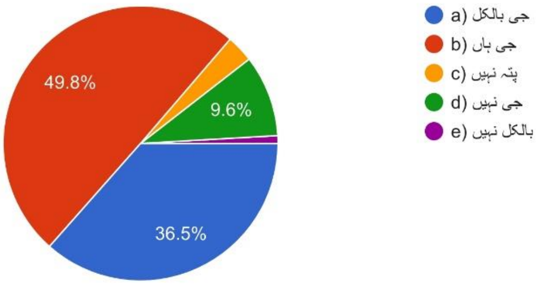

کیا سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ تک رسائی بچوں پر منفی کردار ادا کر رہی ہے۔ (25

219 responses

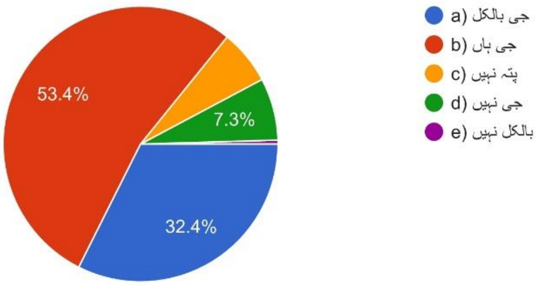

معاشی مسائل

26) کیا آپ عورت کے بلا ضرورت نوکری کرنے کے حق میں ہیں؟

219 responses

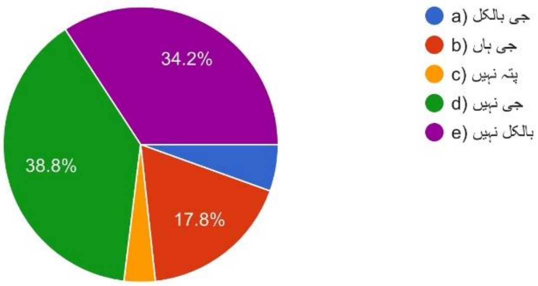

27) کیا ہمارے معاشرے میں جہیز کے بغیر شادی ممکن ہے؟

219 responses

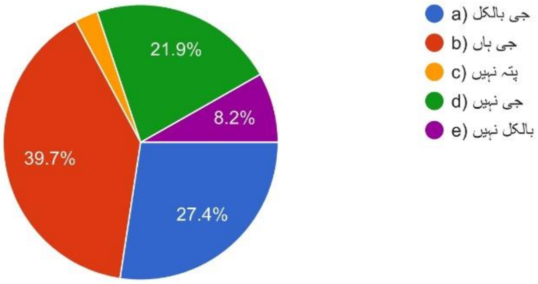

28) کیا ایسا ممکن ہے کہ عورت نوکری کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کی ذمہ داریاں بھی ادا کر سکے؟

219 responses

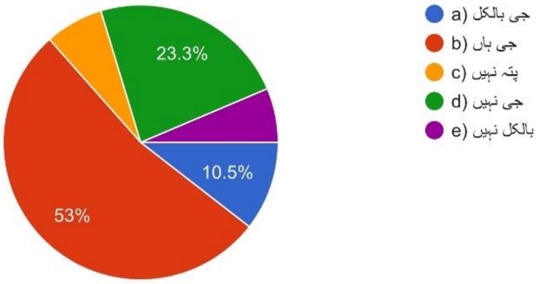

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بلا ضرورت کے رسم و رواج معاشرے پربوجھ ہیں؟ (29

219 responses

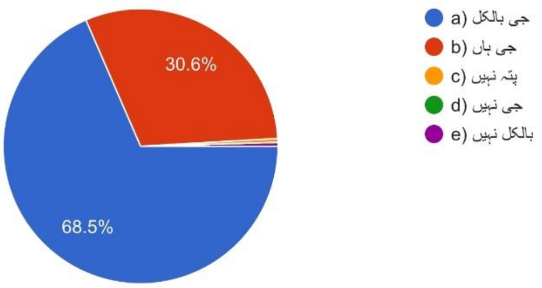

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کوروکنے کی کوشش کی جائے تو معاشرے میں بہت سے مسائل کم (30 ہو سکتے ہیں

219 responses

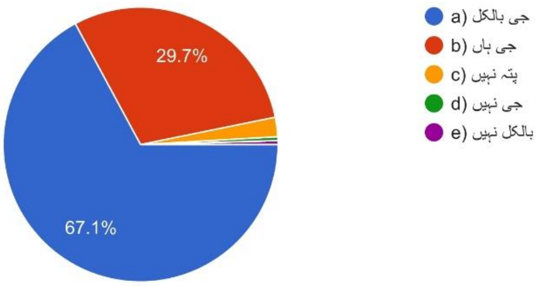

31) آپ کی شادی کے وقت حق مہر سے متعلق کیا معاملہ کیاگیا؟

219 responses

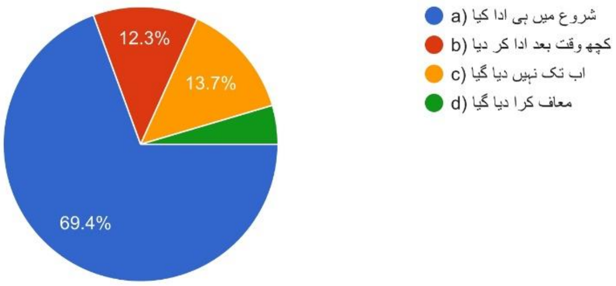

مزید کچھ اگر لکھنا چاہتے ہیں تو درج ذیل میں اپنی قیمتی آراء سے اگاہ کیجیے۔

37 responses

In current conditions we can manage both joint and independent family system but both husband and wife have to compromise. If you expect only from one it will effect the family system as well as the relationship.
If you keep your wife as your friend you can manage alot of issues very easily.

بھائی نا تو جہیز لیا ہے اللحمد للہ اور میری شادی کو 3 سال ہو گئیے ہیں تین سالوں میں میری والدہ اور بیوی کے درمیان جب بھی کبھی اختلاف ہوا ان دونوں نے آپس میں ہی اسے سلجھا لیا ہے تین سال سے ہم دونوں میاں بیوی جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہ رہے ہیں اسکے اپنے بہت سے فائیدے ہیں جیسے بچوں کو کسی غیر کے پاس چھوڑ کر نہیں جانا پڑتا انکے دادا دادی بڑے آرام سے اور خوشی سے انکا خیال رکھتے ہیں میری بیوی جاب کرتی ہیں اور مین گھر سے ہی آنلائین کام کرتا ہوں ہم دونوں میاں بیوی اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں ہمارے والدین کی طرف سے کبھی بھی کسی بات پر پرشر نہیں جیسے کہیں جانا وغیرہ اور میرے خیال سے بہو اور ساس سسر کے درمیان اختلافات تب ہوتے ہیں جب بہو کو ساس سسر مرضی نہیں کرنے دیتے اسکو اسکی زندگی اسکے مطابق نہیں جینے دیتے

سروے کے نتائج سے آگاہ کیجئے گا ـ

Point no 10 ka koi hal nikaly joron ke tabiat bohat zaruri hai plzzzzz

Q7: Age doesn't matter

This content is neither created nor endorsed by Google. Report Abuse - Terms of Service - Privacy Policy

Google Forms

Statistical Analysis with Its Interpretation

Question#1: Do you think there is a psychological difference between a man and a woman?

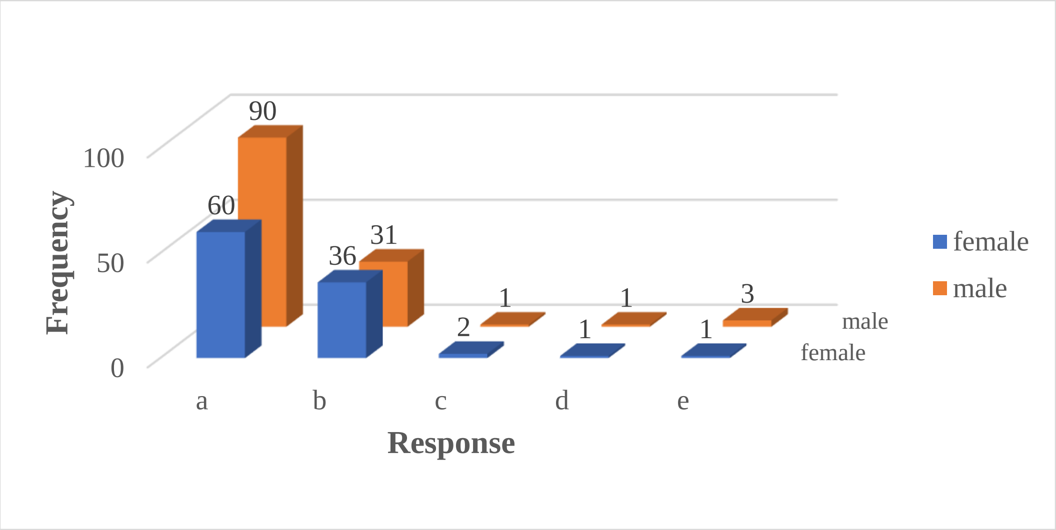

(*

a=strongly agree, b=agree, c=neutral, d=disagree, e=strongly disagree)

Figure 1

In Figure 1 the red bars present the responses of males and the blue bars presents the responses of females. The numbers on the top of each bar are the frequencies of the respondent for each opinion and gender. It shows that most respondents (for both genders) think that there is psychological difference between a man and a woman and most of the males as compared to females are strongly agree on it. In general, these results clearly indicate that men and women are psychologically different in our society. (further kindly include three to four lines what Islam says on this point of view).

Question#12: What family system do you like to live in?

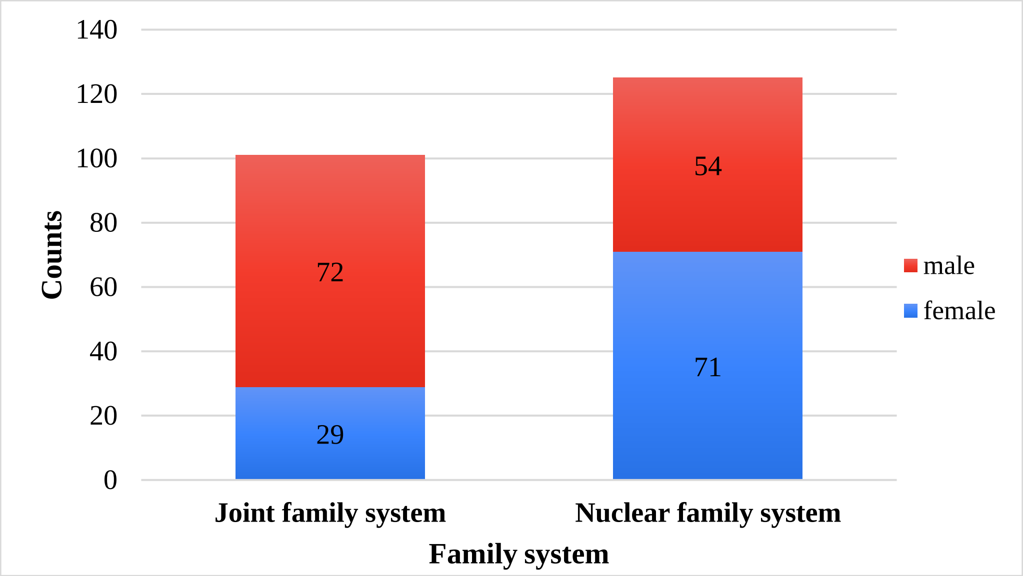

Figure 2

Figure 2 presents the male and female's responses on the joint family systems. The stack bars clearly present that most of the respondents are interested in nuclear family system. Further it also shows that the number of females that prefers nuclear family system are much higher than the females that are interested in joint family system. On the other hand, the stack bars present that the number of males who are interested in the joint family system are more then the number of males interested in nuclear family system. In general, these results indicate that in our society the females are interested in nuclear family system. (include 3 to 4 lines what Islam says on the family systems).

Question#18: What would you do if your mother and wife disagreed? (This question is from the husband. Women this The answer can be put in front of the style of your husbands

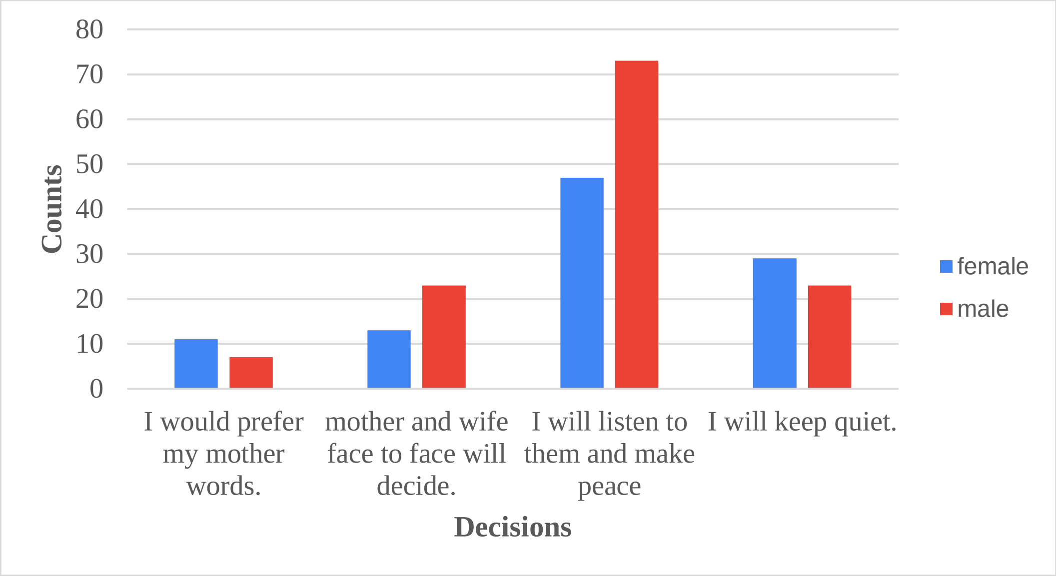

Decision	**female**	**male**	**Grand Total**
I would prefer my mother words.	11	7	18
mother and wife face to face will decide.	13	23	36
I will listen to them and make peace	47	73	120
I will keep quiet.	29	23	52
Grand Total	**100**	**126**	**226**

Figure shows the decisions that are taken by the husbands when their mother and wives are disagreed. Whereas The table presents the marginal counts and grand total of each decision with respect to their genders. The results of Table and bar charts clearly indicates that in most of the cases the husbands listen to their mothers and wives to make peace and it is a nice decision. Such type of decisions provides the peaceful environment to their societies and families. (what Islam says in such situations provide the feedbacks)

Question#20: What is the screen time of the children in your home? [This question is about both in addition to the current situation]

Question#22: Do you think parents have less time for their children these days? [This question is about both in addition to the current situation]

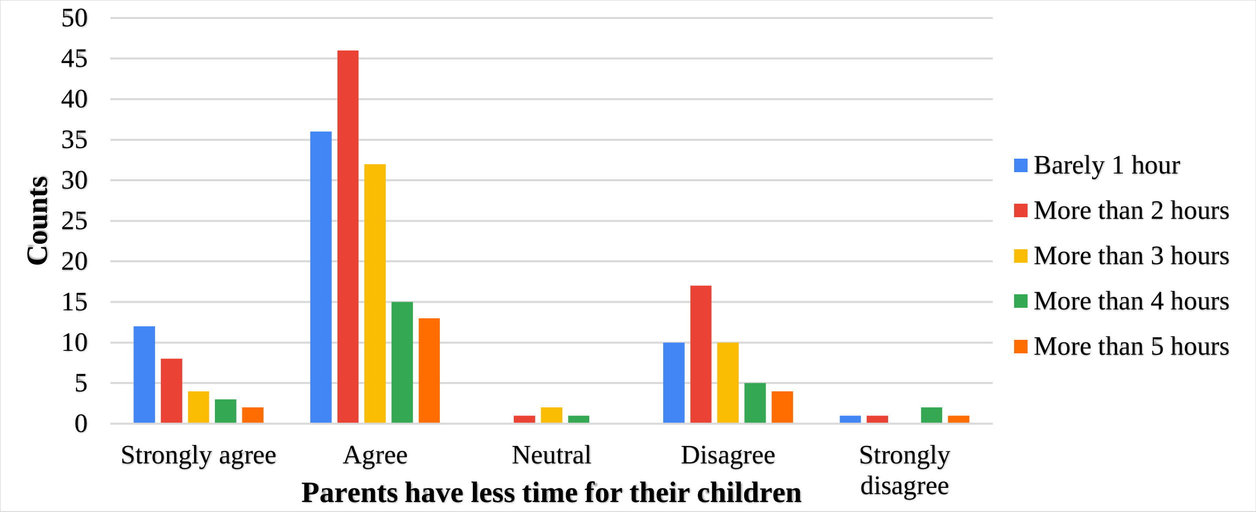

Q20/Q22	Barely 1 hour	More than 2 hours	More than 3 hours	More than 4 hours	More than 5 hours	Grand Total
Strongly agree	12	8	4	3	2	29
Agree	36	46	32	15	13	142
Neutral	0	1	2	1	0	4
Disagree	10	17	10	5	4	46
Strongly disagree	1	1	0	2	1	5
Grand Total	**59**	**73**	**48**	**26**	**20**	**226**

The graph and the Table above present the opinions of parents on the screening time of their children and time they must spent with their children. Most of the parents are agree on the statement that they have less time to spent with their children. **(Kindly explain this graph and table in detail and provide Islamic views on this point)**

Question#31: What happened to the "Haq Maher" at the time of your marriage?

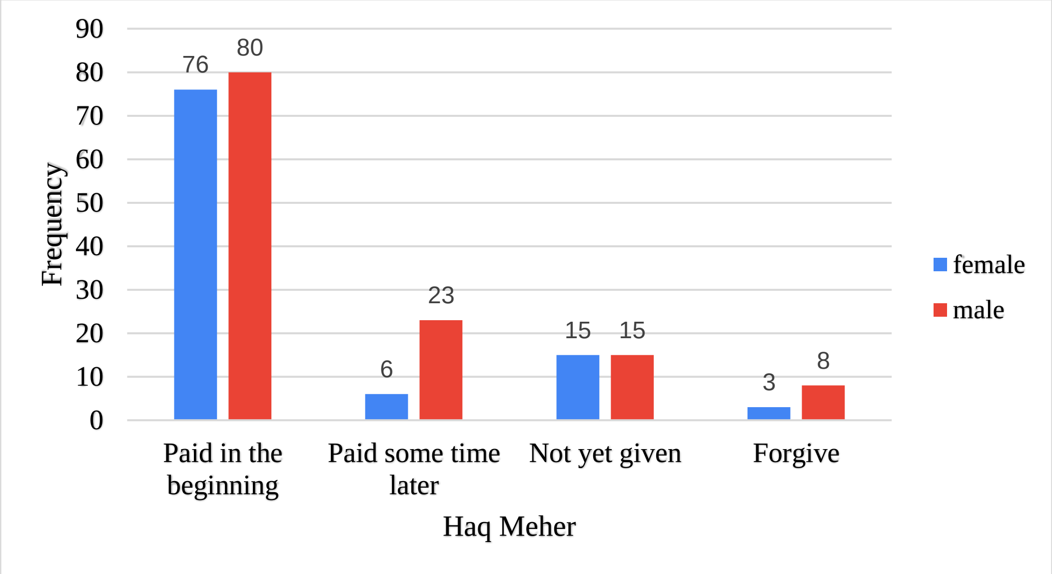

Haq Mehar/Gender	female	male	Grand Total
Paid in the beginning	76	80	156
Paid some time later	6	23	29
Not yet given	15	15	30
Forgive	3	8	11
Grand Total	**100**	**126**	**226**

Question#10: Are newlyweds in our society trained in marriage matters?

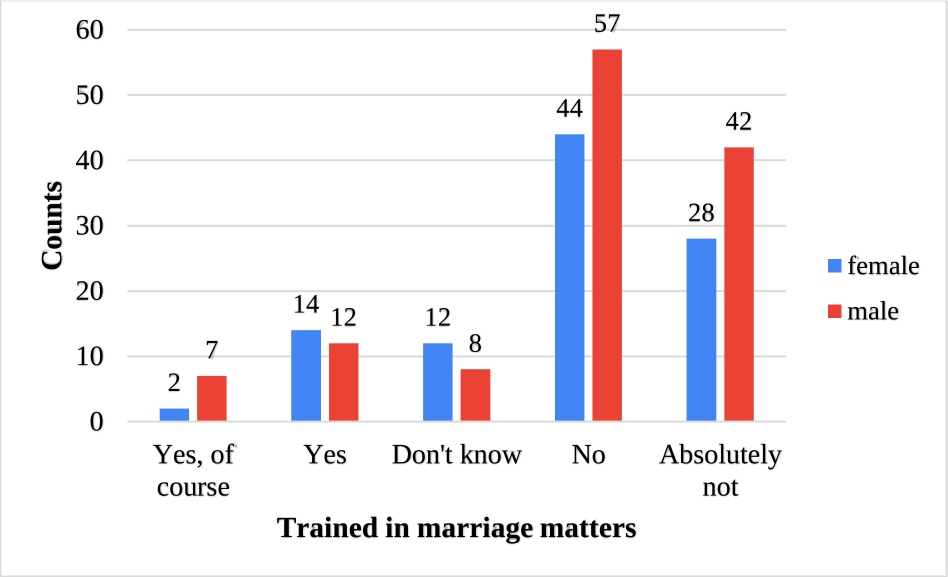

Trained/Gender	female	male	Grand Total
Yes, of course	2	7	9
yes	14	12	26
Don’t know	12	8	20
No	44	57	101
Absolutely No	28	42	70
Grand Total	**100**	**126**	**226**

Question#11: From whom do you usually seek guidance in resolving marital problems and differences?

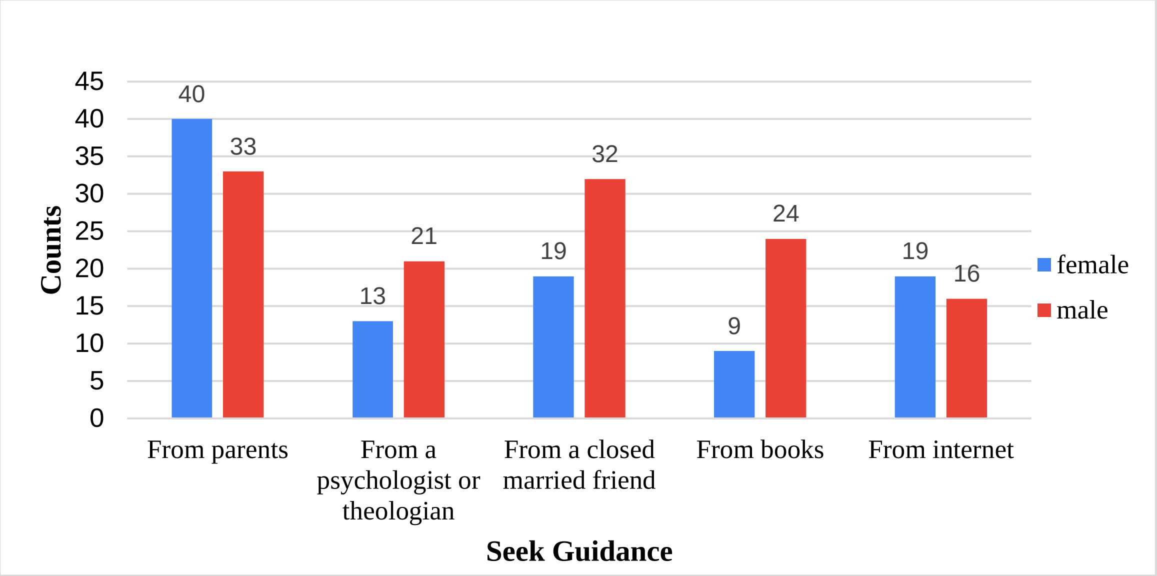

Seek Guidance/Gender	Female	Male	Grand Total
From parents	40	33	73
From a psychologist or theologian	13	21	34
From a closed married friend	19	32	51
From books	9	24	33
From internet	19	16	35
Grand Total	**100**	**126**	**226**

Question#27: Is it possible to get married without dowry in our society?

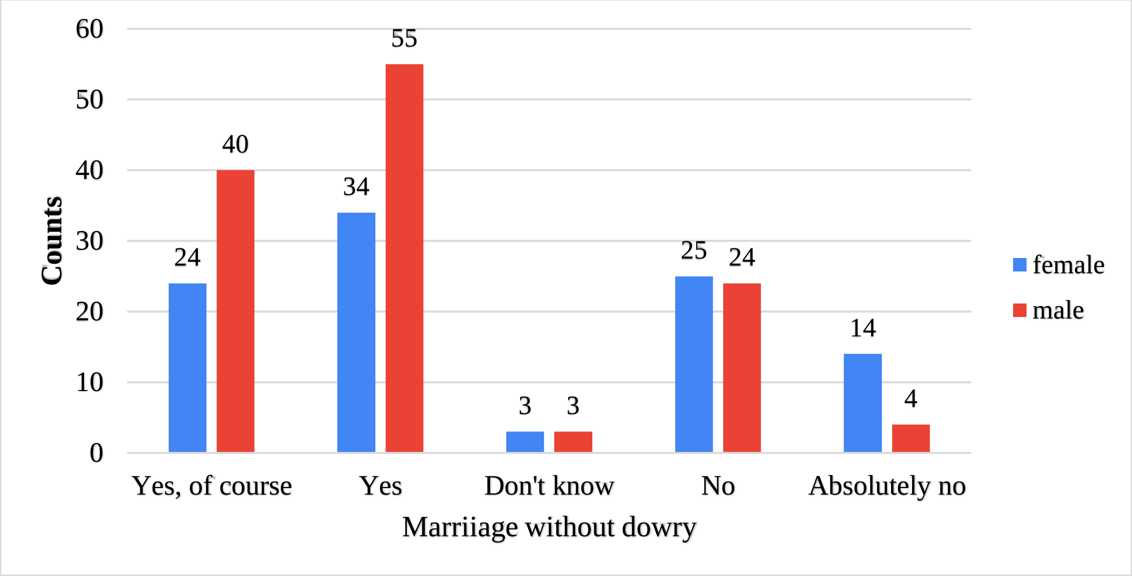

Opinions/Genders	female	male	Grand Total
Yes, of course	24	40	64
Yes	34	55	89
Don't know	3	3	6
No	25	24	49
Absolutely no	14	4	18
Grand Total	**100**	**126**	**226**

Chi-square testing

Ho= the two categories are independent

H1=there is some dependency between the two categories

If p-value is less than 0.05 we reject the null hypothesis and if P-value is greater than 0.05 we fail to reject the null hypothesis

To find out the association between question 20 and 22

Question#20: What is the screen time of the children in your home? [This question is about both in addition to the current situation]

Question#22: Do you think parents have less time for their children these days? [This question is about both in addition to the current situation]

Here we want to analyses the dependencies of the screen time of children on the time of parents for their children. So, for this purpose we use Chi-square test and the results of this test are given below.

Ho= the screen time of children and the time limits of parents for their children are independent

H1= the screen time of children and the time limits of parents for their children are dependent

Chi-square value = 13.897, df = 16, p-value = 0.6064

The Chi-square value and the high P-value of o.6064 clearly shows that we cannot reject Ho. indicates that the screen time of children and the time limits of parents for their children are independent of each other there is no association between them.

To check the association between Q23 and Q24

Question#23: There are a lot of differences of opinion between parents and children these days. Do you agree with that?

Question#24: The advent of modern technology is creating a distance between parents and children. Do you agree with that?

Here we want to check the association among the difference between the parents and children's opinion these days and the distance between them due to modern technologies. For this purpose, we use the Chi-square test and the results are given below

Ho: The differences in opinions between parents and children are independent of the distance between them

H1: The differences in opinions between parents and children are not independent of the distance between them due to the advent of modern technologies.

Chi-square value = 98.7, df = 16, p-value = 6.067e-14

The Chi-square value and the P-value of 6.067e-14 (which is very low) shows that we reject Ho, as the probability of the independence is very low. It clearly indicates that there is a strong association between the differences in parents-children opinions and of the distance between them due to the advent of modern technologies.

To check the dependency between Q22 and Q23

Question#22: Do you think parents have less time for their children these days? [This question is about both in addition to the current situation]

Question#23: There are a lot of differences of opinion between parents and children these days. Do you agree with that?

Here our main aim is to check that is the difference between the parents-kids opinion due to lack of time. For this purpose, we again use the Chi-square test to analyses the association between these two issues of parents and their children. The results and their conclusions are given below:

Chi-square value = 107.43, df = 16, p-value = 1.382e-15

The Chi-square value and the P-value of 1.382e-15 (which is very low) shows that we reject Ho, as the probability of the independence is very low. It clearly indicates that there is a strong association between the differences in parents-children opinions and the lack of time to spent it with their kids or children.

To check the association between Q24 and 25

Question#24: The advent of modern technology is creating a distance between parents and children. Do you agree with that?

Question#25: Is social media and internet access playing a negative role on children?

Here we are analyzing the association between the parents-kids distance due to the invent of modern technology and the negative role of internet and social media on their children. The results of Chi-square test are given below.

Ho: the negative role of social media and internet is not associated with the parents-children distance.

Ho: the negative role of social media and internet is associated with the parents-children distance.

X-squared = 200.78, df = 16, p-value < 2.2e-16

The Chi-square value and the P-value, which is very low, provide the evidence to reject Ho, as the probability of the independence is very low. It clearly indicates that there is a strong association between the negative role of social media and internet and the parents-children distance due to the invent of modern technology.

Association checked between Q2 and Q26

Question#2: Should a man leave his wife and children and go to another country for more money while living in his own country on a meager salary?

Question#26: Are you in favor of a woman doing unnecessary work?

Here we want to analyses the association between the people who can leave their country for more money and the people who are in favor of women doing unnecessary work. Therefore, Chi-square test is the ideal test for analyzing its dependency on each other. The results are given below

Ho: The people leaving their country for money not associated with the people in favor of the women unnecessary work

H1: The people leaving their country for money associated with the people in favor of the women unnecessary work

Chi-square = 30.468, df = 16, p-value = 0.01572

The P-value =0.01572 is less than 0.05 so we can reject Ho. So, it indicates that there is association between leaving of country for money and the favor of women for unnecessary work. That means that the people who can leave their country to earn extra money they will favor the women for unnecessary work. Only greedy people are in the favor of unnecessary work of women.

فہارس(Indexes)

i. فہرست آیات قرآنی

ii. فہرست احادیث نبویہ

iii. فہرست اصطلاحات

iv. فہرست شخصیات

v. فہرست اماکن

vi. فہرست مصادر و مراجع

فہرست قرآنی آیات

آیات	حوالہ قرآن	صفحہ
1. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ	سورۃالبقرۃ5-3:2	151
2. اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ	سورۃالبقرۃ187:2	15
3. وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ	سورۃالبقرۃ205:2	11
4. نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى	سورۃالبقرۃ223:2	23
5. لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَ	سورۃالبقرۃ:226-227	194
6. وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ	سورۃالبقرۃ228:2	25,41
7. وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ	سورۃالبقرۃ233:2	38
8. وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ	سورۃالبقرۃ234:2	36
9. اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى	سورۃآل عمران36:3	50
10. وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ	سورۃالنساء3:4	19
11. وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ	سورۃالنسآء4:4	36
12. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ	سورۃالنساء14:4	121
13. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ	سورۃالنسآء19:4	25,40
14. وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ	سورۃالنساء24:4	11،37،149
15. وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ	سورۃالنسآء25:4	37
16. اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ	سورۃالنسآء34:4	31،32،38،97،178
17. وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔـا ۭ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا	سورۃالنسآء36:4	179
18. وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ	سورۃالنساء128:4	181
19. قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ	سورۃالاعراف12:7	61
20. يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا	سورۃالاعراف31:7	210
21. هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا	سورۃالاعراف189:7	47
22. لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ	سورۃالتوبۃ66-65:9	120
23. وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ	سورۃیوسف59:12	208
24. وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا	سورۃالرعد38:13	5

48	سورۃالنحل105:16	25. اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡـكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ
176	بنی اسرائیل26:17	26. وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ
11	سورۃالانبیاء80:21	27. وَعَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ لَّـكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ
28	سورۃالمؤمنون3:23	28. وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَۙ
149, 151	سورۃالنور24:30-31	29. قُلْ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا
175	سورۃالفرقان54:25	30. وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا
203	سورۃالفرقان67:25	31. وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ يُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ يَقۡتُرُوۡا
28	سورۃالفرقان72:25	32. وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَۙ وَ اِذَا مَرُّوۡا
206	سورۃالقصص77:28	33. وَابۡتَغِ فِيۡمَاۤ اٰتٰٮكَ اللّٰهُ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ وَلَا تَنۡسَ نَصِيۡبَكَ
150	سورۃالروم21:30	34. وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا
31،180،201	سورۃالاحزاب33:33	35. وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَـرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى
158،183	سورۃالحجرات12:49	36. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ
168	سورۃالطور26:52	37. كُنَّا قَبۡلُ فِىۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِيۡنَ
207	سورۃالحشر7:59	38. مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ
35	سورۃالطلاق4:65	39. وَالّٰٓـىِٴۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآٮِٕكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ
37	سورۃالطلاق6:65	40. اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ
39	سورۃالطلاق7:65	41. لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ
166	سورۃالتحریم1:66	42. يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَـكَۚ تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ
167	سورۃالتحریم3:66	43. وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًاۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ
39	سورۃالتحریم6:66	44. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ
24	سورۃالمعارج70:29-31	45. وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَۙ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ
168	سورۃالانشقاق13:84	46. اِنَّهٗ كَانَ فِىۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا

فہرست احادیث نبویہ

احادیث	صفحہ
1. أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ،	33
2. أَتَزَوَّجْتَ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا ؟	18
3. إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ، فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ،	12
4. إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ	24
5. إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا	21
6. اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِیْ النِّصْفِ الْبَاقِیْ	5
7. إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمْ الْمَرْأَةَ فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا	20
8. إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ	17
9. أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ	5
10. أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ	176
11. الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَلَمْ يَجِدْ، فَقَالَ: أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا	199
12. الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ ،وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ،وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَه	20,26
13. اَللَّهُ اَللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا	154
14. اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي	9
15. إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ	204
16. إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْجَمَالَ	19
17. إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ.	152
18. أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبْ الْوَجْهَ،	43,44
19. اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ	190
20. إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ	29

39	21. أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ، وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى، وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ
20	22. انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا
177	23. إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا،
42,184	24. إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا
199	25. تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنِ بِي،
32	26. تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ،
19	27. تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ
17	28. تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ
192	29. رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ، يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ
198	30. خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ
25	31. خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ،
188	32. سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ
18	33. عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا، وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ
193	34. عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي
85	35. قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ
160	36. كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ
181	37. كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا
176	38. كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، و
13,65	39. كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى
154	40. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ،
34	41. لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ
202	42. لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ
35	43. لَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الطَّعَامَ، قَالَ
43	44. لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ
31	45. لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ
40, 164	46. لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ

47. لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا	182
48. مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ سِنِينَ،	187
49. مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا،	208
50. وَاللهِ اِنِّىْ لاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَه وَلٰكِنِّىْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّىْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ	6
51. وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا	40
52. وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ	32,42
53. وَضَعَ صَبِيًّا فِي حَجْرِهِ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ۔	191
54. يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ	149
55. يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِيْثُ	154

فہرست اصطلاحات

صفحہ	اصطلاحات
73	1. جوائنٹ فیملی سسٹم
3	2. مجازمرسل
59	3. کونسلر
122	4. نیوتہ
122	5. مائیوں
106	Emotional Infidelity .6
125	Hasty Decision .7
199	Homeschooling .8
203	Inflation .9
75	Lust for Possession .10
106	Sexual infidelity .11
92	Single Parenting .12
106	Therapist .13

فہرست شخصیات

صفحہ	شخصیات
57	1. فاروق رفیق
111	2. ذوالفقار احمد نقشبندی
74	3. محمد فہد حارث
73	4. محمد عامر ہاشم خاکوانی
73	5. ساجد حبیب میمن
59	6. رضوان اللہ پشاوری
56	7. علی عبد العال الطہطاوی
75	8. مبشر نذیر
63	9. Kathleen Doheny
53	10. Tim
53	11. Joy Down
139	12. Diane Singerman
64	13. Sheri Stritof
64	14. Neil Farber
50	15. John Gray
107	16. Maslow

فہرست اماکن

صفحہ	اماکن
139	1. ڈسکہ
139	2. قاہرہ
116	3. نیدرلینڈ
171	4. Pacific

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم

کتب

1. 300 سوال جواب برائے میاں بیوی، عمر عبدالمعلم السلیم، ترجمہ: حافظ عبداللہ سلیم، ناشر: مکتبہ بیت السلام، اشاعت: 2014ء
2. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، منہاج القاصدین، ترجمہ محمد سلیمان کیلانی، ناشر: مکتبہ معارفِ اسلامی، لاہور، سن اشاعت: جنوری 2009
3. ابن سعد، الطبقات الکبری، ناشر: دار صادر بیروت، سن اشاعت: س-ن
4. ابو عبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور، غصہ مت کریں، ترجمہ: پروفیسر حافظ عبدالجبار، ناشر: مکتبہ بیت الاسلام لاہور، سن اشاعت: اپریل 2015
5. ابو نعیم، احمد بن عبداللہ، امام حلیۃ الولیاء وطبقات الاصفیاء، ناشر: دار الکتاب، لبنان، سن اشاعت: س-ن
6. ابو بکر جابر اجزائری، منہاج المسلم، ترجمہ: مولانا محمد رفیق الاثری، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1433ء
7. احیاء علوم الدین، محمد الغزالی، مترجم: مولانا ندیم الواجدی، ناشر: دار الاشاعت، سن اشاعت: س ن
8. اسلامی تعلیم وتربیت، عبدالوہاب حجازی، ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن اشاعت: 2014
9. اشرف علی تھانوی، تحفہ زوجین، ناشر: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت: س ن
10. بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ڈاکٹر ام کلثوم، ناشر: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیوسٹی، اسلام آباد، سن اشاعت: 2006
11. البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، ناشر: دار لکتب العلمیہ بیروت، سن اشاعت 1985
12. تحفہ زوجین، اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ عمر فاروق کراچی، سن اشاعت: س ن
13. تفسیر طبری، محمد بن احمد، ناشر: ضیاء القرآن، اکتوبر 2012
14. تقی عثمانی، اسلام اور ہماری زندگی، ناشر: دار لاشاعت کراچی، اشاعت: 2010ء
15. تقی عثمانی، اسلام کا خاندانی نظام، جلد خامس، ص: 64، ناشر: ادارہ اسلامیات، سن اشاعت: جون 2010

16. توفیق الباری شرح صحیح بخاری، پروفیسر ڈاکٹر عبد الکبیر محسن،: کتاب العلم ، ناشر: مکتبہ قدوسیہ لاہور، سن اشاعت: 2007

17. الجامع الاحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبیؒ، ناشر: ضیاء القرآن لاہور، 2012

18. حافظ ابن قیم، زاد المعاد، مترجم: رئیس احمد جعفری، ناشر: نفیس اکیڈمی لاہور، سن اشاعت: 1990ء

19. حافظ ابن قیم، زاد المعاد، ناشر: نفیس اکیڈمی لاہور، سن اشاعت: 1990ء

20. حافظ عبد الستار حماد، فتاویٰ اصحاب الحدیث، ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن اشاعت: 2009

21. د۔ محمد نجاتی، االحدیث النبوی وعلم النفس، ناشر: دار الشروق، سن اشاعت: س ن

22. د۔ صالح عبد الکریم، کیف تعالج مشکلات ابنائک بنفسک، ناشر: الرایۃ للنشر والتوزیع، سن اشاعت: 2011

23. ڈاکٹر عبد الرؤف، بچوں کی نفسیات، ناشر: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، سن اشاعت: 2008ء

24. ذوالفقار احمد نقشبندی، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، ناشر: مکتبہ الفقیر فیصل آباد، سن اشاعت: 2009ء

25. الرحيباني، مصطفى بن سعد بن عبده السيوطي شهرة، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى المؤلف: الناشر: المكتب الإسلامي الطبعة: الثانية، 1415ھ-1994م

26. ساس اور بہو، ام عبد منیب، مشربہ علم وحکمت، سن اشاعت: س ن

27. سنن ابن ماجہ، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1428ھ

28. سنن ابوداؤد، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت 1427ھ

29. سنن ترمذی، ناشر: مکتبہ بیت السلام ریاض، سن اشاعت: فروری 2016ء

30. سیرت النبی، ڈاکٹر علی محمد صلابی، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1433ھ

31. سیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، ناشر: مطبع فخر المطابع، لکھنو، سن اشاعت: 1321ھ

32. شادی بیاہ، حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر: خلیل احمد ملک، سن اشاعت: س ن

33. صحیح ابن حبان، محمد بن حبان، ناشر: شبیر برادرز لاہور، سن اشاعت: جون 2014

34. صحیح بخاري، ناشر: ، دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1434ھ

35. صحیح مسلم، ناشر: دار السلام ریاض، سن اشاعت: 1434ھ

36. طرز رہائش مشترکہ یا الگ، ام عبد منیب، ناشر: مشربہ علم وحکمت لاہور، اشاعت: س۔ ن

37. طلاقیں کیوں ہوتی ہیں، راسخ، عبدالمنان، ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۱۴
38. علاءالدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاساني الحنفي، دائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، الثانیۃ، 1406ھ-1986م
39. علی عبدالعال الطھطاوی، دیکھنا کہیں گھر ٹوٹ نہ جائے، مترجم: عبدالسمیع آثم، صفحہ 42، ناشر: المکتبہ الکریمیہ لاہور
40. عورتوں کے لیے صرف، ترجمہ: حافظ عبداللہ سلیم، ناشر: مکتبہ بیت السلام الریاض، سن اشاعت: 2011
41. فتاویٰ اصحاب الحدیث، ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور، سن اشاعت: 2015
42. فقہ الاسلامیۃ وادلتہ، وھبۃ الزحیلی، ناشر: دارالاشاعت کراچی، سن اشاعت: 2012ء
43. کتاب العین، خلیل بن احمد الفراھیدی، ناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت، سن اشاعت: 2003ء
44. کتاب الفقہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، ناشر: علماء اکیڈمی لاہور، سن اشاعت: 2012
45. کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، ناشر: علماء اکیڈمی لاہور، سن اشاعت: 2012
46. گھریلو زندگی، فاروق رفیق، ناشر: فصل الخطاب، اشاعت: س ن
47. لسان العرب، محمد بن مکرم، مادہ جھز، ناشر: دار صادر، بیروت، سن اشاعت: 1414ھ
48. مبشر حسین لاہوری، ہدیۃ العروس، ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور، سن اشاعت: جون 2003
49. محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، سن اشاعت: 1420ھ
50. مسند أحمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، ناشر: مکتبہ رحمانیہ، سن اشاعت: س-ن
51. معارف القرآن، محمد شفیع، ناشر مکتبہ معارف القرآن، کراچی، سن اشاعت: 2008
52. المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، یحیی بن شرف النووي، ناشر: دار إحیاء التراث العربي - بیروت الطبعة: الثانیة، 1392ھ
53. مولانا وحیدالدین خان، خاندانی زندگی، ناشر: گڈورڈ پبلیکیشنز، سن اشاعت: س ن
54. ندوی، معین الدین، سیر الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین، ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور، سن اشاعت: س-ن

اخبارات و جرائد

1. روزنامہ جنگ
2. روزنامہ نوائے وقت

3. ایکسپریس نیوز

4. روزنامہ اوصاف

5. ڈان نیوز

6. معاشرتی اِصلاح کے متعلق چند زرّیں ہدایات،اِفادات: حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی، ماہنامہ انوار مدینہ لاہور جولائی 2018

7. مفتی عبدالحق حقانی، ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد، اسلامی معاشرتی نظام اور خاندان پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، ایکٹا اسلامیکا: جلد 6، شمارہ 1 جنوری-جون 2018

8. https://dailypakistan.com.pk

9. https://dunya.com.pk

10. http://ibcurdu.com

11. https://www.bbc.com/urdu/pakistan

English Articles and Books

1. AICPA 2016 Press Releases, New Survey Finds Money Issues Cause Frequent Tension in Majority of Millennials' Romantic Relationships, February 11, 2016
2. Amanda Lenhart, Maeve Duggan, Couples, the Internet, and Social Media, How American couples use digital technology to manage life, logistics, and emotional intimacy within their relationships, Pew Research Center, February 11, 2014
3. Anderson, C. (2004). An update on the effects of playing violent video games. *Journal Of Adolescence, 27*(1), 113-122.
4. Anderson, C. A., Berkowitz, L., Donnerstein, E., Huesmann, L. R., Johnson, J., Linz, D., . . . Wartella, E. (2003). The influence of media violence on youth. Psychological Science in the Public Interest, 4, 81–110
5. Anderson, C. A., Shibuya, A., Ihori, N., Swing, E. L., Bushman, B. J., Sakamoto, A., … Saleem, M. (2010). Violent video game effects on aggression, empathy, and prosocial behavior in Eastern and Western countries: A meta-analytic review. Psychological Bulletin, 136(2), 151–173.
6. Archuleta, K. L., Britt, S. L., Tonn, T. J., & Grable, J. E. (2011).Financial satisfaction and financial stressors in marital satisfaction. Psychological Reports

7. Atkinson, T., Liem, R., & Liem, J. H. (1986). The social costs of unemployment: Implications for social support. Journal of Health and Social Behavior, 27, 317-331.
8. Bacharach, S. B., Bamberger, P., & Conley, S. (1991). Workhome conflict among nurses and engineers: Mediating the impact of role stress on burnout and satisfaction at work. Journal of Organizational Behavior, 12, 39-53.
9. Bachman, J., O'Malley, P., Schulenberg, J., Johnson, K., Bryant, A., & Merline, A. (2002). The decline of substance use in young adulthood: Changes in social activities, roles, and beliefs. Mahwah, NJ: Erlbaum
10. Bandura A. Social learning theory of aggression. Journal of Communication. 1978;28:12–29 .
11. Blossfeld, H. P. and Muller, R. (2002). Union disruption in comparative perspective: The role of assortative partner choice and careers of couples. International Sociology, 32, 3–35
12. Boies, S. C., Cooper, A., & Osborne, C. (2004). Variations in Internet-related problems and psychosocial functioning in online sexual activities: Implications for social and sexual development of young adults. Cyberpsychology & Behavior, 7, 207–230.
13. Bornstein H, Bradley H (2014) Socioeconomic status, parenting, and child development. Journal of Early Adolescences.
14. Britt-Lutter, S., Haselwood, C., & Koochel, E. (2018). Love and Money: Reducing Stress and Improving Couple Happiness. Marriage & Family Review, 1–16.
15. Canadian Paediatric Society DHTFOO. Screen time and young children: Promoting health and development in a digital world. Paediatr Child Health 2017;22:461.77.
16. Choong Yong Heng 1, Rashad Yazdanifard ,Generation Gap; Is There any Solid Solution? From Human Relation Point of View, International Journal of Economy, Management and Social Sciences, 2(10) October 2013, Pages: 837-840
17. Coyne James. Toward an Interactional Description of Depression. Psychiatry. 1976b; 39:28–40 .
18. Darla Rhyne,Bases of Marital Satisfaction among Men and Women, Journal of Marriage and Family
19. De Graaf PM, Kalmijn M. Alternative routes in the remarriage market: Competing-risk analyses of union formation after divorce. Social Forces. 2003;81:1459–1498 .
20. De Vaus, D., Gray, M., Qu, L., & Stanton, D. (2015). The economic consequences of divorce in six OECD countries (Research Report No. 31). Melbourne: Australian Institute of Family Studies.

21. Del Torto, L.M. (2008). "Once a broker, always a broker: Non-professional interpreting as identity accomplishment in multigenerational Italian-English bilingual family interaction". Multilingua. 27 (1/2): 77–97.
22. Dew, J. P., & Stewart, R. (2012). A financial issue, a relationship issue, or both? Examining the predictors of marital financial conflict. Journal of Financial Therapy,3,43–61.
23. Dew, J., Britt, S., & Huston, S. Examining the relationship between financial issues and divorce. Family Relations, 2012, 61, 615–628 .
24. Diane Singerman, The Economic Imperatives of Marriage: Emerging Practices and Identities Among Youth in the Middle East, Middle East youth initiative working paper, September 2007, No 6
25. Doss, Simpson, and Christensen (2004) Doss, B. D., Simpson, L. E., & Christensen, A. (2004). Why do couples seek marital therapy? American Psychological Association, 35, 608–614.
26. Dr. Neil Farber is a physician, researcher, wellness professional, and author.
27. Easterbrooks MA, Emde RM. Marital and parent–child relationships: The role of affect in the family system. In: Hinde RA, Stevenson-Hinde J, editors. Relationships within families: Mutual influences. New York: Oxford University Press; 1988. pp. 48–67.
28. Edwin A. J. van Hooft, Madelon L. M. van Hooff, The state of boredom: Frustrating or depressing?, Motivation and Emotion (2018) 42:931–946, 6 July 2018
29. Engfer A. The interrelatedness of marriage and the mother–child relationship. In: Hinde RA, Stevenson-Hinde J, editors. Relationships within families: Mutual influences. New York: Oxford University Press; 1988. pp. 104–118
30. Esteve, A., Cortina, C., & Cabré, A. (2009). Long Term Trends in Marital Age Homogamy Patterns: Spain, 1922-2006. *Population (English Edition)*, *64*(1), 173. doi: 10.3917/pope.901.0173
31. Falana B, Bada F, Ayodele C (2012) Single-parent Family Structure, Psychological, Social and Cognitive Development of Children in Ekiti State. Journal of Educational and Developmental Psychology 2(2)
32. Felner, R. D., Ginter, M. A., Boike, M. F., & Cowen, E. L. (1981). Parental death or divorce and the school adjustment of young children. American Journal of Community Psychology, 9(2), 181-191 .

33. Francis, A. M., & Mialon, H. M. (2014). A Diamond is Foreverr and Other Fairy Tales: The Relationship between Wedding Expenses and Marriage Duration. SSRN Electronic Journal. doi:10.2139/ssrn.2501480
34. Ganster, D. C., Fusilier, M. R., & Mayes, B. T. (1986). Role of social support in the experience of stress at work. Journal of Applied Psychology, 71, 102-110
35. Gilles Duranton, Andrés Rodríguez-Pose and Richard Sandall, Family Types and the Persistence of Regional Disparities in Europe, SERC Discussion Paper 9, November 2008
36. Goldberg WA, Greenberger E, Hamill S, O'Neil R. Role demands in the lives of employed single mothers with preschoolers. Journal of Family Issues. 1992;13:312–333 .
37. Gonyea, J. L. (2004). Internet sexuality: Clinical implications for couples. American Journal of Family Therapy, 32, 375–390 .
38. Gottman, J.M., What Predicts Divorce? The Relationship Between Marital Processes and Marital Outcomes, Hillsdale, NJ; Lawrence Erlbaum Associates, 1994
39. Gottman, John M, and baby makes three: the six-step plan for preserving marital intimacy and rekindling romance after baby arrives, Crown Publishers, New York, 2007, Page 10
40. Grayson, P.J. (1985). The closure of a factory and its impact on health. International Journal of Health Services, 15, 69-93.
41. Greenfield, D. N. (1999). Virtual addiction: Sometimes new technology can create new problems. Retrieved September 28, 2005, The Center for Internet Studies at Psychological Health Associates
42. Gulnaz Anjum, Anum Urooj and Anis-ul-Haque, Perception of Emotional and Sexual Infidelity among Married Men and Women, Pakistan Journal of Psychological Research Vol:30 No:2 page:421-439
43. Hadi, R., & Ullah, M. (2015). Violence against women in Pakistan: A qualitative review of reported incidents . Aurat Publication and Information Service Foundation
44. Hassan Abbasin , Human Rights, News, Public Safety, Acid Attacks Decrease But Challenges Remain, FEBRUARY 28, 2018
45. Heaton, T. B. (1990). Marital stability throughout the child-rearing years. Demography, 27, 55–63.
46. Heyman RE. Observation of couple conflicts: Clinical assessment applications, stubborn truths, and shaky foundations. Psychological Assessment. 2001; 13:5–35.

47. Holson, Laura M. (9 March 2008). "Text Generation Gap: U R 2 Old (JK)". The New York Times. Retrieved 23 May 2012.
48. John Ermisch and Marco Francesconi, The effect of parents' employment on outcomes for children, Published by the Joseph Rowntree Foundation The Homestead, 40 Water End, York YO30 6WP, MARCH 2001
49. John Gray, Men are from mars, women are from Venus, Quill, New York 2002 Page 8
50. Johnston, L. D., & O’Malley, P. M. (1986). Why do the nation’s students use drugs and alcohol: Knowles, R. (1986). Human development and human possibility. Lanham: University Press of America.
51. Jones, Gavin W. (2005). Islam, the State and Population. C. Hurst & Co. Publishers. p. 60. ISBN 1850656673.
52. Kalmijn, M. (2005). His or Her Divorce? The Gendered Nature of Divorce and its Determinants. European Sociological Review, 22(2), 201–214. doi:10.1093/esr/jci052
53. Kalmijn, M. (2012). Long-Term Effects of Divorce on Parent-Child Relationships: Within-Family Comparisons of Fathers and Mothers. European Sociological Review, 29(5), 888–898 .
54. Kathleen Doheny, Depression and Divorce: How does depression affect marriage and relationships?
55. Kraut, R., Lundmark, V., Kiesler, S., Mukhopadhyay, T., & Scherlis, W. (1998). Internet paradox: A social technology that reduces social involvement and psychological well-being? American Psychologist, 53, 1017–1031.
56. Lehmiller, J. J., & Agnew, C. R. (2006). Marginalized relationships: The impact of social disapproval on romantic relationship commitment. Personality and Social Psychology Bulletin, 32, 40–51
57. Manning, J. C. (2006). The impact of internet pornography on marriage and the family: A review of the research. Sexual Addiction & Compulsivity, 13, 131–165
58. Manoj Thomas, Kalpesh Kaushik Desai, Satheeshkumar Seenivasan, How Credit Card Payments Increase Unhealthy Food Purchases: Visceral Regulation of Vices Journal of Consumer Research, Volume 38, Issue 1, 1 June 2011, Pages 126–139
59. Marie Husøy Sæther, Childhood Family Dissolution and School Outcomes. The Timing of Dissolution Effects, Published online: 03 Apr 2019
60. Maslow, A.H. (1943). "A theory of human motivation". Psychological Review. 50 (4): 370–96.

61. Men perception on violence against women in Pakistan, Ministry of human Rights, Page 50
62. Men, Women and Relationships, Page: 31
63. Mughera Sohail, and Syeda Shamama-tus-Sabah, Comparative Study of Children’s Adjustment in Intact and Single Parent Families, Pakistan Journal of Psychological Research, 2016, Vol. 31, No. 2, 495-508
64. Munawer Azeem, Financial crisis behind murder of family, Dawn News, May 03, 2013
65. Nabeela Malik, Yasir Nawaz, Babak Mehmood, Farah Riaz, Shahzad Khaver Mushtaq, Muhammad ijaz Khan, Causes and Consequences of Extra-Marital Relations in Married Women: A Case Study of Darulaman Sargodha, Mediterranean Journal of Social Sciences MCSER Publishing, Rome-Italy, Vol 5 No 23 November 2014, Page 2044-2048.
66. Neza Stiglic, Russell M Viner, Effects of screen time on the health and well-being of children and adolescents: a systematic review of reviews , Volume 9, Issue 1, BMJ journals
67. Papalia, D. E., Olds, S. W., & Feldman, R. D. (2002). A child’s world: Infancy through adolescence (9th ed.). New York: McGraw Hill
68. Press release on consumer price index (cpi) inflation for the month of august, 2019 [Base 2015-16=100], Government of Pakistan Ministry of Planning, Development and Reform Pakistan Bureau of Statistics Islamabad
69. Press release on consumer price index (cpi) inflation for the month of July, 2019 [Base 2007-08=100], Government of Pakistan Ministry of Planning, Development and Reform Pakistan Bureau of Statistics Islamabad
70. Reid Chassiakos YL, Radesky J, Christakis D, et al. Children and adolescents and digital media. Pediatrics 2016;138:e20162593.
71. Richard E. Heyman, Ashley N. Hunt, and Amy M. Smith Slep, Desired Change in Couples: Gender Differences and Effects on Communication, J Fam Psychol. 2009 August ; 23(4): 474–484
72. Rosenfield S1, Lennon MC, White HR, The self and mental health: self-salience and the emergence of internalizing and externalizing problems. J Health Soc Behav. 2005 Dec;46(4):323-40.
73. Sonya Britt-Lutter, Camila Haselwood & Emily Koochel (2019) Love and Money: Reducing Stress and Improving Couple Happiness, Marriage & Family Review, 55:4, 330-345

74. South, S. J. (2001). Time-dependent effects of wives' employment on marital dissolution. American Sociological Review, 66, 226–245
75. Stephen Robertson ‹Children and Youth in History. Center for History and New Media and the University of Missouri-Kansas City. Retrieved February 21, 2017
76. Straus, M. A. Gelles, R. J., & Steinmetz, S. K. (1980). Behind closed doors: Violence in the American family. Garden City, NY: Doubleday, Anchor Press.
77. Tahir Amin, Allocation for education, services reduced by 20.5pc, Business Recorder, June 12, 2019,Budget Page 14
78. Taimur Zahid, It took my mother 30 years to walk out of an abusive marriage and an 'honest' infidelity, Dawn news, March 16, 2016
79. Tim and Joy Downs, The Seven Conflicts: Resolving the Most Common Disagreements in Marriage, Melody Publishers, Chicago, 2003: page 23
80. Twenge JM, Campbell WK. Associations between screen time and lower psychological well-being among children and adolescents: Evidence from a population-based study. Prev Med Rep. 2018;12:271-283.
81. ZiII, Nicholas. 1978. "Divorce, marital happiness, and the mental health of children." Paper presented at the NIMH workshop on divorce and children, Bethesda, MD.

Websites

1. www.aaml.org
2. www.daleel.pk
3. www.economix.blogs.nytimes.com
4. www.gallup.com.pk
5. www.hamariweb.com
6. www.hrcp-web.org
7. www.hslda.org
8. www.ibcurdu.com
9. www.urdusadpoetrypk.com